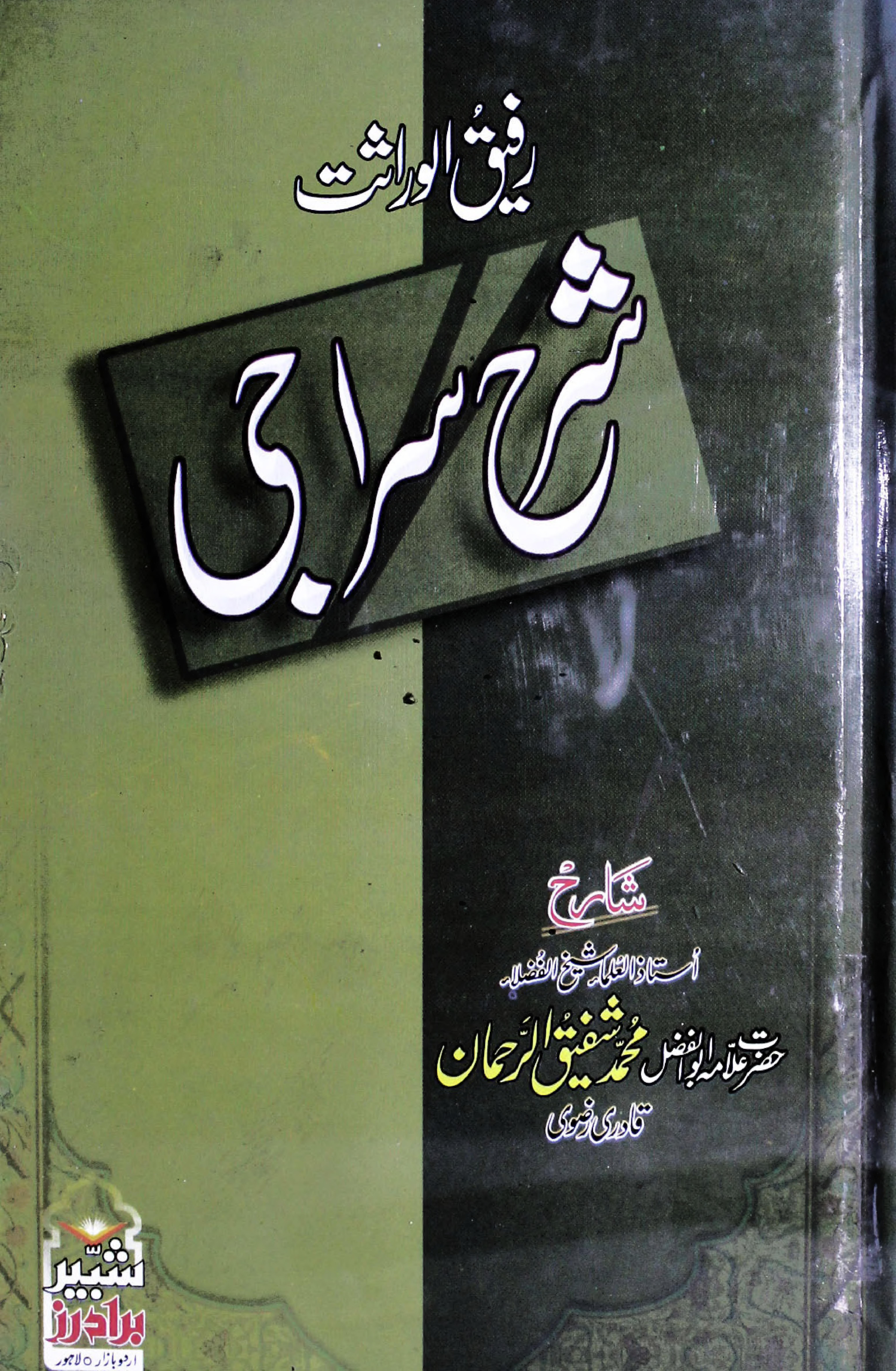

رفیق الوراثت

شرح سراجی

شارح

اُستاذ العلماء شیخ الفضلاء

حضرت علامہ ابو الفضل محمد شفیق الرحمان

قادری رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

رفیق الوراثت

شرح سراجی

شارح

استاذ العلماء شیخ الفضلاء

حضرت علامہ ابو الفضل محمد شفیق الرحمان

قادری رضوی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

111424

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرح سراجی

ناشر	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	جون 2008ء / ربیع الثانی 1428ھ
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز 0345-4653373
قیمت	روپے

شبیر برادرز
اردو بازار ۝ لاہور

انتساب

ذخیرہ
حبیب احمد شرقپوری نقشبندی مجددی • لاہور پاکستان

مادر علمی

جامعہ نظامیہ رضویہ

کے نام

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	خطبة الکتاب	31
	درودِ پاک کا شرعی حکم	33
	حضرت ابراھیم علیہ السلام پر لفظ خیر البریۃ کا اطلاق	36
	فرائض کی تعریف، موضوع، غرض وغایت اور فضیلت	38
	خطبہ کتاب میں وراثت سے متعلق حدیث شریف ذکر کرنے کا مقصد	39
	علم الفرائض کو ’’نصف العلم‘‘ کہنے کی وجہ	39
	وراثت کے ارکان	41
	وراثت کے اسباب	42
	وراثت کی شرائط	44
	ترکۂ میت سے متعلق چار قسم کے حقوق	46
	امور اربعہ کی وجہ حصر اور نقشہ	46
	سب سے پہلا حق تجہیز وتکفین	47
	تجہیز وتکفین قرضوں کی ادائیگی سے پہلے کیوں ضروری ہے؟	47
	کفن دینے میں میانہ روی کے دو اعتبار۔	48
	قیمت میں میانہ روی	48
	عدد میں میانہ روی	49
	غرماء کا حق	49
	کفن کی اقسام	49
	کفنِ سنت	50
	کفنِ کفایہ	50

کفنِ ضرورت 51
افضل کفن 51
دوسرا حق ”قرضہ جات کی ادائیگی“ 52
قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ اور اس سے متعلق نقشہ 53
حقوق اللہ کا حقوق العباد سے تقابل 54
آیت میں وصیت کا ذکر دین سے پہلے کرنے کی حکمت 57
تیسرا حق ”نفاذ وصیت“ 58
وصیت کی تعریف 58
وصیت کی شرائط 58
وصیت کی مشروعیت 59
وصیت کا شرعی حکم 60
وصیت سے متعلق نقشہ 61
چوتھا حق ”تقسیم بین الورثہ“ 62
وارث کی تعریف 63
ثبوتِ وراثت کے ماخذ 63
پہلا ماخذ کتاب اللہ 63
دوسرا ماخذ سنت 63
تیسرا ماخذ اجماع امت 63
ترکۂ میت کے مستحقین 65
اصحابِ فرائض 66
اصحابِ فرائض کو عصبات پر مقدم کرنے کی وجہ 66
عصباتِ نسبیہ 67

عصبات سببیہ 67

عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات 68

ذوی الفروض کو دوبارہ ادائیگی 69

ذوی الارحام 70

مولیٰ الموالاۃ 70

مولی الموالاہ کی وراثت کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک 71

مولی الموالاہ کی وراثت سے متعلق احناف کا مسلک 71

ولاء الموالاۃ کی شرط 72

ذوی الارحام کو ''مولیٰ الموالاۃ '' پر مقدم کرنے کی وجہ 72

مقر لہ بالنسب علیٰ الغیر 72

مقر لہ بالنسب علیٰ الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط 73

موصیٰ لہ بجمیع مالہ 74

بیت المال 74

موانع ارث 75

نمبر(۱)......رقیت (کسی کا مملوک یعنی غلام ہونا) 76

رقیت کی اقسام 76

رقیت تامہ 76

رقیت ناقصہ 77

مدبر 77

مدبر مطلق 77

مدبر مقید 77

مکاتب 78

ام ولد 78
رقیت کے مانع ارث ہونے کی علت 78
نمبر(۲)......قتل 79
قتل کی اقسام 79
نمبر(۱)......قتل عمد 79
نمبر(۲)......قتل شبہ عمد 80
نمبر(۳)......قتل خطاء 80
نمبر(۴)......قائم مقام خطاء 81
نمبر(۵)......قتل بالسبب 81
نمبر(۳)......اختلاف **دینین** 82
کوئی کافر کسی مسلمان کا بالاتفاق وارث نہیں ہوسکتا 83
کوئی مسلمان کسی کافر کی وراثت پاسکتا ہے یا نہیں؟ 83
جمہور کا مذہب اور ان کی طرف سے پیش کی جانیوالی حدیث کا جواب 84
کفار کی آپس میں وراثت کے سلسلے میں مذاہب 85
ابن ابی لیلی کا مذہب 85
نمبر(۴)......اختلاف دارین 85
اختلاف مملکت کی ممکنہ صورتیں 86
اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یا نہ ہونے میں شوافع کا مذہب 88
اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یا نہ ہونے میں احناف کا مذہب 88
فروض 93
قرآن پاک کے مقرر کردہ حصص کی تفصیل 94
(۱)......نصف اور اس کے مستحقین 94
قرآن کریم میں نصف کا ذکر 94

(۲)......ربع اوراس کے مستحقین 95
قرآن کریم میں ربع کا ذکر 95
(۳)......ثمن اوراس کے مستحقین 95
قرآن کریم میں ثمن کا ذکر 95
(۴)......ثلثان اوراس کے مستحقین 96
قرآن کریم میں ثلثان کا ذکر 96
(۵)......ثلث اوراس کے مستحقین 96
قرآن کریم میں ثلث کا ذکر 96
(۶)......سدس اوراس کے مستحقین 97
قرآن کریم میں سدس کا ذکر 97
فرضی حصہ پانے والوں کی فہرست 98
ذوی الفروض کی تقسیم 99
ذوی الفروض نسبی 99
ذوی الفروض سببی 99
جدۂ صحیحہ 99
جد فاسد 100
وراثت میں رشتہ داریاں بیان کرنے کا اسلوب 101
باپ کے 3 احوال 102
نمبر(۱)......فرض مطلق 102
نمبر(۲)......فرض مع التعصیب 102
نمبر(۳)......عصبہ مطلق 104
دادا کے 4 احوال 105

نمبر(۱)......ذوفرض محض 105

نمبر(۲)......ذوفرض مع التعصب 105

نمبر(۳)......عصبہ محض 105

نمبر(۴)......محرومیت 106

باپ اور دادا کا فرق 106

اخیافی بھائی کے 3 احوال 109

نمبر(۱)......سدس 109

نمبر(۲)......ثلث 109

نمبر(۳)......محرومیت 110

شوہر کے 2 احوال 110

نمبر(۱)......نصف 110

نمبر(۲)......ربع 111

عورتوں کے متعلق احکام 116

زوجہ کے 2 احوال 116

نمبر(۱)......ربع 116

نمبر(۲)......ثمن 117

بیٹی کے 3 احوال 117

نمبر(۱)......نصف 118

نمبر(۲)......ثلثان 118

دو بیٹیوں کی وراثت میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور جمہور کا اختلاف 119

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب 119

جمہو کا مؤقف 120

پہلی دلیل 120

دوسری دلیل 120

تیسری دلیل 121

چوتھی دلیل 122

جمہور کی طرف سے جواب 123

نمبر(۳)......عصبہ 123

پوتیوں کے 6 احوال 124

نمبر(۱)......نصف 124

نمبر(۲)......ثلثان 124

نمبر(۳)......سدس 125

بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس پانے کی دلیل 125

نمبر(۴)......محروم 126

نمبر(۵)......باقی ماندہ تمام مال 126

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 127

پہلی دلیل 127

جمہور کا جواب 127

دوسری دلیل 128

جمہور کی طرف سے جواب 128

قیاس کا جواب 129

نمبر(۶)......محروم 129

مسئلہ تشبیب 129

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر 1 130

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر2 131

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر3 131

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر4 132

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر5 133

مسئلہ تشبیب کا احتمال نمبر6 133

مسئلہ تشبیب کے متعلق نقشہ 135

عینی بہنوں کے 5 احوال 139

نمبر(۱)......نصف 139

نمبر(۲)......ثلثان 139

نمبر(۳)......عصبہ بالغیر 140

حدیث شریف کا جواب 143

نمبر(۴)......عصبہ مع الغیر 143

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف 144

جمہور کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب 145

مزید تائید 146

نمبر(۵)......محرومیت 147

علاتی بہنوں کے 7 احوال 148

نمبر(۱)......نصف 148

نمبر(۲)......ثلثان 148

نمبر(۳)......سدس 148

نمبر(۴)......محرومیت 149

نمبر(۵)......عصبہ بالغیر 149

نمبر(۶)......عصبہ مع الغیر 150

نمبر(۷)......محرومیت 150

ماں کے 3 احوال 152

نمبر(۱)......سدس 152

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 153

استحقاق سدس 153

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب 154

جمہور فقہاء کرام کا مذہب 154

جمہور کی دلیل 154

شرط حجب کا جواب 155

حدیث کا جواب 156

فائدہ 156

نمبر(۲)......جمیع مال کا ثلث 157

نمبر(۳)......زوجین سے بچے ہوئے کا ثلث 157

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 158

ابوبکر اصم کا مذہب 159

جمہور کی طرف سے جواب 160

ایک مسئلہ میں دو ربع 163

اگر باپ کی جگہ دادا ہو 163

پہلی روایت کی وجہ 164

دادا کے ساتھ ماں کو ''کل کا ثلث'' ملنے کی وجہ 165

دادی کے 2 احوال 166

نمبر(۱)......فرضی حصہ 166
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 167
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل 168
جمہور کا جواب 168
نمبر(۲)......محرومیت 168
کسی وارث کے دوسرے سے محروم ہونے کے متعلق ایک ضابطہ 169
متعدد، قرابتوں والی دادیوں کی وراثت سے متعلق ائمہ احناف کا اختلاف 170
امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف 170
امام محمد علیہ الرحمہ کا مؤقف 170
مختلف قرابتیں رکھنے والی دادیوں کی وراثت سے متعلق دو نقشے 171
باب العصبات 176
عصبہ کی اقسام 176
عصبہ بالنسب کی اقسام 176
عصبہ بنفسہ کی تعریف 176
عصبہ بغیرہ کی تعریف 177
عصبہ مع غیرہ کی تعریف 177
عصبہ بالسبب کی اقسام 177
عصبہ بنفسہ کی اقسام 178
عصبات نسبیہ کی ترتیب 179
قوت قرابت کی وجہ ترجیح 180
دو قرابتوں والا مذکر ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہے 181
دو قرابتوں والی مؤنث ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہے 182

دوقرابتوں والا مذکر ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہے 182
دوقرابتوں والی مؤنث ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہے 182
عصبہ بغیرہ 184
جوذی فرض نہیں ہے بھائی اس کو عصبہ کیوں نہیں بنا سکتا (ایک نوٹ) 185
عصبہ مع غیرہ 186
عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق 187
عصبات کی آخری قسم **"مولی العتاقه"** 187
مولیٰ العتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل 188
لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الخ حدیث کا مطلب 189
آزادکردہ کے آزادکردہ کی ولاء 189
مکاتب کی ولاء کی مثال 190
مکاتب کے مکاتب کی ولاء کی مثال 190
مدبر کی ولاء کی مثال 190
مدبر کے مدبر کی ولاء کی مثال 190
آزادکردہ کے ولاء کو کھینچ کر لانے کی مثال 191
آزادکردہ کا آزادکردہ ولاء کو کھینچ لائے، اس کی مثال 191
ولاء کھینچ کر لانے پر ایک اور بھی دلیل موجود ہے 192
امام ابو یوسف کی دلیل 192
احناف کی طرف سے جواب 193
قرابت کی اقسام اور ان کے احکام کی تفصیل 197
قرابت قریبہ 197
قرابت قریبہ کا حکم 197

قرابت متوسطہ 197

قرابت متوسطہ کا حکم 197

قرابت بعیدہ 197

قرابتِ بعیدہ کا حکم 197

مولیٰ العتاقہ کے ذوی الارحام سے مقدم یا موخر ہونے میں اختلاف ائمہ 198

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 198

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی دلیل 198

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری دلیل 198

احناف کا مؤقف 199

احناف کی دلیل 199

آیت کا جواب 199

حدیث کا جواب 199

گناہ کے لئے آزاد کیا تو آزاد کنندہ کو اس کی ولاء حاصل ہوگی یا نہیں؟ 200

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف 200

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل 200

احناف کا مؤقف 200

احناف کی دلیل 201

باب الحجب 204

حجب کا معنی 204

حجب کی اقسام 204

حجبِ نقصان 204

حجب حرمان 205

محجوب بحجب حرمان نہ ہونے والے ورثاء 205
علت نمبر 1 206
واسطہ اور ذی واسطہ کب مستحق وراثت ہوتے ہیں اور کب نہیں 206
علت نمبر 2 208
احناف کا مذہب 209
حضرت عبداللہ ابن عباس مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 209
محروم کے حاجب نقصان ہونے پر دلیل 210
محروم عن الوراثت کے حاجب حرمان نہ ہونے کی دلیل 210
جمہور کا مذہب 210
جمہور کی دلیل 210
باب الحجب کا نقشہ 213
باب مخارج الفروض 215
مخرج کی تعریف 215
مخرج نکالنے کے قواعد 216
قاعدہ نمبر 1 216
قاعدہ نمبر 2 218
مسئلہ میں ''نصف اور ربع'' جمع ہونے کی مثال 218
مسئلہ میں ''نصف اور ثمن'' جمع ہونے کی مثال 219
مسئلہ میں ''سدس اور ثلث'' جمع ہونے کی مثال 219
مسئلہ میں ''سدس'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال 220
مسئلہ میں ''ثلث'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال 220
مسئلہ میں ''سدس، ثلث اور ثلثان'' جمع ہونے کی مثال 221

قاعدہ نمبر 3 222

مسئلہ میں نصف، تمام نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونے کی مثال 222

مسئلہ میں نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال 222

مسئلہ میں نصف اور ثلثان جمع ہونے کی مثال 223

مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال 223

مسئلہ میں نصف، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال 224

مسئلہ میں نصف، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال 224

مسئلہ میں نصف، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال 224

قاعدہ نمبر 4 225

مسئلہ میں ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض جمع ہونے کی مثال 225

مسئلہ میں ربع اور ثلثان جمع ہونے کی مثال 226

مسئلہ میں ربع اور ثلث جمع ہونے کی مثال 226

مسئلہ میں ربع اور سدس جمع ہونے کی مثال 226

مسئلہ میں ربع، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال 227

مسئلہ میں ربع، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال 227

مسئلہ میں ربع، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال 228

قاعدہ نمبر 5 228

مخارج کے متعلق نقشہ 231

باب العول 233

عول کی تعریف 233

"6" کا عول 233

"6" کا "7" کی طرف عول 233

’’6‘‘ کا ’’8‘‘ کی طرف عول 235
جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ 236
حضرت عبداللہ ابن عباس کا اس مسئلہ سے اختلاف 236
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دلیل کی وضاحت 237
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی دلیل 237
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری دلیل 237
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری دلیل 238
جمہور کا مذہب اور ان کی دلیل 239
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب 239
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قیاس کا جواب 240
ذی فرض مطلق کو ذی فرض وعصبہ پر تقدیم کے اعتراض کا جواب 240
جب عصوبت کا سبب اقوی ہے تو ذوی الفروض کو مقدم کیوں کرتے ہیں؟ 240
’’6‘‘ کا ’’9‘‘ کی طرف عول 241
’’6‘‘ کا ’’10‘‘ کی طرف عول 242
12 کا عول 242
’’12‘‘ کا ’’13‘‘ کی طرف عول 243
’’12‘‘ کا ’’15‘‘ کی طرف عول 243
’’12 کا ’’17‘‘ کی طرف عول 244
24 کا عول 245
مسئلہ منبریہ 245
عول سے متعلق نقشہ 246
دو عددوں کے درمیان نسبت کی پہچان 249

تماثل 250

تداخل 250

توافق 250

تباین 251

نسبتوں کی پہچان کا طریقہ 251

توافق کا قانون 252

باب التصحیح 257

قاعدہ نمبر (1) 257

قاعدہ نمبر (2) 258

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال 259

مسئلہ عائلہ کی مثال 259

قاعدہ نمبر (3) 261

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال 261

مسئلہ عائلہ کی مثال 262

قاعدہ نمبر (4) 263

قاعدہ نمبر (5) 265

قاعدہ نمبر (6) 266

قاعدہ نمبر (7) 269

تصحیح کے ساتوں قواعد پر مشتمل نقشہ 272

تصحیح میں سے ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ 274

ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ 274

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ 274

قاعدہ نمبر(1) 275

قاعدہ نمبر(2) 275

قاعدہ نمبر(3) 276

ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم 279

تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کا قانون 279

تصحیح اور ترکہ کے درمیان توفق کا بیان اور یہی تداخل کا بھی ہے 280

توافق کی مثال 281

تداخل کی مثال 282

وہ رقمیں جن میں کسر آتی ہے ان کو حل کرنے کی طریقہ 283

کسر والی رقم حل کرنے کی مثال 284

تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ 285

تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق ہو تو ہر فریق کا حصہ کیسے معلوم کیا جائے گا 285

تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین ہو تو ہر فریق کا حصہ کیسے معلوم کیا جائے گا 286

قرض خواہوں کے درمیان وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ 286

تخارج کا بیان 290

باب الرد 295

رد کے متعلق حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب 295

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی پہلی دلیل 295

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی دوسری دلیل 295

احناف اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب 296

احناف کی پہلی دلیل 296

احناف کی دوسری دلیل 297

احناف کی تیسری دلیل 297
احناف کی چوتھی دلیل 298
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب 298
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب 298
باب الرد کے کل مسائل 298
پہلا مسئلہ (مسئلہ میں جنس ایک ہو اور کوئی من لا یرد علیہ نہ ہو) 299
دوسرا مسئلہ (مسئلہ میں اجناس مختلف ہوں اور کوئی من لا یرد علیہ نہ ہو) 299
مسئلہ میں سدس اور ثلث جمع ہونے کی مثال 300
مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال 301
مسئلہ میں ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال 301
مسئلہ میں نصف اور سدسان جمع ہونے کی مثال 302
مسئلہ میں نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال 302
تیسرا مسئلہ (مسئلہ میں جن ایک ہو اور ساتھ کوئی من لا یرد علیہ بھی ہو) 304
پہلی مثال 305
دوسری مثال 305
تیسری مثال 306
چوتھا مسئلہ (مسئلہ میں اجناس مختلف ہوں اور ساتھ کوئی من لا یرد علیہ بھی ہو) 307
پہلی مثال 307
دوسری مثال 309
مقاسمۃ الجد 315
مقاسمۃ الجد میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف ۔ 315
امام اعظم کی دلیل 316

صاحبین کا مؤقف 316
صاحبین کی دلیل 317
دادا کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ دراصل اس کی دوطرح کی مشابہتیں ہیں 317
دادا کی باپ کے ساتھ مشابہت 317
بھائی کے ساتھ مشابہت 318
دادا کے متعلق تقسیم حصص کی وجہ حصر 321
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 321
حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 322
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف 323
مقاسمہ کی تفصیل 324
مقاسمہ اور ثلث میں سے بہتر دادا کا حصہ ہے 324
بنواعیان کے ہوتے ہوئے بنوعلات کے حصہ پانے کی ایک صورت 326
بنواعیان کے ساتھ بنوعلات کے محروم ہونے کی مثال 328
مقاسمہ کے بہتر ہونے کی مثال 328
ثلث ماقی کے بہتو ہونے کی مثال 329
سدس جمیع مال بہتر ہونے کی مثال 330
ایک اور مثال 331
مسئلہ اکدریہ 333
مسئلہ اکدریہ میں اکدریت ختم کرنے کی ایک تاویل (ایک نوٹ) 336
مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ 336
مقاسمۃ الجد کے متعلق نقشہ 338
باب المناسخہ 341

11424

مناسخہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی 341

مناسخہ کی تفصیل 341

میت اول وثانی کے ورثاء اوران کے سہام ایک ہونے کی مثال 342

میت اول اور ثانی کے ورثاء ایک لیکن ان کے سہام الگ ہونے کی مثال 342

میت اول اور ثانی کے ورثاء الگ الگ ہونے کی مثال 343

تصحیح اول اور ثانی میں نسبت تماثل کی مثال 343

تصحیح اول اور ثانی میں نسبت توافق کی مثال 345

تصحیح اول اور ثانی میں نسبت تباین کی مثال 346

مناسخہ کے متعلق تمام صورتوں کی اکٹھی مثال 349

ذوی الارحام کا بیان 352

ذوی الارحام کا لغوی اور اصطلاحی معنی 352

ذوی الارحام کی وراثت سے متعلق احناف کا مذہب 352

ذوی الارحام کی وراثت سے متعلق شوافع اور مالکیہ کا مذہب 353

شوافع اور مالکیہ کے دلائل 353

احناف کی پہلی دلیل 353

احناف کی دوسری دلیل 355

احناف کی تیسری دلیل 355

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کا جواب 355

ذوی الارحام کی 4 اقسام 356

اصناف اربعہ میں سے میت کے قریب تر کون ہے؟ 358

امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب 358

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل 359

صاحبین کا مذہب 359

صاحبین کی دلیل 359

صنف اول کا بیان 366

صنف اول کے اشخاص کی اقسام 366

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب 367

امام محمد کا مذہب 367

امام محمد کے قول کی مذید وضاحت 369

12 ذوی الارحام رشتہ داروں پر مشتمل ایک مثال 369

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح 371

مذکوہ مسئلہ میں امام محمد کی تصحیح 371

ذکورت وانوثت اور تعدد ابدان کے سلسلہ میں امام محمد کا مذہب 375

صنف اول کے متعلق نقشہ 379

تعدد جہات 381

ذوی الارحام میں تعدد جہات کے سلسلہ میں امام ابو یوسف کا مذہب 381

عصبات میں اعتبار تعدد کی مثال 382

ذوی الارحام میں تعدد جہات کے سلسلہ میں امام محمد کا مذہب 383

ذوی الارحام کی دوسری قسم 387

ذوی الارحام کی دوسری قسم سے متعلق نقشہ 390

ذوی الارحام کی تیسری قسم 395

”ولد العصبہ“ کہنے پر ایک اعتراض کا جواب 395

امام محمد اور امام ابو یوسف کے مذہب کے مطابق مذکورہ مسئلہ کا تجزیہ 400

ذوی الارحام کی تیسری قسم کا نقشہ 403

چوتھی قسم	405
چوتھی قسم کا حکم	405
چوتھی کے متعلق نقشہ	408
چوتھی قسم کی اولادوں کے احکام	412
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح	417
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح	418
چوتھی قسم کی اولادوں کے احکام کے متعلق نقشہ	421
فصل فی الخنثی	424
خنثی کی تعریف	424
بوقت ولادت اشکال	424
بالغ ہونے پر اشکال کا خاتمہ	426
بعدازبلوغت تذکیروتانیث کی علامات	426
شمس الائمہ سرخسی کا مذہب	427
خنثی کی وراثت کے احکام	427
حالت ذکورت اشر ہونے کی مثال	427
حالت انوثت اشر ہونے کی مثال	428
حضرت عامر شعبی کا مذہب	428
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج	428
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج	430
حمل کی وراثت کے احکام	437
حمل کی مدت کے متعلق فقہاء کے اقوال	437
احناف کا موقف اور ان کے دلائل	437

شوافع کا مذہب اوران کے دلائل 437
احناف کی طرف سے جواب 439
سیر اعلام النبلاء والی روایت کا جواب 439
حمل کی کم از کم مدت 439
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کی وراثت 440
حمل کی وراثت کے متعلق ابن مبارک، امام محمد اور خصاف کا موقف 441
حمل کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب 442
حمل کی میراث کی شرائط 442
مسائل حمل کی تصحیح 445
مفقود کا بیان 455
مرتد کے احکام (ائمہ احناف کا مؤقف) 461
مرتد کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب 462
مال مرتد کے حوالے سے حسن بن زیاد، ابو یوسف اور امام محمد کی روایات 464
قیدیوں کی وراثت کے متعلق احکام 465
غرق ہو کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کی وراثت کے احکام 467
احناف کا مذہب 467
حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت 468
احناف کی دلیل 469

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حبیب احمد شرقپوری

درسِ نظامی، اسلامی علوم وفنون کا ایک عظیم الشان نصاب ہے۔ اس نصاب میں شامل ہر کتاب ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اور کتاب کی افہام وتفہیم ایک کامل استاد پر موقوف ہے۔ کیونکہ ؎

کورس تو فقط لفظ سکھاتے ہیں
آدمی ، آدمی بناتے ہیں

کتاب کتنی ہی اچھی ہو، اس کے مضامین میں کتنی ہی فصاحت وبلاغت اور تحقیق موجود ہو، اس کے باوجود جب تک سمجھانے والا ایک کامل استاد میسر نہ ہو، انسان اس کتاب سے کما حقہ فیض یاب نہیں ہوسکتا، راقم کو پورا درسِ نظامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔ اور اس جامعہ کے توسط سے اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مفتی اعظم پاکستان محسن اہلسنت ، حضرت علامہ مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ،شرفِ ملت ، سرمایہ اہلسنت ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ،شہنشاہ تدریس ، عالم باعمل ،حضرت علامہ مولانا جسٹس مفتی محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ ،حضرت علامہ مولانا مفتی یار محمد قادری دامت برکاتہم العالیہ ،حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ ،صوفی کامل ،مربی العلماء ،حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ،حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایسے جلیل القدر بزرگان دین سے تلمذ کا شرف ملا۔ بالخصوص استاذ الاساتذہ ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہ شفقت نے ناچیز وناکارہ وبے سہارا کو درسِ نظامی کی تعلیم کے دوران ہر مشکل مقام پر سہارا دیا، یہ سچ ہے کہ

تم نہ نظروں میں گر جگہ دیتے
اپنی نظروں سے گر گئے ہوتے

جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھانے والا ہر استاد اپنے فن کا ماہر اور میدان تدریس کا شہسوار ہے۔ مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اور زیر نظر کتاب ''سراجی'' استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ کا انداز تدریس انتہائی عام فہم، اور آسان ہے اور کسی بھی کتاب کے مشکل سے مشکل مقام کو انتہائی اختصار کے ساتھ سمجھانا آپ کا خاصہ ہے۔ سراجی پڑھتے ہوئے کلاس میں دوران سبق اس قدر سیر حاصل گفتگو ہوجاتی کہ سبق کے تمام گوشے روشن ہوجاتے، جس کی وجہ سے ہمیں کبھی بھی سراجی کی شرح وغیرہ کی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ یہ خواہش ضرور پیدا ہوتی تھی کہ جس قدر وضاحت کے ساتھ ہمیں سبق سمجھایا گیا ہے اسی طرح وضاحت سے بھرپور سراجی کی ایک شرح ہونی چاہئے۔ لیکن دیگر اسباق میں مصروفیت کی بناء پر اس خواہش پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا تاہم انہی ایام میں اپنی نوٹ بک پر اس کا ترجمہ لکھتا رہا۔

راقم کو 2001ء سے دعوتِ اسلامی کے عالمی مدنی مرکز جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی میں تدریس کی سعادت نصیب ہوئی، جہاں پر گذشتہ سالوں میں دیگر کتب کے ساتھ ساتھ سراجی پڑھانے کا بھی کئی بار موقع ملا۔

سراجی پڑھنے والے طلباء کی بھرپور فرمائش اور اصرار پر اس کی شرح لکھنے کی جسارت کی ہے۔ اور کتاب لکھنے میں درج ذیل چیزوں کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے۔

❁...... کتاب کو ایسے انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے انتہائی آسان قواعد سے بڑھ کر اس میں ریاضی کی مشکل اصطلاحات استعمال نہ کی جائیں اور مکمل طور پر توجہ اصل مسئلہ حل کرنے پر دی جائے (بعض مقامات پر نسبت اور تناسب کے الفاظ ضرور استعمال کئے گئے ہیں لیکن ان کو بھی آسان لفظوں میں

سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے)

- ...... ہر فصل کے شروع میں اس سے متعلقہ سراجی کی عربی عبارت دی گئی ہے۔
- ...... ہر فصل کی عربی عبارت کے ہمراہ آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔
- ...... حاشیہ میں سراجی کی احادیث کی تخریج کردی گئی ہے۔
- ...... متعدد مقامات پر فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالہ جات بھی ڈالے گئے ہیں۔
- ...... متعدد مشکل مقامات کو سوال وجواب کے انداز میں پیش کیا گیا ہے
- ...... استاذ محترم حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے طریقہ کے مطابق مختلف مقامات پر سمجھانے کے لئے نقشہ جات بھی بنادیئے ہیں تاکہ پوری فصل ایک ہی نظر میں سامنے آجائے۔

اس کتاب کا نام ''رفیق الوراثت فی شرح السراجی'' رکھتا ہوں۔

اس کتاب کے حوالے سے فضل وکمال کا کوئی دعویٰ نہیں ہے، ہاں جو الفاظ آپ کے لئے اطمنان قلبی کا باعث بنیں وہ صرف اور صرف میرے اساتذہ کرام کے جوڑوں کا صدقہ ہیں اور جہاں پر خطا پائیں اس کو میری کم علمی اور بے مائیگی پر محمول کرتے ہوئے اصلاح کے لئے مطلع فرمادیں۔

یہ کتاب چونکہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے کہ بلکہ ایک عربی کتاب کی شرح ہے، اس لئے اس میں گفتگو کا محور عموماً ''سراجی'' کی عبارات ہی ہیں۔ اوراس میں سراجی کے مسائل کو حل کیا گیا ہے اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء اور مفتیان کرام کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ ایک عام شخص جو کلکولیٹر یا کمپیوٹر چلانا تو جانتا ہے لیکن درس نظامی سے واقف نہیں ہے اگر وہ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے یہ کتاب استعمال کرے گا تو اسے شدید دشواری ہوگی، ایسے لوگوں کے لئے بھی میں نے وراثت کے موضوع پر ایک کتاب پر کام شروع کیا ہوا ہے جس میں کسی مخصوص کتاب کا حل نہیں ہوگا بلکہ محض وراثت کے قواعد اور مشقیں ہونگی تاکہ ایک عام آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھ کر اگر اپنے کسی مرحوم کی جائداد تقسیم

کرنا چاہے تو وہ اس کتاب سے استفادہ کرکے انتہائی آسان طریقے سے اپنے گھر کا مسئلہ گھر ہی میں حل کرلے۔

لیکن اس سے پہلے وراثت کے موضوع پر میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شریفیہ (جوکہ دراصل سراجی کی عربی شرح ہے) کا ترجمہ کررہا ہوں تاکہ درس نظامی کرنے والے وہ طلبہ جو شریفیہ کی مباحث کو سمجھنا چاہیں ان کے لئے بھی آسانی ہو سکے۔

آخر میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گا، حضرت علامہ مولانا مفتی فیض الرسول صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شاہد عطاری لاہوری دامت برکاتہم العالیہ، حضرت علامہ مولانا عارف محمود دامت برکاتہم العالیہ اور عزیزم مولانا محمد اسد عطاری زیدہ مجدہ کا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب پر انتہائی عرق ریزی سے نظر ثانی فرمائی۔ اور بالخصوص محدث کبیر، شارح بخاری حضرت علامہ مولانا الشیخ محمد محی الدین دامت برکاتہم القدسیہ کی شکرگزاری بھی بہت ضروری ہے جنہوں نے اس پوری تحریر کے دوران اپنے انتہائی مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین ﷺ

طالب دعا

محمد شفیق الرحمٰن قادری ابوالعلائی جہانگیری

ہفتہ ۱۹؍ جنوری ۲۰۰۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبة الكتاب

الحمد لله رب العلمين حمد الشاكرين والصلوٰة على خير البرية محمد وآله الطيبين الطاهرين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم

''جس طرح شکرگزار بندوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے ایسی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ درود ہو تمام مخلوقات سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی پاک ومنزہ آل پر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم فرائض (یعنی علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله الحمد الخ

الحمد هو الثناء باللسان على الجميل الاختياری نعمة كان اوغيرها

''(تعظیم کے ارادے سے) کسی اچھے اختیاری کام کی، زبان کے ساتھ تعریف کرنا ''حمد'' کہلاتا ہے خواہ کسی انعام کے بدلے میں ہو یا نہ ہو''

قوله الله الخ

الله علم للذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال المنزه عن النقص والزوال

''اللہ، اس واجب الوجود ذات کا نام ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور نقص وزوال سے پاک ہے''

قوله حمد الشاكرين الخ

یہ ''منصوب بنزع الخافض'' ہے، اصل میں ''کحمدِ الشاکرین'' تھا۔

یہاں پر ''شاکرین'' سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء عظام وغیرہم ہیں۔

سوال

یہاں پر ’’شاکرین‘‘ کا ذکر کیوں ہے، حامدین کا کیوں نہیں؟ یعنی ’’حمدالشاکرین‘‘ کیوں کہا؟ ’’حمدالحامدین‘‘ کیوں نہ کہا؟

جواب

شکر، حمد سے عام ہے۔ کیونکہ ’’حمد‘‘ صرف زبان ہی سے ہوسکتی ہے جبکہ شکر صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل اور جسم کے دیگر اعضاء سے بھی ہوسکتا ہے۔ تو شکر میں چونکہ ’’حمد‘‘ کی بہ نسبت زیادہ عموم تھا، اس لئے مضاف الیہ میں ’’حامدین‘‘ کی بجائے ’’شاکرین‘‘ کو اختیار کیا۔

سوال

جب ’’شکر‘‘ عام ہے تو پھر شروع میں بھی یوں کہا جاتا ’’الشکر بالله‘‘ تا کہ آغاز میں بھی وہی عموم حاصل ہو جاتا۔

جواب

(i) قرآن کریم کی اتباع کرتے ہوئے آغاز ’’الحمد لله‘‘ سے کیا۔

(ii) مورد کے اعتبار سے ’’حمد‘‘ شکر سے عام ہے۔ کیونکہ شکر میں یہ قید ہے کہ وہ کسی انعام کی وجہ سے ہو جبکہ حمد میں یہ پابندی نہیں۔ کتاب کا آغاز ’’حمد‘‘ سے کرنے کے بعد اس کا مضاف الیہ ’’شاکرین‘‘ استعمال کر کے مصنف نے دونوں کا عموم حاصل کیا۔ گویا کہ مصنف علیہ الرحمہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تعریف خواہ، کسی انعام کے عوض ہو یا بغیر عوض، خواہ زبان سے کی جائے یا دل سے یا اپنے کسی عمل کے ذریعے انعام دینے والے کی عظمت کا اظہار کیا جائے ہر نوعیت کی تعریف صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

قولہ الصلوٰۃ الخ

’’صلوٰۃ‘‘ کا لغوی معنی ’’دُعاء‘‘ ہے۔ جب کوئی دعا کرے تو اسکے بارے میں

کہا جاتا ہے "صلیٰ علیہ" یعنی اس نے فلاں شخص کو دعا دی۔ 1

لیکن نسبت کے اعتبار سے اس کے معنیٰ میں تبدیلی بھی آتی ہے۔

(۱) اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ "رحمت" ہوتا ہے۔

(۲) اگر بندوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ "دعائے رحمت" ہوتا ہے۔

(۳) اگر ملائکہ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ "استغفار" ہوتا ہے۔ 2

(۴) اگر چرند پرند کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ "تسبیح" ہوتا ہے۔ (عامہ کتب)

درود پاک کا شرعی حکم

(i) امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود پاک پڑھنا "واجب" ہے۔

(ii) علامہ کمال الدین ابن ہمام (صاحبِ فتح القدیر) کا مذہب یہ ہے کہ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود پاک پڑھنا "فرض" ہے۔

(iii) جب کبھی بھی نبی محترم ﷺ کا ذکر آئے تو پڑھنے اور سننے والے پر درود پڑھنا "واجب" ہے۔

(iv) ایک مجلس میں اگر بار بار ذکرِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ آئے تو سب پڑھنے، سننے والوں پر واجب ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ حضور ﷺ پر درود پاک بھیجیں اور اس سے زیادہ مرتبہ "مستحب" ہے۔ 3

(v) نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پاک پڑھنا "سنت" ہے۔

(vi) غیر نبی پر مستقل طور پر درود پڑھنا "جائز" نہیں، البتہ نبی ﷺ کی اتباع میں غیر نبی پر درود پڑھنا "جائز" ہے یعنی اولاً نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے، بعد میں نبی کے تابع رکھتے ہوئے غیر نبی یعنی صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، آل پاک اور اولیاء و صالحین پر بھی

1۔۔۔۔ تفسیر کبیر، جلد 9، صفحہ 181، سورۂ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ، لاہور، پاکستان۔

2۔۔۔۔ تفسیر مظہری، جلد 7، صفحہ 375، سورۂ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، پاکستان۔

3۔۔۔۔ تفسیر مظہری، جلد 7، صفحہ 375، سورۂ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، پاکستان۔

...درود پڑھ سکتے ہیں۔[1]

قولہ خیر البریۃ الخ

یہ اسم تفضیل ہے جو کہ "**مستعمل باضافت**" ہے۔

قولہ البریۃ الخ

بریۃ "مخلوق" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوا کہ تمام مخلوق میں سے **افضل**۔

قولہ الطیبین الخ

"**طیبین اور طاھرین**" اگرچہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن یہاں کچھ اعتباری فرق ہے۔ وہ یہ کہ

(۱) "**طیبین بالقلب**" اور "**طاھرین بالجوارح**"

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی آل پاک نہ تو دل سے گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہی جوارح یعنی اپنے اعضاء سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(۲) "**طیبین فی الظاھر**" اور "**طاھرین فی الباطن**"

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل ظاہراً بھی پاک ہے باطناً بھی پاک ہے۔

(۳) "**طیبین فی الاقوال**" اور "**طاھرین فی الافعال**"

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل کی گفتگو بھی پاک ہے اور ان کے افعال واعمال بھی پاک ہیں۔

(۴) "**طیبین فی الارواح**" اور "**طاھرین فی الاجساد**"

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل کی ارواح بھی پاک ہیں اور ان کے اجسام بھی پاک ہیں۔

(۵) "**طیبین فی الدنیا**" اور "**طاھرین فی الآخرۃ**"

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل دنیا میں بھی پاک ہے اور آخرت میں بھی پاک۔

---

[1] ......خزائن العرفان، سورۂ احزاب:56

قوله الفرائض الخ

فرائض کا مطلب علم میراث ہے، یہاں پر مراد ''شرعی طور پر مقررہ حصص ہیں''[1]

مصنف علیہ الرحمہ نے تسمیہ کے بعد حمد باری تعالیٰ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر کتاب کا آغاز کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ

اس طرح آغاز کرنے میں قرآن پاک کی اتباع ہے، کیونکہ قرآن کریم کا آغاز بھی بسم اللہ شریف کے بعد اللہ تعالیٰ کی ''حمد'' سے ہوا۔

دوسری وجہ

کسی بھی کام کو شروع کرنے کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کے دو فرمان ہیں۔

(1) کل امر ذی بال لا یبدء فیه بالحمد فهوا قطع[2]

''جو بھی اچھا کام اللہ تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ نامکمل رہتا ہے۔''

(2) کل امر ذی بال لم یبدء ببسم الله فهواقطع[3]

''جو بھی اچھا کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع کیا جائے وہ نامکمل رہ جاتا ہے''

حضرت سجاوندی نے پہلے ''تسمیہ'' کا ذکر کیا اور بعد میں ''حمد'' لائے، تاکہ رسولوں کے سردار نبی احمد مختار ﷺ کے دونوں فرمانوں پر عمل ہو جائے۔

سوال

یہ بات تو ہم مانتے ہیں کہ ''تسمیہ وحمد'' کا تذکرہ، حدیث پر عمل کرنے کے لئے کیا گیا، لیکن اس کے بعد ''صلوٰۃ'' کے الفاظ کیوں استعمال کئے؟

جواب

(i) اس لئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی ''حمد'' ہو وہاں رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ بھی

---

[1] ……فتاوی شامی، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 490، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] ……(i) سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح، صفحہ 137، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

……(ii) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الهدی فی الکلام، صفحہ 317، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[3] ……درمنثور جلد 1 صفحہ 26

ہونا چاہیے۔ جیسا کہ دعا کے آداب کے سلسلہ میں حضرت فضالہ بن عبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے بعد دعا مانگتے دیکھا۔ اس نے اپنی دعا میں نبی اکرم ﷺ پر درود پاک نہیں پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے جلد بازی کی ہے۔ پھر اس کو بلوایا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی مخاطب کر کے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ چکے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور نبی پر درود پاک پڑھے، درود پڑھنے کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔ 1

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے ساتھ رسول پاک ﷺ پر درود پڑھنے کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس لئے مصنف نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد رسولوں کے سردار حبیب پروردگار ﷺ پر درود پاک پڑھا۔

(ii) نیز حدیث پاک میں ہے:

کل امر ذی بال لایبدأ بحمدالله وبالصلوٰة علی فهواقطع ابتر وممحوق من کل برکة

(ii) سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی کتب کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ پر درود پاک بھی ذکر کیا کرتے تھے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے ان کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب کا آغاز بھی اسی انداز سے کیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام پر لفظِ ''خیر البریہ'' کا اطلاق

مصنف علیہ الرحمہ نے درودِ پاک کے ضمن میں پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے لفظِ '' خیر البریہ'' بطورِ صفت استعمال کیا۔ یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔

---

1 (i) جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الدعوات، صفحہ 186 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان پاکستان

(ii) سنن نسائی، جلد 1، کتاب السہو، باب التجید والصلوٰۃ علی النبی ﷺ، صفحہ 189، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان۔

اشکال

”خیر البریه“ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو ”یاخیر البریه“ کہہ کر مخاطب کیا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

ذاك ابراهيم عليه السلام [1]

”خیر البریه“ تو حضرت ابراهیم علیه السلام ہیں۔

جب حدیث سے ثابت ہے کہ ”خیر البریه“ حضرت ابراهیم علیه السلام ہیں، تو پھر مصنف علیه الرحمه نے یہ لفظ نبی پاک صلیٰ الله علیه وسلم کے لئے کیوں استعمال کیا؟

جواب

حقیقتاً ”خیر البریه“ حضور ﷺ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

انا سيد ولد آدم [2]

”میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں“

مصنف علیہ الرحمہ نے یہی حقیقت آشکار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو ”خیر البریه“ کہا۔ لہٰذا مصنف پر کوئی اعتراض نہیں۔

باقی جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ جب ”خیر البریه“ خود نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے تو پھر آپ ﷺ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ”خیر البریه“ کیوں کہا؟

اس کے تین جواب ہیں۔

(1) حضور صلیٰ الله علیه و آله وسلم نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیه السلام کے احترام کی وجہ سے بطورِ عاجزی فرمایا تھا کہ ”خیر البریه“ تو ابراہیم علیه السلام ہیں۔

---

[1] ......(i) الصحیح المسلم، باب من فضائل ابراهیم علیه السلام صفحہ 265، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(ii) جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورة لم یکن، صفحہ 171، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، لاہور، ملتان۔

(iii) سنن ابی داؤد، جلد 2، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیهم السلام، صفحہ 294، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] ......سنن ترمذی، ابواب المناقب، جلد 2 صفحہ 202، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان، لاہور۔

(2) یہ فرمان "ذاك ابـراهيـم عـلـيـه السـلام" حضور ﷺ کو اپنے "خیرالبریہ" ہونے کے علم سے پہلے کا ہے۔

(3) "ذاك ابراهيم عليه السلام" سے مراد حضرت ابراھیم علیہ السلام کا زمانہ ہے یعنی اُس زمانے کے "خیر البریۃ" ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ [1]

فرائض کا لغوی معنی

فرائض جمع ہے "فریضۃ" کی۔ فریضۃ کا معنی "فرض، زکوٰۃ اور مقرر کردہ حصہ" ہے۔

فرائض کا اصطلاحی معنی

هو علم يعتمد على المعرفة الكاملة لنصيب الوارثين المقدرة شرعا سواء كان ذالك فرضا او تعصيبا او ردا [2]

علم فرائض اسی علم کو کہتے ہیں جس سے ورثاء کے شرعی طور پر مقررہ حصص کی کامل طور پر معرفت حاصل ہو۔ خواہ وہ حصہ بطور "فرض" ہو یا "عصبہ" ہو یا بطور "رد"

موضوع

"ترکہ اور میت"

غرض وغایت

ترکہ میت کو میت کے ورثاء میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کرنے کی قدرت حاصل کرنا۔ [3]

---

[1] شرح نواوی علی المسلم، جلد 2، صفحہ 225، آغاز کتاب الفضائل، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[2] المیراث علی المذاهب الاربعة، صفحہ 9، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

[3] ردالمحتار، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 491 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

فضیلت

اس علم کی فضیلت میں بہت احادیث آئی ہیں، ان میں سے درج ذیل حدیث شریف کتاب کے خطبہ میں ذکر کی گئی ہے۔

تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم[1]۔

"علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے"

خطبہ میں یہ حدیث شریف ذکر کرنے کا مقصد

خطبہ کتاب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

(۱) حصول برکت۔

(۲) طالب علم کے لئے "**علم فرائض**" پڑھنے کی ترغیب۔

(۳) معلم کے لئے "**علم فرائض**" پڑھانے کی ترغیب۔

(۴) "براعت استہلال"۔[2]

(۵) اس علم کے نام (فرائض) کی طرف اشارہ۔

علم الفرائض کو "نصف العلم" کہنے کی وجہ

پہلی وجہ

﴿انسانی حالت کا اعتبار﴾

انسان کی دو حالتیں ہیں۔

نمبر 1: حیات۔

نمبر 2: ممات۔

---

[1] (i) سنن ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب فرائض الصلب، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

(ii) جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، صفحہ 30، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، کراچی۔

[2] خطبہ یا مقدمہ کتاب میں ان الفاظ کا ذکر کرنا جو مضمون کتاب کی طرف اشارہ ہوں۔

علمِ فرائض کے علاوہ دیگر جتنے بھی علوم ہیں سب کا تعلق انسان کی ایک حالت (حیات) کے ساتھ ہے جبکہ دوسری حالت (ممات) کے ساتھ فقط علم فرائض ہی متعلق ہے۔ چونکہ فرائض کا تعلق ایک حالت کے ساتھ ہے اور ایک حالت دو حالتوں کا نصف ہے، اس لئے اس کو "نصف العلم" کہا گیا۔

دوسری وجہ

﴿سببِ ملک کا اعتبار﴾

ملکیت کے سبب 2 ہیں۔

نمبر 1: اختیاری۔

نمبر 2: اضطراری۔

"**اختیاری ملکیت**" یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو بن جائے اور نہ چاہے تو نہ بنے۔ جیسے زید نے کوئی چیز خریدی، تو خریدنے سے وہ اس چیز کا مالک بن گیا، اگر وہ مالک نہ بننا چاہتا تو چیز نہ خریدتا، تو وہ چیز اس کی ملکیت میں بھی نہ آتی۔ لہذا خریدنے سے، خریدی ہوئی چیز کی جو ملکیت حاصل ہوئی۔ یہ ملکیت "اختیاری" ہے۔ اسی طرح ہبہ (تحفہ) قبول کرنے اور اجارہ وغیرہ کے ذریعے سے بھی جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ بھی "اختیاری" ہوتی ہے۔

"**اضطراری ملکیت**" یہ ہے کہ انسان مالک بننا نہ بھی چاہتا ہو اس کے باوجود وہ چیز اس کی ملکیت میں آجائے۔ مثلاً باپ کی وفات سے بیٹے کو اس کی جائداد کی جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ "اضطراری" ہے۔ وہ مالک بننا چاہے یا نہ چاہے، ترکہ اس کی ملکیت میں بہرحال آجائے گا اور وہ اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ یہ ملکیت "اضطراری" ہے۔ چنانچہ تمام علوم کا تعلق ملکیت کے "اختیاری سبب" کے ساتھ ہے۔ جبکہ ملکیت کے "اضطراری سبب" کے ساتھ صرف "علم فرائض" متعلق ہے۔ یہاں پر بھی یہی کہیں گے کہ ملکیت کے کل سبب "2" ہیں، اور اس علم (فرائض) کا تعلق ایک سبب کے ساتھ ہے۔ اور ایک، دو کا نصف ہے۔ اس لئے اس علم کو "نصف العلم" کہا جاتا ہے۔

تیسری وجہ

﴿ترغیب﴾

جیسا کہ وضو کے متعلق ارشاد پاک ہے:

الطھور نصف الایمان [1]۔

''طہارت آدھا ایمان ہے''

اس حدیث شریف میں وضو کو ''نصف ایمان'' کہا گیا ہے۔ تو یہ بھی محض ترغیب دلانے کے لئے ہے۔ اسی طرح علم فرائض کو بھی ترغیب دلانے کے لئے ''نصف العلم'' قرار دیا گیا۔

وراثت کے ارکان

وراثت کے 3 ارکان ہیں۔ [2]

(1)......مورث

ھوالشخص الذی مات حقیقة اوحکما وترک مالااوحقایورث عنه

وہ شخص جو حقیقتاً یا حکماً فوت ہو گیا ہو اور مال یا حقوق چھوڑے ہوں جو اس مرنے والے سے منتقل ہو کر وارثوں تک پہنچیں۔

(2)......وارث

ھوالذی یستحق ان یکون خلیفة عن المورث فی ماترک من الاموال والحقوق

وہ شخص جو مورث کے چھوڑے ہوئے مال وحقوق وغیرہ کا خلیفہ بننے کا مستحق ہو۔

---

[1]......جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الدعوات، صفحہ 190، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان/لاہور۔

[2]......(i) ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

......(ii) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، صفحہ 9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

(3)......میراث

هو ما يتركه الميت من الاموال والحقوق التى تورث[1]

"وہ مال یا حقوق جو میت چھوڑ کر مرے جو بطور وراثت وارثوں تک پہنچے"

مثلاً مال ودولت زمین اور ثمن وصول کرنے کے لئے مبیع کو روکنے کا حق اور قرضہ جات کی وصولی کا حق وغیرہ"

وراثت کے اسباب

وراثت کے اسباب 3 ہیں۔[2]

﴿پہلا سبب﴾......قرابت (رشتہ داری)

اس سے مراد "قرابتِ نسبی" (نسبی رشتہ داری) ہے جو کہ ولادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں میت کے اصول (ماں، باپ، دادا پردادا وغیرہ) اور فروع (بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں وغیرہ) شامل ہیں۔

﴿دوسرا سبب﴾......زوجیت (شادی)

اس سے مراد وہ زوجیت ہے جو عقدِ صحیح کے ذریعے حقیقتاً یا حکماً حاصل ہو۔ خواہ خلوتِ صحیحہ ودخول ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اگر میاں بیوی کے درمیان "نکاح" صحیح ہو گیا اور ان میں سے کوئی ایک دخول یا خلوتِ صحیحہ سے قبل فوت ہو گیا تو نکاح صحیح ہو جانے کی وجہ سے دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

نوٹ: جو شرائط، نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک مفقود ہو جائے مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح ہوا ہو اور میاں بیوی میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنے گا۔

---

[1] ......(i) ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔
(ii) الفقه على المذاهب الاربعة، صفحہ 9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

[2] ......(i) الميراث على المذاهب الاربعة، صفحہ 11، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔
(ii) ردالمحتار، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔

جب تک ان میں نکاح برقرار رہے گا تب تک یہ ایک دوسرے کے وارث ہوسکیں گے۔ اس تعلق کی بناء پر جو سلسلہ وراثت شروع ہوتا ہے وہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ تعلق بحال رہتا ہے۔ اگر یہ تعلق ٹوٹ جائے یعنی شوہر طلاق دیدے تو اب عورت کے وارث بننے یا نہ بننے میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ

(i) اگر طلاق ہوئی (خواہ رجعی ہو یا بائن، ایک ہو یا زیادہ) اور عدت بھی گزر گئی تو ان میں سلسلہ وراثت ختم ہو جاتا ہے۔

(ii) اگر عدت نہیں گزری بلکہ ابھی عدت چل رہی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

نمبر:1۔ طلاق رجعی دی تھی۔

نمبر:2۔ طلاق بائن دی تھی۔

اگر طلاق رجعی تھی تو دونوں ایک دوسرے کے وراث ہونگے۔

اور اگر طلاق بائن تھی تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(i) طلاق مرض الموت میں دی۔

(ii) طلاق مرض الموت میں نہیں دی۔

اگر طلاق بائن تھی اور مرض الموت میں دی تھی تو اس طلاق سے عورت جب تک عدت میں ہے اس وقت تک وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔ لیکن اگر اسی صورت میں عورت مرجائے تو شوہر اسکی وراثت سے محروم ہوگا۔

اور اگر مرض الموت میں طلاق نہیں دی تو طلاق دیتے ہی، عدت گزرنے سے پہلے عورت کا اس شوہر سے سلسلہ ازدواج ختم ہوگیا، اگر اسی حالت میں شوہر فوت ہوگیا تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

﴿تیسرا سبب﴾...... ولاء (ملکیت)

اس کی دو قسمیں ہیں۔

(i) ولاء من جهة العتق

(ii)ولاء من جهة الموالاة

ولاء من جهة العتق

هو القرابة الحكمية التى بسببها الاعتاق

اس سے مراد وہ قرابت حکمیہ (حکمی رشتہ داری) ہے جس کے سبب سے کوئی شخص کسی کو آزاد کر سکتا ہے اس ولاء کو **عصوبتِ سببیہ** بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو آزاد کر دے اور وہ آزاد کردہ فوت ہو جائے، وفات کے وقت اس آزاد کردہ کوئی عصبہ (قریبی رشتہ دار) موجود نہ ہو تو اس کا آقا (جس نے اس کو آزاد کیا) اس کا وارث ہوگا۔

ولاء من جهة الموالات

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی **مجہول النسب** [1] شخص کسی **معروف النسب** کو کہے: جب میں مر جاؤں تو تُو میرا وارث ہوگا۔ اور اگر میں کوئی قتل وغیرہ کروں تو اس کا ذمہ دار بھی تو ہوگا۔ یعنی اس کا خون بہا بھی تو دے گا۔ اور دوسرا اس کے جواب میں کہے: مجھے قبول ہے۔ اس قول و قرار کی بناء پر بھی سلسلہ وراثت جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب پہلا شخص مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

وراثت کی شرائط

وراثت کی شرائط 3 ہیں۔ [2]

(1) مورث کا مرنا۔

هو انعدام الحياة فى الانسان بعد تحقق وجودها فيه

کسی انسان میں زندگی کے تحقق کے بعد زندگی کا ختم ہو جانا **"موت"** کہلاتا ہے۔

(2) مورث کی وفات کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔

---

[1] مجہول النسب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کا باپ نا معلوم ہو۔

[2] (i) ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 491 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

(ii) الفقه على المذاهب الاربعة، صفحہ 10، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

(3) کسی مانع ارث کا موجود نہ ہونا، بعض نے تیسری شرط ''جہت قرابت'' اور ''جہت ارث'' کا معلوم ہونا، قرار دیا ہے۔

قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه بلاتبذیر وتقتیر ثم تقضیٰ دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة

ترجمہ

''ہمارے علماء کرام نے فرمایا: میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے (میت کا ترکہ استعمال کرنے میں) اس کی تکفین وتجہیز کی جائے گی (لیکن اس معاملہ میں کسی قسم کی) فضول خرچی (کی جائے گی اور) نہ ہی کنجوسی۔ پھر (متوسط طریقے سے تجہیز وتکفین کے بعد) جو کچھ بچ رہے اس میں سے قرضے وغیرہ ادا کئے جائیں۔ (قرضوں کی ادائیگی کے بعد) پھر جو بچ رہے اس کے ایک تہائی (1/3) میں (اگر ممکن ہو تو) وصیت کو پورا کیا جائے (وصیت کو پورا کرنے کے بعد) پھر جو بچ رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت کے (مقرر کردہ حصص کے) مطابق تقسیم کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ حقوق اربعة الخ

﴿ترکۂ میت سے متعلق چار قسم کے حقوق﴾

انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے ترکہ کے ساتھ چار قسم [1] کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اور ان چار قسم کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی کہ چاروں حقوق ادا کئے جائیں گے اور بالترتیب ادا کئے جائیں گے۔

---

[1] ......شریفیہ، شرح سراجی، صفحہ 3، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان۔

میت کے ترکہ سے متعلق چار قسم کے حقوق

(i)......تجہیز و تکفین ۔
(ii)......قرضہ جات وغیرہ کی ادائیگی ۔
(iii)......نفاذ وصیت ۔
(iv)......ورثہ کے درمیان تقسیم ۔

امور اربعہ کی وجہ حصر

ترکہ میت دو حال سے خالی نہیں کہ اس میں میت کا بھی حصہ ہے یا نہیں، اگر میت کا بھی حصہ ہے تو یہ "تجہیز" ہے اور اگر میت کا حصہ نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ وہ موت سے پہلے کا ثابت ہے یا نہیں، اگر موت سے پہلے کا ثابت ہے تو یہ دَین ۔ اور اگر پہلے کا ثابت نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ اس کا ثبوت میت کی طرف سے ہے یا نہیں، اگر اس کا ثبوت میت کی جانب سے ہے تو یہ وصیت ۔ اور اگر اس کا ثبوت میت کی جانب سے نہیں ہے تو یہ تقسیم بین الورثہ۔

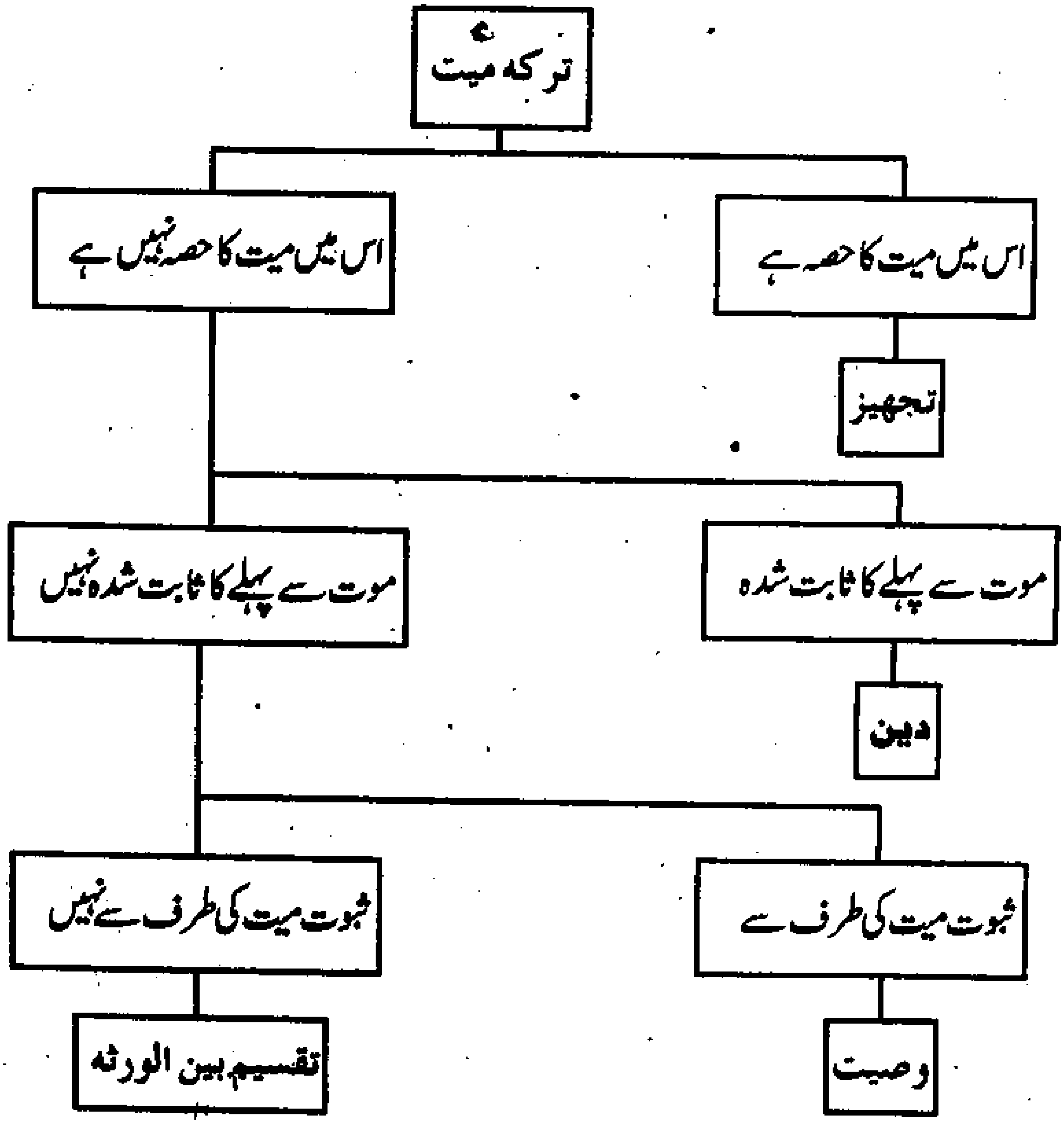
ترکہ میت
اس میں میت کا حصہ ہے
اس میں میت کا حصہ نہیں ہے
تجہیز
موت سے پہلے کا ثابت شدہ
موت سے پہلے کا ثابت شدہ نہیں
دین
ثبوت میت کی طرف سے
ثبوت میت کی طرف سے نہیں
وصیت
تقسیم بین الورثہ

قولہ مرتبۃ الخ

میت کے ترکہ کے ساتھ جو چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں ان میں ترتیب کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے یعنی سب سے پہلے اس کے ترکہ سے تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ تجہیز و تکفین کے بعد جو مال بچ جائے اس سے میت کے ذمہ قرضہ جات کی ادائیگی کی جائے۔ اور قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد اگر مال بچے تو وصیت کا مرحلہ آئے گا۔ اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ورثہ کے درمیان تقسیم کا مرحلہ آئے گا۔

قولہ الاول یبدأ بتکفینہ وتجہیزہ الخ

سب سے پہلا حق "تجہیز و تکفین"

میت کی موت سے لیکر دفن تک جن جن امور کی محتاجی ہوتی ہے وہ امور بجالانا تجہیز کہلاتا ہے۔ میت کا غسل، اس کے کفن کی تیاری، قبر کھدائی، نیز جہاں پر قبرستان دور ہو وہاں میت کو قبرستان تک لے جانے لئے سواری کا خرچہ یہ سب تجہیز و تکفین میں شامل ہے۔

تجہیز و تکفین، قرضوں کی ادائیگی سے پہلے کیوں ضروری ہے؟

"کفن" مرنے کے بعد انسان کا لباس ہوتا ہے۔ زندگی میں اس کے لباس کی اہمیت ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کا مقروض ہو وہ کام کاج کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہو لیکن وہ قرضہ ادا نہ کررہا ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے کپڑے بیچ کر دین (قرضہ) ادا کرے بلکہ اس کے کپڑے، ادائیگی دیون پر مقدم ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کی تجہیز کی جائے گی اور وہ چیز مقدم ہی رکھی جائے گی جو اس کی زندگی میں مقدم تھی۔[1]

اعتراض

"تجہیز" کا معنی جب یہ ہے کہ "موت سے لیکر میت کو دفنانے تک جتنی چیزوں کی ضرورت پڑے ان سب کا اہتمام کرنا" تو تکفین کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

---

[1] شریفیہ شرح سراجی، صفحہ 5، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

کیونکہ تجہیز کے ضمن میں "تکفین" کا تذکرہ ہوگیا ہے۔

جواب

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

(i) یہاں "تعمیم بعد التخصیص" (پہلے خاص کا ذکر کر کے بعد میں عام کو ذکر کرنا) ہے، اس سے اول الذکر کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(ii) تجہیز کے تمام امور میں سے کفن چونکہ واجب تھا اس لئے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ ذکر کر دیا۔

قولہ من غیر تبذیر ولا تقتیر الخ

میت کے لئے تجہیز و تکفین کا اہتمام تو کیا جائے لیکن اس میں تبذیر اور تقتیر کے ارتکاب سے بچنے کے لئے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا تبذیر اور ضرورت سے کم استعمال کرنا تقتیر ہے۔ دونوں ہی سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس میانہ روی میں دو چیزیں بالخصوص ملحوظ خاطر رہنی چاہئیں۔

نمبر: 1۔ قیمت

نمبر: 2۔ عدد

قیمت میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض کریں کہ مرنے والا اپنی زندگی میں پانچ سو روپے کا سوٹ پہنا کرتا تھا۔ اگر اسی قیمت کے کپڑوں میں تکفین کریں گے تو یہ میانہ روی ہوگی۔ لیکن اگر اس سے زیادہ قیمت کا کفن خریدا تو یہ "تبذیر" اور اس سے کم کا خریدا تو یہ "تقتیر" ہے۔

اسی طرح فرض کریں کہ کچھ کپڑے وہ عید کے دنوں میں پہنتا تھا، کچھ دوستوں سے ملاقات کے لئے اور کچھ عام طور پر گھر میں پہنتا تھا۔ تو دوستوں سے ملاقات والے

کپڑوں میں کفن دینا ''میانہ روی'' ہے۔ عید والوں میں کفن دیں گے تو یہ ''تبذیر'' اور گھر میں پہننے والوں میں دیں گے تو یہ ''تقتیر'' ہوگی۔

بعض مشائخ کا موقف

بعض متقدمین بزرگوں کا موقف یہ ہے کہ آدمی کو ایسے کپڑوں میں کفن دیا جائے جو وہ عید اور جمعہ کے دنوں میں پہنتا تھا اور عورت کو ایسے کپڑوں میں، جو پہن کر وہ اپنے میکے جایا کرتی تھی۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں: مرد ہو یا عورت، وہ ''عام طور'' پر جس طرح کے کپڑے پہنتا تھا اسی طرح کے کپڑوں میں کفن دیا جائے۔

عدد میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ''کفن سنت'' پہنایا جائے جو کہ مرد کے لئے ''3'' کپڑے اور عورت کے لئے ''5'' کپڑے ہیں (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

یہ ''تعداد'' میں میانہ روی ہے۔ اگر اس سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیں گے تو ''تبذیر'' اور اس سے کم میں دیں گے تو ''تقتیر'' ہوگی۔

غرماء کا حق

اگر میت کا مال، مستغرق فی الدین ہو یعنی میت کا ترکہ اتنا ہو کہ اس سے دَین ادا نہیں ہوسکتا، تو ایسی صورت میں قرض خواہوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ورثاء کو میت کے لئے کفنِ سنت سے روکنے اور کفن کفایہ پہنانے پر مجبور کرنے کا حق حاصل ہے۔

کفن کی اقسام

کفن کی 3 قسمیں ہیں۔

(i) کفن سنت (ii) کفن کفایہ (iii) کفن ضرورت۔

کفنِ سنت

مرد کے لئے ''کفن سنت'' تین کپڑے ہیں۔

۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔

۲۔ کفنی، گردن سے پاؤں تک کلی اور آستین کے بغیر، اگلی اور پچھلی جانب برابر ہو

۳۔ لفافہ، سر اور پاؤں، دونوں طرف اتنا ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔[1]

۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔

۲۔ کفنی، گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔

نوٹ: مرد وعورت کے لئے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کے لئے قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیری جاتی ہے اور عورت کے لئے سینے کی جانب۔

۳۔ لفافہ، سر اور پاؤں، دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

۴۔ اوڑھنی، جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔

۵۔ سینہ بند، کہ پستان سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔

کفنِ کفایہ

مرد کے لئے دو کپڑے۔[2]

(i)۔ ازار

(ii)۔ لفافہ

عورت کے لئے تین کپڑے۔[3]

(i) کفنی (ii) لفافہ (iii) اوڑھنی یا (i) لفافہ (ii) ازار (iii) اوڑھنی

---

[1] ..... درمختار، جلد3، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] ..... درمختار، جلد3، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[3] ..... درمختار، جلد3، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

کفنِ ضرورت

جب کفن دینے کے لئے تین یا دو کپڑے میسر نہ ہوں تو پھر ایک ہی چادر میں کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی کافی ہے۔[۱] اس کو "کفنِ ضرورت" کہتے ہیں۔ جب تک اس قدر بھی کپڑا میسر ہو میت کے کفن کے لئے کسی سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

افضل کفن

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفنِ سنت افضل ہے۔ اور عکس ہو تو کفنِ کفایت اولیٰ۔ اور اس (کفنِ کفایت) سے کمی بحالتِ اختیار جائز نہیں۔[۲]

نوٹ

میت کے ایصال ثواب کے لئے جو کچھ خرچ کیا جائے اس میں اس بات کا خوب خیال رکھا جائے کہ مال وراثت میں سے خرچ نہ کریں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وارثوں میں کوئی نابالغ بچہ ہو، وہ بچہ نہ تو خود اپنا مال خرچ کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو اس کا مال خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ محفلِ سوئم یا ایصال ثواب کی کسی بھی محفل کے لئے جب اس کے حصہ سے خرچ ہوگا تو یہ ناجائز ہوگا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی وارث وہاں موجود نہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حصہ کو خرچ کرنا بھی ناجائز ہوگا نیز اگر موجود ہو بھی سہی لیکن اس سے اجازت نہ لی گئی ہو تو تب بھی اس کا مال خرچ کرنا ناجائز ہے۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے سوئم، قل خوانی، ساتا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ ایصال ثواب کی دیگر محفلیں بے شک امور مستحبہ ہیں اور باعث اجر وثواب ہیں۔ لیکن ان محفلوں کے نام پر آج کل جو بڑی بڑی دعوتوں کا رواج شروع ہو چکا ہے، محض دکھاوے کی خاطر لذیذ کھانے پکتے

---

[۱]..... درمختار، جلد3، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[۲]..... فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ 100، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان۔

ہیں، بالخصوص میت کے ترکہ میں سے پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، شرکاء محفل یوں تیار ہو کر آتے ہیں جیسے کسی شادی کی محفل میں آئے ہوں، ان پاک و مقدس محافل کا مقصد ایصال ثواب ہی رہنا چاہیے، ان میں بدعات و خرافات کی آمیزش نہیں ہونی چاہیے۔

خصوصی نوٹ

یہ تمام احتیاطیں اس وقت ہیں کہ میت نے وصیت نہ کی ہو اور اگر وصیت کی ہے تو ثلث (1/3) میں اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ مثلاً اس نے کہا کہ میرا کفن اچھا بنانا اور میرے ایصال ثواب کے لئے اتنے روپے فلاں مدرسہ کو دے دینا۔

قولہ ...... ثم تقضیٰ دیونہ الخ

دوسرا حق ''قرضہ جات کی ادائیگی''

دوسرا حق میت کے وہ دیون (واجب الاداء رقوم) ادا کرنا جس کا مخلوق کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کسی شی کے عوض میں مال کا ذمہ میں واجب ہونا ''دَین'' کہلاتا ہے۔ لہذا ٹیکس بھی دَین ہے کیونکہ یہ بھی حفاظت کے منافع حاصل کرنے کے عوض میں دیا جاتا ہے۔ البتہ زکوٰۃ دَین نہیں ہے، کیونکہ یہ اگرچہ ذمہ میں واجب تو ہوتی ہے لیکن کسی شی کے بدل کے طور پر نہیں ہوتی لہذا یہ دَین نہیں۔

قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ کار

دَین دو حال سے خالی نہیں ہوگا کہ کسی ایک شخص کا ہوگا یا افرادِ کثیرہ کا۔ اگر فردِ واحد کا ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ قرضہ اس کے مال میں سے پورا ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ اگر ہو جائے تو فبہا۔ نہیں تو صاحب حق کی مرضی ہے، چاہے تو معاف کر دے ورنہ آخرت کے لئے معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ اور اگر افرادِ کثیرہ کا ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ سب ''اولویۃ'' میں متفرق ہونگے یا متفق۔ اگر متفرق ہوں یعنی کسی کا حق حقیقتاً ثابت ہو (مثلاً بینہ سے ثابت ہے یا زمانہ صحت میں اقرار سے ثابت ہے یا میت

نے مرض میں اقرار کیا تھا اور وہ معاینہ سے ثابت ہو چکا) اور کسی کا حق حکماً ثابت ہو (مثلاً حالت مرض میں اس نے اقرار کیا اور معاینہ سے ثابت نہیں ہوا یعنی اس کے دین کا ثبوت اس کے اقرار پر موقوف ہے) اب جو حق حقیقتاً ثابت ہے وہ مقدم ہوگا یعنی اس کو حکماً ثابت ہونے والے حق سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور اگر سب کے سب لوگ ''اولویت'' میں برابر ہوں مثلاً سب کا حق حقیقتاً ثابت ہو یا تمام کا حق حکماً ثابت ہو تو پھر سب کے درمیان ان کی رقم کے تناسب سے مال تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی جس کی رقم زیادہ ہو اس کو زیادہ دیا جائے گا اور جس کی کم ہو اس کو کم دیا جائے گا۔ مثلاً میت کا ترکہ دو سو روپیہ ہے جبکہ قرض خواہ تین ہیں ایک کا قرضہ دس ہزار روپے ایک کا چھ ہزار اور ایک کا چار ہزار ہے، تو دس ہزار والے کو سو روپیہ، چھ ہزار والے کو ساٹھ روپے اور چار ہزار والے کو چالیس روپے دیئے جائیں گے۔

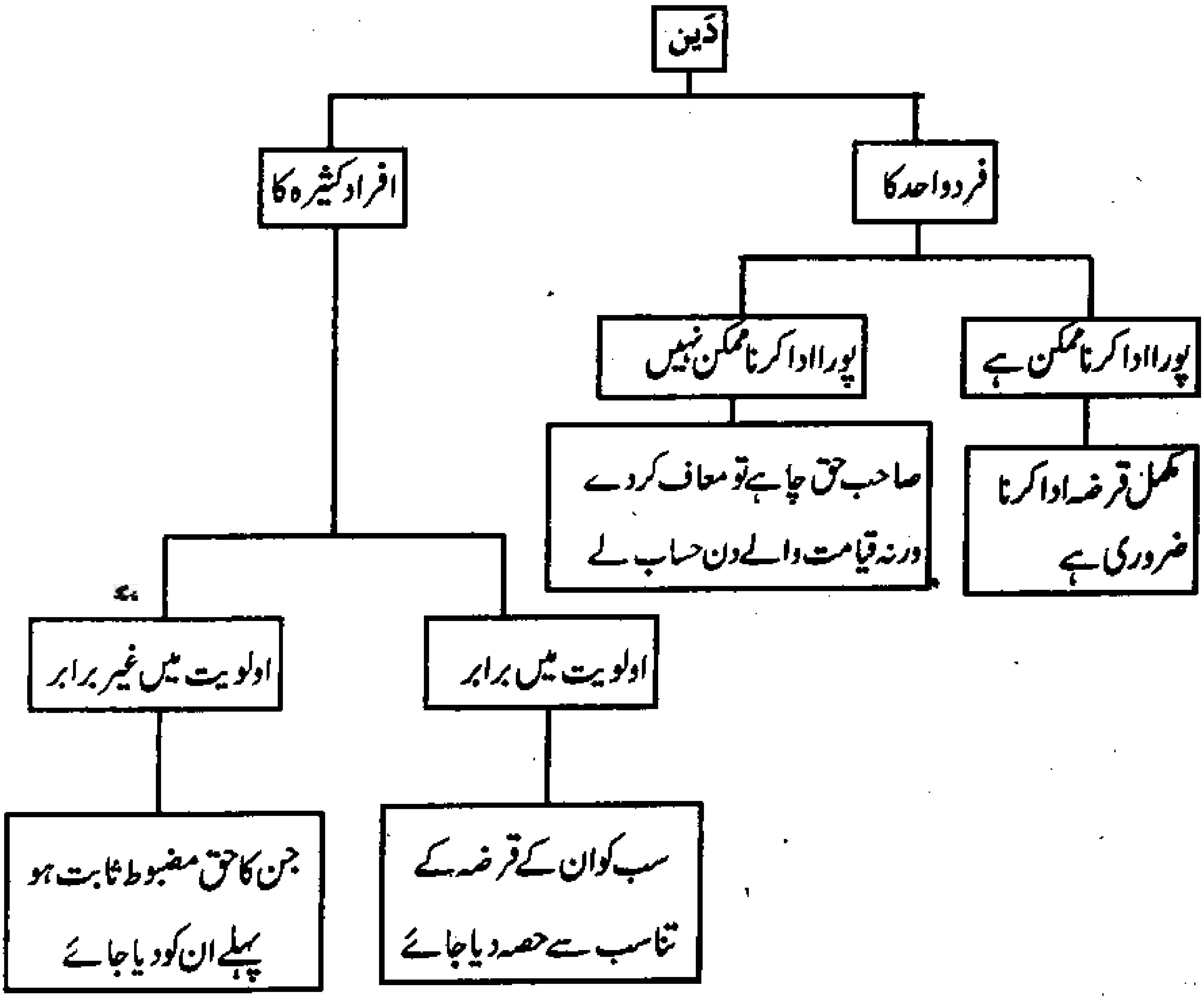
دَین
فرد واحد کا
افراد کثیرہ کا
پورا ادا کرنا ممکن ہے
پورا ادا کرنا ممکن نہیں
مکمل قرضہ ادا کرنا ضروری ہے
صاحب حق چاہے تو معاف کردے ورنہ قیامت والے دن حساب لے
اولویت میں برابر
اولویت میں غیر برابر
سب کو ان کے قرضہ کے تناسب سے حصہ دیا جائے
جن کا حق مضبوط ثابت ہو پہلے ان کو دیا جائے

حقوق اللہ کا حقوق العباد سے تقابل

اگر کسی شخص پر اللہ عزوجل کے حقوق باقی ہوں مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی ہو، کفارہ رہتا ہو یا اس طرح کا کوئی اور واجب من اللہ رہتا ہو تو وہ ہمارے نزدیک مرتے ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کی شرط ''اداء بالنفس'' ہے، جب وہ مر گیا تو شرط ختم ہو گئی، لہذا وہ حقوق ختم ہو گئے۔ نیز اگر کسی پر دو طرح کے حقوق باقی ہوں کچھ حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی یا کفارہ کی ادائیگی) اور کچھ حقوق العباد (مثلاً کسی سے گندم خریدی تھی اس کی قیمت کی ادائیگی ابھی باقی تھی) تو حقوق العباد ادا کئے جائیں گے اور حقوق اللہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔

سوال

اگر کسی شخص نے وصیت کی ہو کہ میرا مال فلاں شخص کو دے دینا تو اس صورت میں یہ ''حق اللہ'' بھی بن جاتا ہے، تو کیا اب بھی ادائیگی دیون ہی مقدم ہو گی؟

جواب

جی ہاں! دین کی ادائیگی نفاذِ وصیت پر مقدم ہی رہے گی، کیونکہ اس نے جس چیز کی وصیت کی ہے وہ کوئی شرعی فرض نہیں ہے بلکہ محض ''تبرع'' ہے جب کہ دَین کی ادائیگی فرض ہے اور فرض، تبرع سے بہر حال اقویٰ ہوتا ہے اس لئے دَین ہی مقدم ہو گا۔

اعتراض

اگر کسی نے نماز، روزہ، حج یا کسی نذر کی وصیت کی ہو، تو اس صورت میں ''دَین'' اور ''وصیت'' برابر ہو گئے، اب آپ کس بنیاد پر دَین کو مقدم کریں گے؟ کیونکہ جس طرح دین کی ادائیگی ضروری ہے اسی طرح نماز کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

جواب

ہم یہ مانتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ فرضیت میں تو برابر ہیں، لیکن ان دونوں

میں ایک فرق بہر حال موجود ہے وہ یہ کہ دَین کی حیثیت ایسی ہے کہ اگر وہ ادا نہ کرے تو قاضی اس کو قید کروا کے ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے، جب کہ ان مذکورہ فرائض میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی ادائیگی کے لئے قاضی اس کو قید کروا کے ادائیگی پر مجبور کر سکے لہذا دَین، وصیت پر بھی مقدم ہے۔

اعتراض

اگر میت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت کی ہو تو اب آپ دَین کو مقدم کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ زکوٰۃ اور دَین میں وہ فرق نہیں ہے جو نماز اور دَین میں تھا، کیونکہ جس طرح دَین کی عدم ادائیگی کی صورت میں قاضی اس کو قید کروا کر ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قاضی اس کو بھی قید کروا کر ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے۔ اب جبکہ وصیتِ زکوٰۃ کی صورت حال بالکل دَین جیسی ہے پھر ''دَین'' کو مقدم اور ''وصیت'' کو مؤخر کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب

وصیتِ زکوٰۃ اگرچہ دَین کی طرح ہے لیکن پھر بھی ان دونوں میں فرق موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر مدیون کے پاس دَین کی جنس پائی جائے تو قاضی اس سے وہ مال جبراً بلا اجازت لے کر بھی دائن کو دے سکتا ہے، جبکہ زکوٰۃ کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جس مال میں زکوٰۃ فرض ہوئی اگرچہ اس کے پاس اس کی جنس موجود ہو پھر بھی قاضی اس کی اجازت کے بغیر وہ مال لے کر زکوٰۃ ادا کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ دَین، وصیتِ زکوٰۃ سے بھی اقویٰ ہے، اسی لئے تو اس کو وصیت پر مقدم کرتے ہیں۔

دیون کی ادائیگی کو زکوٰۃ پر مقدم کرنے کی ایک اور وجہ

یہاں پر ایک عین میں دو حق جمع ہو گئے، ایک ''حق العبد'' اور دوسرا ''حق اللہ عزوجل'' اور قانون یہ ہے کہ جب کسی ایک چیز میں ''حقوق اللہ'' اور

''حقوق العباد'' جمع ہو جائیں اور اس چیز سے دونوں کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو پھر ''حق العبد'' حق اللہ عزوجل پر مقدم ہوتا ہے، کیونکہ بندہ تو محتاج اور حاجتمند ہے اِس کو دَین کی ضرورت ہے جبکہ اللہ عزوجل ہر چیز سے بے نیاز ہے اس کو کسی کے مال کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔

اعتراض

قرآن کریم میں پہلے وصیت کا ذکر ہے جبکہ دَین کا ذکر بعد میں ہے، ارشاد ہے:

من بعد وصية يوصىٰ بها اودين

''میت کی وصیت اور دین نکال کر'' (ترجمہ کنزالایمان)

لہٰذا آپ کو بھی چاہئے تھا کہ ''خیر الکلام'' کی اتباع کرتے ہوئے وصیت کو دَین پر مقدم رکھتے۔

جواب

درج ذیل حدیث شریف کی بناء پر ہم دَین کو وصیت پر مقدم کرتے ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لكم تقرء ون هذه الآية ''من بعد وصية يوصىٰ بها اودين وان رسول الله صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم قضىٰ بالدين قبل الوصية

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول پاک صلیٰ اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نفاذِ وصیت سے قبل دیون وغیرہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے''[1]

---

[1] ......(i) جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 34، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔

......(ii) سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الدین قبل الوصیۃ، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

ادائیگی دیون وصیت پر مقدم ہونے کے سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل باب باندھا ہے جس کے تحت آپ نے فرمایا:

ویذکر ان النبی ﷺ قضی بالدین قبل الوصیۃ[1]

”اور اس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے دیون ادا کئے“

آیت میں وصیت کا ذکر ”دین“ سے پہلے کرنے کی حکمت

اصلاً دَین ہی مقدم ہے، مذکورہ آیت میں وصیت کو دَین سے پہلے ذکر کرنے میں خاص حکمتیں ہوسکتی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(i) پیچھے وراثت کا تذکرہ چل رہا تھا اس کے ساتھ ہی وصیت کو بھی ذکر کر دیا اس لئے کہ وصیت میراث کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے اس طرح کہ ”میراث“ بلاعوض ملتی ہے اسی طرح ”وصیت“ میں بھی جو کچھ ملتا ہے وہ بلاعوض ملتا ہے، جبکہ ”دَین“ مال کے عوض ملتا ہے، چونکہ ”وصیت“ کو میراث کے ساتھ مشابہت حاصل تھی، اس لئے اس کو میراث کے ساتھ ذکر کر دیا۔

(ii) دین کا مطالبہ کرنے والے موجود ہوتے ہیں وہ خود ہی ادائیگی کے لئے مطالبات کرتے رہتے ہیں، جس کی بناء پر ورثاء بھی ادا کرنے کے لئے بآسانی تیار ہوجاتے ہیں۔ بخلاف وصیت کے کہ اس میں تو مفت میں کسی کو مال دیا جاتا ہے اور اس کا مطالبہ بھی اس قدر سختی سے نہیں ہوتا جس قدر سختی سے قرض وغیرہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء سستی کریں۔ اس لئے وصیت کی ادائیگی کی ترغیب دلانے اور اس پر ابھارنے کے لئے ”وصیت“ کو ”دَین“ سے پہلے ذکر کیا ورنہ مرتبہ تو دَین کا ہی مقدم ہے۔

(iii) وصیت کو وراثت کے ساتھ ذکر کرکے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح دَین کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح وصیت کو پورا کرنا بھی

---

[1] ...... بخاری شریف، جلد 1، صفحہ 384، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

واجب ہے اسی لئے تو دونوں کے درمیان لفظ ''او'' استعمال کیا جو کہ مماثلت پر دلالت کرتا ہے۔

(iv) دَین کسی نہ کسی چیز کے عوض میں ہوتا ہے اس لئے ان کی ادائیگی میں ورثاء کو زیادہ تامل نہیں ہوتا لیکن وصیت تو چونکہ ہے ہی بلا عوض، ہوسکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء کوئی پس و پیش کریں اس لئے وصیت کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کو آیت میں مقدم کیا۔

قولہ ......ثم تنفذ وصایاہ الخ

تیسرا حق ''نفاذِ وصیت''

وصیت کی تعریف

بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے [1]

وصیت کی شرائط

(i) موصِی (وصیت کرنے والا) تبرع کا اہل ہو۔

(ii) موصیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) مباح ہو۔

(iii) وصیت کے بعد موصی کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً کسی قسم کا رجوع عن الوصیت ثابت نہ ہو۔

(iv) موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی جارہی ہے) موصی کی موت کے وقت زندہ ہو۔

(v) موصیٰ لہ، قاتلِ موصِی نہ ہو۔

(vi) موصیٰ لہٗ، موصِی کا وارث نہ ہو۔ ہاں اگر موجود ورثاء اس کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

(viii) موصیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) قابل تملیک ہو، لہذا نا قابل

---

[1] تبیین الحقائق جلد 7، صفحہ 375 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

تملیک چیز کی وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً کسی نے یہ وصیت کی مجھے فلاں مکان پر شفعہ دائر کرنے کا جو حق تھا اسے میں تیرے لئے وصیت کرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد تم اس پر شفعہ دائر کر لینا، یہ وصیت درست نہیں، کیونکہ اس نے اپنے حق شفعہ کو موصیٰ بہ بنایا اور یہ (حق شفعہ) ناقابل تملیک ہے، اس لئے یہ وصیت درست نہیں ہے۔

(ix) اس کے ذمہ اتنا قرضہ نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ بچے۔

وصیت کی مشروعیت

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین [1]

''میت کی وصیت اور دین نکال کر'' (ترجمہ کنزالایمان)

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث اموالکم زیادۃ فی اعمالکم [2]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر موت کے وقت اپنے مال میں سے ثلث کی وصیت کرنے کا حکم دیا ہے، یہ وصیت تمہارے لئے اعمال میں اضافے کا باعث ہوگی۔

مال وصیت کو استعمال کرنے کا طریقہ

اگر کسی نے وصیت کی ہو تو ادائیگیٔ دیون کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے ایک تہائی (1/3) تک وصیت پورا کرنے میں لگائیں۔ مثلاً کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد پانچ ہزار روپیہ میرے فلاں دوست کو دے دینا یا میری نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا کر دینا، تو ورثاء پر لازم ہے کہ ایک تہائی میں جتنا ہو سکے میت کے اس دوست کو دیں یا اس کی نمازوں یا روزوں کا فدیہ دیں۔

---

[1] .....سورۃ النساء، 11

[2] .....سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، الوصیۃ بالثلث، صفحہ 198، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

اور زہے نصیب کہ کوئی وارث اپنے ذاتی مال سے اس کا فدیہ ادا کردے تو ان شاء اللہ بارگاہ الٰہی سے قبولیت کی امید ہے۔

نوٹ

یہاں یہ بات یاد رہے کہ وصیت پورا کرنے میں ایک تہائی (1/3) سے زیادہ مال نہیں لگائیں گے۔ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت باطل ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ کل مال کا ایک تہائی (1/3) نہیں، بلکہ قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد جو بچ جائے اس کے ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی۔

وصیت کا شرعی حکم

پہلے وصیت واجب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كتب عليكم اذاحضراحدكم الموت ان ترك خيرالوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقا علىٰ المتقين

”تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر“[1] (ترجمہ: کنزالایمان)

اسی آیت کے تحت حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی، جب میراث کے احکام نازل ہوئے منسوخ کی گئی، اب غیر وارث کے لئے تہائی سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ وارث محتاج نہ ہوں یا ترکہ ملنے پر محتاج نہ رہیں، ورنہ ترکہ، وصیت سے افضل ہے۔[2]

---

[1] ......البقرہ: 180

[2] ......خزائن العرفان

وصیت کے احکام کے متعلق وجہ حصر

وصیت دو حال سے خالی نہ ہوگی کہ وارث کے لئے ہے یا اجنبی کے لئے، اگر وارث کے لئے ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں، اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی ہے تو وصیت جائز اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو جائز نہیں اور اگر وصیت کسی اجنبی کے لئے ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ثلث مال سے زیادہ کی ہے یا کم، کی اگر ”ثلث مال“ یا ”کم“ کی ہے تو مطلقاً جائز ہے اور اگر زیادہ کی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہے اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو ثلث سے زائد میں وصیت باطل ہے۔

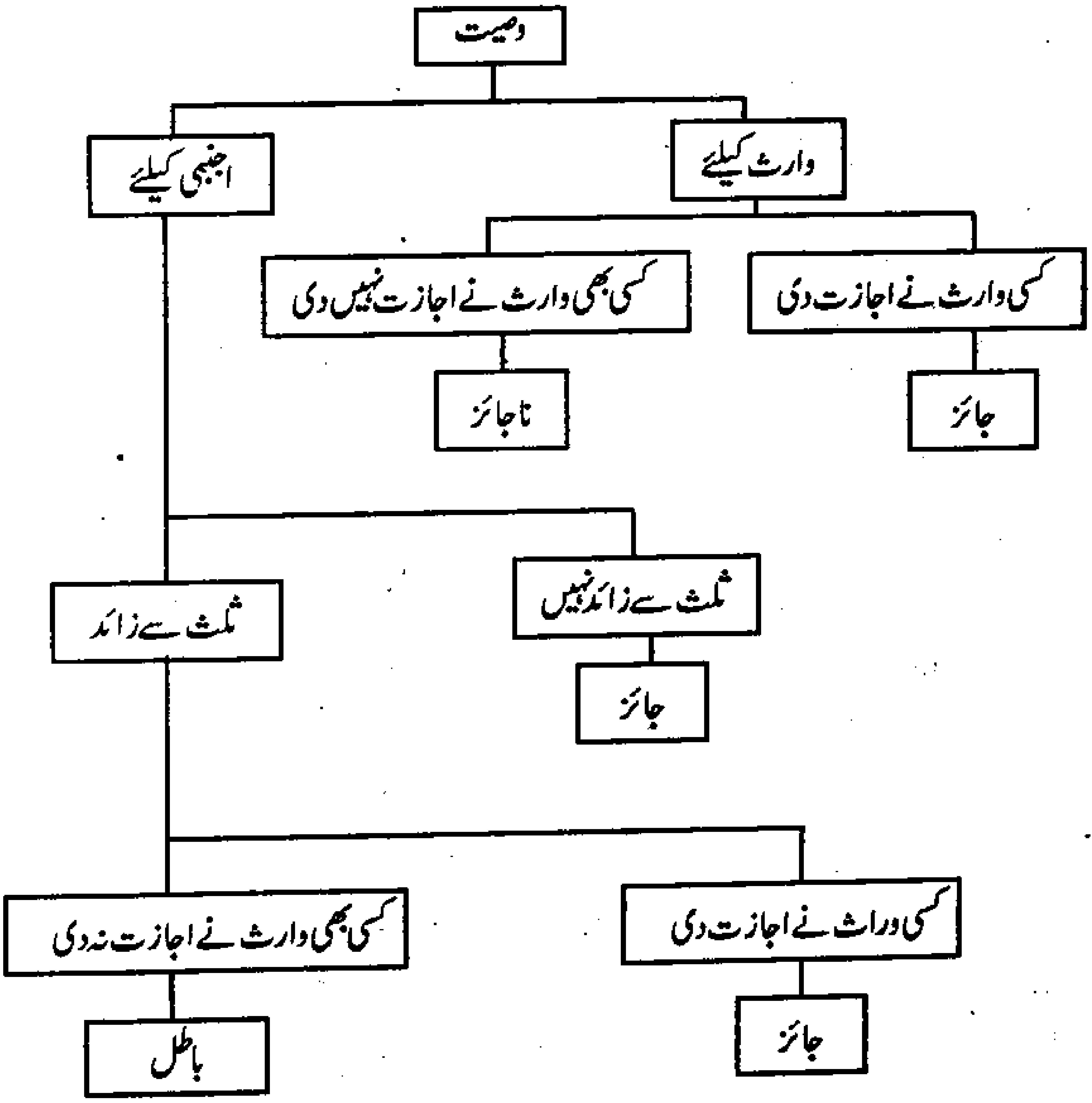
وصیت
وارث کیلئے
اجنبی کیلئے
کسی وارث نے اجازت دی
کسی بھی وارث نے اجازت نہیں دی
جائز
ناجائز
ثلث سے زائد نہیں
ثلث سے زائد
جائز
کسی ورات نے اجازت دی
کسی بھی وارث نے اجازت نہ دی
جائز
باطل

سوال

اگر ورثاء میں سے صرف ایک اجازت دے تو وارث اور اجنبی دونوں کے حق میں وصیت کا نفاذ ناجائز ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں دوسروں کی حق تلفی ہے کہ جنہوں نے اجازت نہیں دی ان کی ملکیت میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کیا جارہا ہے۔

جواب

وصیت درست ہے۔ ہم نے یہ کب کہا کہ دیگر ورثاء کے حصوں سے بھی ادئیگی ہوگی، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ادائیگی صرف اسی وارث کے حصہ سے کی جائے گی جس نے اجازت دی ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ "موصیٰ لہ" کو اس اجازت دینے والے کے حصہ میں سے پوری وصیت کی ادائیگی نہیں کی جائیگی بلکہ ادائیگی کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ پہلے وہ وصیت تمام ورثہ پر ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کردی جائے گی، اب جتنا حصہ اس اجازت دینے والے کے حق میں آئے گا صرف اُتنا حصہ اس سے لے کر "موصیٰ لہ" کو دیا جائے گا۔

قولہ ...... ثم یقسم الباقی الخ

﴿چوتھا حق "تقسیم بین الورثاء"﴾

تجہیز و تکفین، ادائیگی دیون اور نفاذ وصیت کے بعد جو مال بچ رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ، سنت اور اجماع سے ثابت شدہ حق وراثت کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔

نوٹ

تقسیم بین الورثہ چوتھے نمبر پر اس صورت میں ہے کہ سابقہ تینوں حقوق پائے جاتے ہوں اگر میت کی طرف سے کوئی وصیت نہ تھی تو اب تقسیم بین الورثاء "تیسرا حق" ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا دین تھا تو اب تقسیم بین الورثاء "دوسرا حق" ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی، نہ دین اور نہ ہی تجہیز و تکفین ہوئی مثلاً وہ ڈوب کر مرا تھا، تو اب تقسیم بین الورثاء "پہلا حق ہوگا اور اور ترکہ کا آغاز تقسیم سے کیا جائے گا۔ اس لئے کہ کسی بھی حق کو جو

پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا کہا گیا ہے وہ اپنے سے سابقہ حق کے پائے جانے کے اعتبار سے ہے۔ لہذا جہاں حقوق متقدمہ پائے جائیں گے وہاں تقسیم بین الورثاء ''حق رابع'' ہوگا۔

وارث کی تعریف

وہ شخص جو ایسے شخص کے مرجانے کے بعد باقی رہا جس سے اس باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو ''وارث'' کہلاتا ہے۔

ثبوتِ وراثت کے ماخذ

ثبوت وراثت کے ماخذ تین ہیں۔

پہلا ماخذ کتاب اللہ

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت، کتاب اللہ سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکۂ میت کی تقسیم قرآن کریم کے بیان کردہ احکام کے مطابق کی جائے گی۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، شوہر، بیوی، بھائی اور بہن کہ ان کا حقِ وراثت، قرآن کریم سے ثابت ہے۔

دوسرا ماخذ سنت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت، حدیث سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکۂ میت کی تقسیم حدیث شریف کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق کی جائے، مثلاً آقائے دوعالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو والدہ کے ساتھ لاحق فرما کر اس کے لئے چھٹا حصہ (1/6) مقرر فرمایا اور لڑکیوں کے ساتھ ساتھ سگی بہنوں کے لئے بھی حصہ مقرر فرمایا او نانی کا حصہ بھی مقرر فرمایا۔

تیسرا ماخذ اجماع امت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت اجماع سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکہ میت، اجماع سے ثابت شدہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا مثلاً پوتوں اور پوتیوں کا حق

اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ جن لوگوں کا حق ان مذکورہ تین طرق میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ ترکہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

فیبدأ باصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب الله تعالیٰ ثم یبدأ بالعصبات من جهة النسب والعصبة مطلقا کل من یاخذ من الترکة مابقته اصحاب الفرائض وعند الأنفراد یحرز جمیع المال ثم یبدأ بالعصبة من جهة السبب وهو مولیٰ العتاقة ثم عصبة ثم الرد علیٰ ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقهم ثم ذوی الارحام ثم مولیٰ الموالاة ثم المقر له بالنسب علی الغیر بحیث لم یثبت نسبه باقرار من ذالك الغیر اذا مات المقر علیٰ اقراره ثم الموصیٰ له بجمیع ماله ثم بیت المال

ترجمہ

"اصحابِ فرائض سے تقسیم شروع کی جائے گی۔ اور (اصحاب فرائض) ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر ہیں۔ پھر ان عصبات (کو حصہ دیا جائے گا) جو نسب کی جہت سے ہوں اور عصبہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اصحابِ فرائض سے بچا ہوا مال لے، اور تنہا ہونے کی صورت میں سارا مال لے۔ پھر اس عصبہ کو (حصہ دیا جائے گا) جو سبب کی جہت سے ہو اور وہ مولیٰ العتاقہ ہے۔ پھر اسی ترتیب پر اس کے عصبہ (کو حصہ دینا) شروع کریں۔ پھر ذوی الفروض النسبیہ (پر) ان کے حقوق کے مطابق رد کریں گے پھر ذوی الارحام (کو) پھر مولیٰ الموالات (کو) اس کے بعد اس شخص (کو دیں گے) جس کے لئے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو اس طرح کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی بنیاد پر اس کے غیر سے ثابت نہ ہوتا ہو جبکہ وہ اپنے اقرار پر قائم رہتے ہوئے مرجائے۔ پھر اس شخص کو (حصہ دیں گے) جس کے لئے میت نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔ پھر (اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہ ہو تو) بیت المال (میں جمع کروادیا جائے گا)"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ......فیبدأ باصحاب الفرائض الخ

ترکۂ میت کے مستحقین

میت کے ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10 ہے۔ جوکہ بالترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱)......اصحاب فرائض

(۲)......عصبہ نسبیہ

(۳)......عصبہ سببیہ

(۴)......عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات

(۵)......رد علیٰ ذوی ا لفروض النسبیہ

(۶)......ذوی الارحام

(۷)......مولیٰ الموالات

(۸)......مقر لہ بالنسب علیٰ الغیر

(۹)......موصیٰ لہ بجمیع مالہ

(۱۰)...... بیت المال

1۔ اصحاب فرائض

یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصص قران، سنت اور اجماع سے مقرر اور متعین ہیں۔

اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم کرنے کی وجہ

پہلی وجہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی ﷺ قال الحقوالفرائض باھلھافمابقی فھولاولیٰ رجل ذکر[1]

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرائض ان کے اہل (یعنی اہل فرائض) کو دو۔ اگر (اہل فرائض کو ان کے حصے ادا کردینے کے بعد) کچھ بچ رہے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو''

دوسری وجہ

ان کے حصص قران کریم میں جہاں بیان کئے گئے ہیں وہاں کسی دوسرے وارث کا تذکرہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اوّلاً ان کے حصص ادا ہوجائیں، ان کو دینے کے بعد جو بچ رہے وہ دوسروں میں تقسیم کیا جائے۔ اگر اہل فرائض کے درجہ میں کوئی اور وارث بھی ہوتا تو مقام بیان میں ان کا بھی تذکرہ کیا جاتا۔

تیسری وجہ

اگر اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم نہ کرتے بلکہ عصبات کو مقدم کردیتے تو ''اصحاب فرائض'' ترکہ سے محروم رہ جاتے۔ کیونکہ جب عصبات، مقدم ہونگے تو وہ منفرد ہونگے اور عصبہ جب منفرد ہوتا ہے تو سارا مال لیتا ہے، تو اصحاب فرائض کو مقدم نہ کرنے کی صورت میں عصبات، سارا مال لے جائیں گے اور اصحاب فرائض محروم رہ جائیں گے اور اصحاب فرائض کا محروم رہنا باطل ہے۔

---

[1] ...... الصحیح البخاری، جلد 2، کتاب الفرائض، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

قولہ ......ثم یبدأ بالعصبات الخ

2۔ عصبات نسبیہ

ہر وہ وارث جو اصحاب فرائض سے بچ جانے والا مال لے اور اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے۔

اعتراض

تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کہ یہ تو اصحاب فرائض پر بھی صادق آرہی ہے کیونکہ "اصحاب فرائض" بھی جمیع مال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ عصبات نہیں ہوتے جیسا کہ کسی میت کے عصبات نہ ہوں تو سارا مال اصحاب فرائض ہی لیں گے۔

جواب

عصبہ کی تعریف میں ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ "اصحاب فرائض" سے بچ جانے والا سارا مال "ایک ہی جہت" سے لیں۔ اب اعتراض جاتا رہا، اس لئے کہ "اصحاب فرائض" سارا مال "ایک ہی جہت" سے نہیں لیتے بلکہ کچھ مال تو اصحاب فرائض ہونے کی وجہ سے لیتے ہیں اور بقیہ مال "ردعلی ذوی الفروض" کی بناء پر لیتے ہیں۔ لہٰذا تعریف جامع اور مانع ہے۔

قولہ ...... ثم بالعصبة من جهة السبب الخ

(۳) عصبات سببیہ

یہ "مولیٰ العتاقہ" ہے (یعنی کسی غلام کو آزاد کرنے والا) اس کو "عصبہ سببی" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عصوبت، قرابت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ آزاد کرنے کے "سبب" سے حاصل ہوتی ہے۔ اس ولاء کو "ولاء العتاقہ" اور "ولاء النعمة" بھی کہتے ہیں۔ اگر میت کا کوئی "عصبہ نسبی" نہ ہو، تب اس کو وراثت دی جاتی ہے ورنہ عصباتِ نسبیہ کے ہوتے ہوئے اس کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی شخص نے اپنا غلام یا کوئی باندی آزاد کی، آزاد ہونے کے بعد وہ باندی یا غلام مرگیا اور اس کا کوئی ''نسبی عصبہ'' بھی نہیں ہے کہ اصحاب فرائض سے بچ جانے والا یا اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے تو ایسی صورت میں وہ آزاد کرنے والا اس کا عصبہ سببی ہونے کی وجہ سے سارا مال حاصل کرلے گا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام کو آزاد کیا اس کے بعد وہ غلام مرگیا، غلام کی ایک بیٹی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کا آدھا مال اس کی بیٹی کو اور بقیہ آدھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو دلوایا۔ [1]

دیکھئے! یہاں پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو ان کے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا حصہ صرف اسی لئے ملا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کیا تھا۔ اسی کو ''مولی العتاقه'' کہتے ہیں۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما الولاء لمن اعتق

''ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے''[2]

قولہ……ثم عصبته الخ

4۔ عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات

اگر عصبہ سببی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اس عصبہ سببی کے مذکر عصبات وارث ہونگے۔ لیکن یہاں پر ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ'' عصبہ سببی'' کے تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ''مذکر عصبات'' وارث ہونگے۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لیس للنساء الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن

'' عورت کو (کسی کی) ولاء کا حق حاصل نہیں ہوگا البتہ جسے عورت نے آزاد کیا ہو، یا اس کے آزاد کردہ غلام نے جس کو آزاد کیا ہو''[3]

---

[1] ……سنن ابن ماجه، کتاب الفرائض، باب میراث الولاء، صفحہ 201، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[2] ……الصحیح البخاری، جلد 2، کتاب الفرائض، باب الولاء لمن اعتق، صفحہ 999، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[3] ……سنن دارمی، حدیث نمبر 3014۔

اس کی صورت یوں ہوگی کہ زید کا ایک بیٹا (حسن)، ایک بیٹی فاطمہ اور ایک غلام ہے۔ غلام کو اس نے آزاد کر دیا اور غلام آزاد کرنے کے بعد زید خود مر گیا، اس کے بعد وہ غلام مر گیا اور اس غلام کا کوئی ''نسبی عصبہ'' موجود نہیں ہے، اب اس کا مال اس کے ''سببی عصبہ'' (اس کے سابقہ آقا زید) کے مذکر عصبہ (حسن) کو ملے گا۔ جبکہ مرحوم آقا (زید) کی بیٹی (فاطمہ) کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

قولہ......ثم الرد علیٰ ذوی الفروض الخ

5۔ ذوی الفروض کو دوبارہ ادائیگی

اگر ذوی الفروض کے علاوہ کوئی دوسرا وارث یعنی نسبی یا سببی عصبہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ترکہ دوبارہ اصحاب فرائض میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا مثلاً دو ذوی الفروض کو ترکہ میں سے جو حصہ ملا ان میں نسبت 2 اور 1 کی تھی تو اب بچ جانے والا ترکہ بھی ان دونوں کے مابین 2 اور 1 کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا (تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

ذوی الفروض نسبی

نسبی اعتبار سے ''ذوی الفروض'' دس قسم کے رشتہ دار ہیں

(i) باپ (ii) دادا (iii) اخیافی بھائی (iv) بیٹی (v) پوتی
(vi) سگی بہن (vii) علاتی بہن (viii) اخیافی بہن (ix) ماں (x) دادی۔

نوٹ: ذوی الفروض کے ساتھ ''نسبی'' کی قید لگانے سے ''سببی ذوی الفروض یعنی میاں بیوی'' خارج ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ ذوی الفروض تو ہیں لیکن ''نسبی'' نہیں بلکہ ''سببی'' ہیں۔ دوبارہ تقسیم میں ان کو حصہ نہیں ملے گا۔

سوال:

دوبارہ تقسیم میں ''زوجین'' کو حصہ سے محروم کیوں کیا گیا؟

جواب

قیاس کے مطابق تو یہ وراثت کے حقدار ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا میت کے نسب سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا، بلکہ ان کا استحقاق تو محض کتاب وسنت کے حکم کے باعث ہے۔ اوراصول یہ ہے کہ خلاف قیاس حکم صرف وہیں تک محدود رہتا ہے جہاں تک اصل نص میں بیان کیا گیا ہو۔ پہلی تقسیم میں ان کا استحقاق کتاب وسنت سے ثابت ہونے کی بنیاد پر دے دیا گیا لیکن چونکہ یہ حکم خلاف قیاس تھا اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے دوبارہ تقسیم میں ان کے مستحق وراثت ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ جبکہ دوسرے اصحاب فرائض کا مستحق وراثت ہونا چونکہ موافق قیاس ہے، اس لئے دوسری تقسیم میں ان کو دوبارہ حصہ دیا گیا۔

قولہ...... ثم ذوی الارحام الخ

6۔ذوی الارحام

وہ لوگ جن کو میت کے ساتھ قرابت حاصل ہو اور وہ عصبہ نہ ہوں اور نہ ہی ذوسہم ہوں ''ذوی الارحام'' کہلاتے ہیں۔

سوال

اصحاب فرائض کو ''ذوی الارحام'' سے مقدم کیوں کیا؟

جواب

اس لئے کہ ''ذوی الفروض'' سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار، ذوی الارحام کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

قولہ...... ثم مولیٰ الموالاۃ الخ

7۔مولیٰ الموالاۃ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مجہول النسب شخص کسی دوسرے (معلوم النسب) شخص سے یہ کہے: تو میرا مولیٰ ہے، میرے مرنے کے بعد تو میرا وارث ہوگا اور

اگر میں کوئی جنایت کروں تو تُو میری طرف سے دیت ادا کرے گا، وہ شخص قبول کر لے، تو یہ قبول کرنے والا (معلوم النسب) دوسرے (مجہول النسب) کا وارث ہوگا۔ اور اگر یہ مجہول النسب شخص کوئی جرم کرے تو اس کا تاوان بھی اُس (معلوم النسب) کے ذمہ ہوگا۔

اور اگر جس سے عقد کیا گیا وہ بھی مجہول النسب ہے اور وہ بھی اس سے اسی طرح عقد کرے اور یہ اس کو قبول کر لے تو دونوں ہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے ان میں سے کوئی بھی جنایت کرے تو دوسرا اس کا تاوان دے گا اور ان میں سے کوئی بھی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مولیٰ الموالاۃ کے لئے یہ شرط ہے کہ جو عقد کر رہا ہے وہ پہلے اس مولیٰ الموالاۃ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکا ہو پھر اس کے ساتھ ''عقد موالاۃ'' کرے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس سے عقد موالاۃ کیا جا رہا ہے اس کے ہاتھ پر اسلام لانا ضروری نہیں ہے بلکہ کسی کے بھی ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو ''عقد موالاۃ'' صحیح ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''ولاء الموالاۃ'' باطل ہے، ولاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے جس کو ''ولاء العتاقہ'' کہتے ہیں۔ امام شعبی کا بھی یہی مؤقف ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔[1]

احناف کا مسلک

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ ''ولاء الموالاۃ'' جائز ہے[2] اس مؤقف پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اشعث بن سوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ایک شخص اسلام لایا پھر اس نے آپ کے ساتھ عقدِ موالاۃ

---

[1] المبسوط، جلد 30، صفحہ 51 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

کیا پھر مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا، حضرت اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وراثت کے متعلق جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کی وراثت تیرے لئے ہے اگر تو نہیں لے گا تو پھر بیت المال میں رکھی جائے گی۔

مسئلہ:

کسی کو اس طرح اپنا وارث بنانے والا اپنے اس قول سے رجوع بھی کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے کوئی جنایت کی اور دوسرے نے اس کا تاوان دے دیا اب یہ اپنے قول سے پھرنا چاہے اور اس کو وراثت سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

ولاء الموالاۃ کی شرط

مولیٰ الموالاۃ کو وراثت اس وقت ملے گی جب

(i) عقد موالاۃ میں میراث اور عاقلہ دونوں کی شرط ہو۔ کیونکہ دونوں کی شرط موجود ہوگی تو ایک (عقد موالاۃ قبول کرنے والا)، دوسرے (عقد موالاۃ کرنے والے) کا وارث اور عاقلہ (تاوان کا کفیل) ہو سکے گا۔

(ii) موالاۃ کرنے والے کا کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔

(iii) نومسلم جو عقد ''موالاۃ'' کرنا چاہتا ہے وہ اہل عرب میں سے نہ ہو۔

ذوی الارحام کو ''مولیٰ الموالاۃ'' پر مقدم کرنے کی وجہ

ذوی الارحام کو میت کے ساتھ جو قرب حاصل ہوتا ہے، مولیٰ الموالاۃ کو وہ قرب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ''ذوی الارحام'' اس کے سگے اور فطری رشتہ دار ہوتے ہیں جبکہ ''مولی الموالاۃ'' کے ساتھ اس کی رشتہ داری صرف زبانی کلامی ہے۔

قولہ...... ثم المقرلہ بالنسب الخ

8۔ مقر لہ بالنسب علیٰ الغیر

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے کسی غیر کے ساتھ ثبوت نسب کا

معتبر اقرار کیا ہو۔ اس حیثیت سے کہ اس کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوا ہو۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ زید نے عمرو (جو کہ **مجهول النسب** ہو، جس کی عمر تقریباً اتنی ہو کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہوسکتا ہو) سے کہا ہو کہ تو میرا بھائی ہے۔ اس کا اقرار دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ عمرو، میرے باپ کا بیٹا ہے۔ جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہو کہ واقعی زید کا باپ اس کا باپ ہے بلکہ یہ ثبوتِ نسب صرف زید کے اقرار پر ہی موقوف ہو۔

جس شخص کے بارے میں میت نے اقرار کیا اس کو "**مقر له بالنسب علیٰ الغیر**" کہتے ہیں۔ اس کو وراثت تب ملے گی جب میت کے ورثاء میں "**مولیٰ الموالاة**" بھی نہ ہوں۔ اقرار کرنے والا مذکورہ مثال میں زید "**مقِر**" ہے، عمر "**مقر له**" ہے اور زید کا باپ "**مقر علیه**" ہے۔

مقرله بالنسب علیٰ الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط

(۱) جو اقرارِ نسب، میت نے کیا ہے وہ شرعاً معتبر بھی ہو۔ لہذا اگر ایسا اقرار کیا گیا جو معتبر ہی نہ ہو مثلاً کسی "**معروف النسب**" شخص کے بارے میں اقرار کیا یا ایسے "**مجهول النسب**" کے بارے میں اقرار کیا جو عمر میں اس میت کے باپ سے بڑا ہے یا برابر ہے تو اس سے اس کا "**مقر له بالنسب علیٰ الغیر**" ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس اقرار کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

(۲) جس نسب کا میت نے اقرار کیا ہو وہ غیر کی طرف رجوع کرتا ہو۔ لہذا اگر ایسا اقرار کیا جو اس کے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ خود اس میت کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے میت نے کسی "**مجهولُ النسب**" شخص (جو اتنی عمر کا ہے کہ اس کا بیٹا ہوسکتا ہے) کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس اقرار سے اس کا "**مقر له بالنسب علیٰ الغیر**" ہونا ثابت نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں وہ حقیقی بیٹا قرار پائے گا اور بیٹوں کی طرح وراثت پائے گا۔

(۳) جس غیر کی طرف وہ نسب رجوع کرتا ہے اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم نہ کیا ہو، لہذا اگر اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم کرلیا تو وہ "**مقر له بالنسب علیٰ الغیر**" نہ

ہوگا۔ مثلاً میت نے جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میت کے باپ نے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ جس کے بارے میں اس نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ واقعی میرا بیٹا ہے تو اس صورت میں بھی وہ مجہول النسب ''مقرلہ بالنسب علیٰ الغیر'' نہ ہوگا بلکہ حقیقتاً بھائی ہوگا اور بھائیوں کی طرح میراث پائے گا۔

(۴) میت، جس نے اس ''مجھول النسب'' کے بارے میں اقرار کیا تھا وہ مرنے تک اس اقرار پر قائم رہا ہو۔ لہٰذا اگر وہ قبل الموت اس اقرار سے پھر گیا تو وہ ''غیر'' مقرلہ بالنسب علیٰ الغیر نہ ہو سکے گا۔

قولہ...... ثم الموصیٰ لہ بجمیع مالہ الخ

(۹) موصیٰ لہ بجمیع مالہ

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال اس کو دے دیا جائے ایسے شخص کو ''موصیٰ لہ بجمیع مالہ'' کہتے ہیں۔ جب میت کے مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو، تو احناف کے نزدیک اس کی تمام جائیداد اس موصیٰ لہ (جس کے لئے میت نے جمیع مال کی وصیت کی ہو) کو دے دی جائے گی۔

قولہ...... بیت المال الخ

(۱۰) بیت المال

اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو پھر میت کا مال بیت المال میں بطور امانت رکھ دیا جائے گا اور یہ مال عام مسلمانوں کے لئے ہوگا لیکن یہاں پر یہ یاد رہے کہ یہ مال بطور وراثت نہیں رکھا جائے گا کیونکہ جو مال بطور وراثت رکھا جاتا ہے اس میں مذکر کو مؤنث کی بہ نسبت ڈبل حصہ ملتا ہے جبکہ بیت المال کا مال تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ عامۃ المسلمین کے لئے یہ مال رکھا جائے گا اگر بطور وراثت ہوتا تو سب مسلمانوں کیلئے برابر نہ ہوتا بلکہ مرد کے لئے زیادہ اور عورت کے لئے کم ہوتا۔ جیسا کہ ذمی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے اور عامۃ المسلمین اس میں برابر ہوتے ہیں۔

فصل فی الموانع

المانع من الارث اربعة الرق وافرا كان اوناقصا والقتل الذی یتعلق به وجوب القصاص اوالكفارة واختلاف الدینین واختلاف الدارین اما حقیقة كالحربی والذمی او حكما كالمستأمن والذمی او الحربیتین من دارین مختلفتین والدار انما تختلف باختلاف المنعة والملك لانقطاع العصمة فیما بینهم

ترجمہ

''حصولِ وراثت سے چار چیزیں رکاوٹ ہیں (i) رقیت وافر ہو یا ناقص اور (ii) وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے اور (iii) اختلاف دینین اور (iv) اختلاف دارین یا توحقیقۃً ہو جیسے حربی اور ذمی یا حکماً ہو جیسے مستأمن اور ذمی یا دو مختلف ملکوں کے دو حربی۔ فوج اور حکمران الگ الگ ہونے کی بنیاد پر مملکت الگ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ ایک ملک کے باشندے کی حفاظت دوسرے ملک کے ذمہ نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ...... الموانع من الارث الخ

موانع ارث

موانع، جمع ہے ''مـانعۃ'' جوکہ مؤنث ہے مانع کی۔ ''مانع'' کا لغوی معنی ''حائل'' ہے۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ علت ہے جس کے کسی شخص میں پائے جانے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم ہو جائے۔ مطلب یہ کہ کچھ امور ایسے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی انسان میں پایا جائے تو وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مانع دو طرح کے ہوتے ہیں

(۱) موروثیت سے مانع

(۲) وارثیت سے مانع

موروثیت سے مانع وہ علت ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا مال وراثت ہی نہ بن سکے۔ وہ علت ''نبوت'' ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لانورث ماترکنا صدقة

''ہمارا مال وراثت نہیں ہوتا بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''[1]

اور دوسرا مانع ایسی علت ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص وراثت کا حصہ پانے سے محروم ہو جائے۔ یہاں پر یہی قسم مراد ہے۔

یہ چار طرح کے امور ہیں[2]

قولہ...... الرق وافرا کان اوناقصاالخ

نمبر (۱)۔۔۔۔۔رقیت (کسی کا مملوک یعنی غلام ہونا)

اصطلاح شرع میں اس ''عجز حکمی'' کو کہتے ہیں جو انسان کے ساتھ کفر کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ یعنی غلام، حکم شرع کی وجہ سے ان تمام تصرفات سے محروم ہوتا ہے جو آزاد کر سکتا ہے۔ جیسے گواہی دینا اور حاکم بننا وغیرہ

رقیت کی اقسام

رقیت کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر:۱۔ تامہ

نمبر:۲۔ ناقصہ

رقیت تامہ

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب اصلاً منعقد نہ ہوا ہو۔ جیسے خالص غلام

---

[1] الصحیح البخاری جلد 2، صفحہ 807، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[2] فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 291، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

رقیت ناقصہ

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب منعقد ہو گیا ہو۔ جیسے مدبر، مکاتب اور ام ولد۔

مدبر

مدبر کی دو قسمیں ہیں۔

(i) مدبر مطلق۔

(ii) مدبر مقید۔

مدبر مطلق

ایسا غلام جس کی آزادی کو اس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے اور اس میں کسی اور وصف یا شرط کی قید نہ لگائے۔ مثلاً آقا کہے: تو مدبر ہے، میں نے تجھے مدبر کیا، تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا اگر میں مر جاؤں تو تُو آزاد ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ آقا نہ اس کو بیچ سکتا ہے، نہ کہیں رہن رکھوا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو کسی کے لئے ہبہ کر سکتا ہے۔

مدبر مقید

ایسا غلام جس کی آزادی کو اس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے اور ساتھ ساتھ کسی وصف یا شرط کی قید بھی لگا دے۔ مثلاً کہے: اگر میں اِس مرض میں مر گیا یا اگر میں اِس سفر میں مر گیا تو تُو آزاد ہے۔ یونہی کسی بھی ایسی بات کے ساتھ مقید کر دے جس میں وجود و عدم دونوں احتمال موجود ہوتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آقا اُسی حالت میں مرا جس حالت کے ساتھ مرنے پر غلام کی آزادی مشروط کی تھی تو اِس ''مقیدمدبر'' کے جمیع احکام ''مطلق مدبر'' کی طرح ہونگے۔[1]

---

[1] فتاوی عالمگیری، جلد 2، صفحہ 41، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

مکاتب

وہ غلام ہے جس کو آقا نے یہ کہہ رکھا ہو کہ تم اتنا مال مجھے دے دو تو تم آزاد ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مقررہ مال ادا کردے تو آزاد ہو جائے گا اور جب تک کل مال ادا نہ کردے گا، غلام ہی رہے گا۔ اور جب تک وہ غلام "بدلِ کتابت" ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جائے آقا کیلئے اس کی بیع اور ہبہ وغیرہ ناجائز ہے۔

ام ولد

جب کوئی لونڈی اپنے آقا کے لئے بچہ پیدا کرے اور آقا اپنے سے اس کے نسب کا اقرار کرے تو وہ لونڈی اس کی "ام ولد" ہو جاتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ آقا نہ تو اس کو بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کرسکتا ہے، اور نہ ہی کہیں رہن رکھوا سکتا ہے۔ [1]

رِقیت کے مانع ارث ہونے کی علت

(۱) جو مطلقاً غلام ہوتا ہے وہ کسی بھی اعتبار سے مال کا مالک نہیں ہوتا یعنی جتنے بھی اسبابِ ملکیت ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی وہ مال کا مالک نہیں بن سکتا۔

تو جس طرح وہ دیگر اسباب کے ذریعے مالک نہیں بن سکتا اسی طرح وہ سببِ وراثت کے ذریعے بھی مالک نہیں بن سکتا۔

(۲) غلام کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ تمام اس کے آقا کی ملکیت میں ہے۔ اب اگر ہم غلام کو اس کے اپنے اقرباء کا وارث قرار دیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کے آقا کو اس کے رشتہ داروں کے مال کا بلاوجہ وارث قرار دے دیا اور کسی اجنبی کو بلاوجہ مال کا وارث بنانا قطعاً باطل ہے۔ اسی طرح جو "من وجہٖ" آزاد ہے اور "من وجہٖ" غلام۔ تو اس کو بھی بمنزلہ غلام کے رکھتے ہیں کیونکہ بالآخر ہے تو وہ بھی غلام۔ کلی طور پر تو وہ بھی آزاد نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بھی وارث قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

---

[1] فتاوی عالمگیری، جلد 2 صفحہ 49، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

قولہ......والقتل الذی یتعلق بہ الخ

نمبر۔۔۔۔۔۔(۲)قتل

کسی عاقل بالغ نے جان بوجھ کر ظلماً اپنے وارث کو قتل کر دیا تو وہ قاتل اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

القاتل لا یرث

’’قاتل (اپنے مقتول کی) وراثت نہیں پائے گا‘‘ [1]

قتل کی کل پانچ صورتیں ہیں لیکن ہر صورت میں قاتل اپنے مقتول کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ صرف ان صورتوں میں محروم ہوتا ہے جن میں قتل سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ قتل چار قسم کا ہے۔

قتل کی اقسام

قتل کی 5 قسمیں ہیں۔ (i) قتل عمد (ii) قتل شبہ عمد (iii) قتل خطا (iv) قائم مقام خطا (v) قتل بالسبب

نمبر:1۔ قتل عمد

کسی دھاری دار آلہ سے قصداً قتل کرنا۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے دھاردار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچی میں دھار نکال کر قتل کیا۔ لوہے، تانبے اور پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کیا تو اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلم، وغیرہ کہ سب آلۂ جارحہ ہیں۔ گولی اور چھرے سے قتل ہوا یہ بھی اسی میں داخل ہے۔

’’قتل عمد‘‘ کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت گنہگار ہے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط ’’قصاص‘‘ ہے ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کر لیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہو سکتا یعنی

---

[1] جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 32، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔

اگر قاتل قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ قتل عمد میں قاتل کے ذمہ کفارہ واجب نہیں۔ (قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے)

نمبر:2۔ قتل شبہ عمد

قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ قتل کرنے والا گنہ گار ہے اس پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔ (اس میں بھی قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے)

نمبر 3۔ قتل خطاء

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار وغیرہ پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو۔ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا گولی شکار کے نہیں لگی بلکہ آدمی کے لگ گئی۔ قتل خطا کی ہی درج ذیل صورتیں بھی ہیں۔

(۱) نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کے لگ گئی۔

(۲) گولی نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کے لگی۔

(۳) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کے لگی۔

(۴) ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا لیکن گولی دوسرے کی گردن میں جا لگی۔

(۵) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹکرا کر لوٹی اور اس کو لگ گئی۔

(۶) اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے۔ قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، جبکہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط

سے کام لینا چاہئے۔ (اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے)

نمبر4۔ قائم مقام خطا

جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا، اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور جس پر گرا وہ مرگیا۔

قتل کی اس صورت کے بھی وہی احکام ہیں جو قتل خطا کے ہیں۔ یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت۔ (اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوگا) اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔

نمبر:5۔ قتل بالسبب

جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کنواں کھدوایا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مرگیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھدوایا تھا اور پتھر اور لکڑی وغیرہ رکھی تھی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے عصبہ کے ذمہ دیت ہے قاتل پر کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ۔ ہاں یہ گناہ ضرور ہے کہ پرائی ملک میں کنواں کھودا یا وہاں پتھر رکھا۔[1]

نوٹ

قتل کی مذکورہ صورتوں میں سے پہلی صورت میں قصاص اور اگلی تین میں کفارہ اور دیت واجب ہوتی ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے اور یاد رہے کہ قتل کی جن صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم بھی نہیں ہوتا خواہ قتل عمد ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً

(۱) غیر مکلف سے قتل ہوا۔

(۲) کسی کو حق کے مطابق قتل کیا مثلاً قاضی نے کسی کے قتل کا فیصلہ کیا۔

---

[1] بہار شریعت، حصہ 17 صفحہ 46/47، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور۔

(۳) کسی عذر کی وجہ سے قتل کیا مثلاً شوہر نے اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا اور دونوں کو قتل کردیا۔ یا کسی نے اپنی محرمہ عورت کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا تو اس کو قتل کردیا۔ یونہی اپنی ذات یا اپنے مال کے بچاؤ کے لئے قتل کیا (جبکہ قتل کے سوا بچاؤ کی کوئی اور صورت نہ ہو)۔

مذکورہ تمام صورتوں میں اگرچہ قتل جان بوجھ کر ہوا لیکن چونکہ ان میں سے کسی صورت میں بھی کفارہ یا قصاص لازم نہیں ہے اس لئے قاتل میراث سے محروم نہیں ہوگا۔[1]

قولہ ...... واختلاف الدینین الخ

نمبر۳۔۔۔۔۔۔۔اختلاف دینین

وارث اور موروث کے درمیان اسلام اور کفر کا فرق ہو۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیل

اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔[2] (کنز الایمان)

نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث شریف بھی ہے:

عن اسامة بن زيد رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله ﷺ لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا''[3]

---

[1] البسیط فی شرح الفرائض والمواریث، صفحہ ۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ، لاہور۔

[2] النساء:141

[3] (i) الصحیح البخاری، جلد 2، صفحہ ۱۰۰۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(ii) الصحیح المسلم، جلد 2، صفحہ 33، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

کسی کافر کے مسلمان کا وارث ہونے کا حکم

کوئی کافر کسی مسلمان کی وراثت نہیں پاسکتا اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولن یجعل اللہ للکافرین علیٰ المومنین سبیلا

''اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا'' (ترجمہ کنز الایمان)

اور اگر کافر کو میراث دیتے ہیں تو گویا کہ کافر کو مومن پر سبیل دے دی۔

مسلمان کے کافر کی وراثت پانے کا حکم

شوافع کا مذہب

شوافع کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کی وراثت ملے گی اور حضرت معاذ بن جبل، معاویہ بن سفیان، حسن بصری، محمد بن حنفیہ، محمد بن علی بن حسین اور مسروق بھی اسی موقف کے قائل ہیں[1]

دلیل

قیاس یہ ہے کہ مسلمان کافر سے وراثت پائے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام یعلو ولا یعلی

''اسلام غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا'' [2]

اور غلبے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کافر کی وراثت پائے اور کافر مسلمان کی وارثت نہ پائے۔

---

[1] الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7719، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان

[2] الصحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 180، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

جمہور کا مذہب اور انکی طرف سے حدیث کا جواب

احناف اور جمہور فقہاء کرام کے نزدیک مسلمان، کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دونوں کی ملتیں الگ الگ ہیں۔

حدیث کا جواب

(۱) حدیث میں ''علو'' سے مراد ''نفس اسلام'' ہے اس لئے اگر من وجہ علو ثابت نہ بھی ہو تو یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے

(۲) علو سے مراد علو من حیث الحجة ہے یعنی جہاں حجت اور دلائل کی بات ہوگی وہاں اسلام ہی غالب ہوگا۔

(۳) علو سے مراد یہ ہے کہ بالآخر اور انجام کار فتح و نصرت اسلام ہی کی ہوگی۔

(۴) علو سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں نصرت و کامرانی اسلام ہی کو ہوگی۔

اعتراض

جب ملتوں کے الگ ہونے کی بنیاد پر مسلمان، کافر کی وراثت نہیں پا سکتا تو مسلمان، مرتد کی وراثت کیوں پاتا ہے؟ کیا ان کی ملتیں مختلف نہیں ہیں؟

جواب

مسلمان جو اس کی وراثت پاتا ہے وہ اس کے زمانہ اسلام کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا ہے: مرتد نے زمانہ اسلام میں جو کچھ کمایا وہ وراثت میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو حالت ارتداد میں کمایا وہ مال فئے ہے۔ یہ مسلمانوں کے نفع کے لئے بیت المال میں رکھا جائے گا۔ صاحبین فرمانے ہیں: حالت اسلام کا کسب اور حالت ارتداد کا کسب دونوں مال اس کے ورثاء کے لئے ہونگے کیونکہ اس نے جو اعتقاد اپنایا ہوا ہے اس پر اس کو دوام نہیں ہے بلکہ اس کو اسلام میں لوٹ آنے پر مجبور کیا جائے گا اس لئے اس کے حق میں حکم اسلام ہی کا معتبر ہوگا۔[1]

---

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 10، صفحہ 507، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

تمام کفار کی آپس میں وراثت

مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کے نزدیک جن کفار کا مذہب یہودیت ونصرانیت کے علاوہ ہے، وہ تو ایک دوسرے کے وارث ہونگے لیکن جو یہودیت اور نصرانیت کے اعتبار سے الگ الگ ہیں ان کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی یعنی کہ کوئی یہودی کسی نصرانی کا اور کوئی نصرانی کسی یہودی کا وارث نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہودی ونصرانی میں سے کوئی بھی کسی مشرک اور مجوسی کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی مشرک ومجوسی کسی یہودی یا نصرانی کا وارث بن سکتا ہے۔

احناف، شوافع اور حنابلہ کا مذہب

فقہائے احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تمام کفار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے

ابن ابی لیلی کا مذہب

ابن ابی لیلی نے فرمایا: یہود ونصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے مال کی وراثت پاتے ہیں۔ اور یہود ونصاریٰ اور مجوس کے درمیان توارث نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ دونوں توحید، نبوت اور نزول تورات پر متفق ہیں گویا کہ ایک ہی ملت ہے۔ بخلاف مجوس کے کہ وہ لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں اور 2 الہ ثابت کرتے ہیں ''یزدان'' اور ''اھرمن'' علاوہ ازیں یہ کسی نبی کو بھی مانتے ہیں۔ 1

نمبر۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اختلاف دارین

اگر دو آدمیوں کا ملک مختلف ہو اور ان دونوں کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہو یعنی کہ ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں محفوظ نہ ہو، تو وہ بھی ایک دوسرے کی وراثت سے

1۔۔۔ الفقه الاسلامی وادلته، جلد 10، صفحہ 7720، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔

محروم ہوجاتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات یادرہے کہ مسلمان کا وارث خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہتا ہو ان کے درمیان اگرچہ **بعد المشرقین** ہو اس کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے یہ مانعِ ارث، صرف غیر مسلم کے لئے ہے۔

اختلاف مملکت کی ممکنہ صورتیں

ملک کے اختلاف کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(i) اختلاف حقیقی جیسے ایک شخص ذمی ہو اور جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہو اور اس کا رشتہ دار **دار الحرب** میں رہتا ہو تو یہ اختلاف دارین حقیقی ہے۔ چنانچہ جب کوئی حربی **دار الحرب** میں مرجائے اور اس کا کوئی وارث دارالاسلام میں ہو یا ذمی **دار الاسلام** میں مرجائے اور اس کا کوئی وارث **دار الحرب** میں ہو تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا کیونکہ ذمی **دار الاسلام** والوں میں سے ہے اور حربی **دار الحرب** والوں میں سے۔ تو یہ دونوں اگرچہ باعتبار ملت کے تو متحد ہیں لیکن حقیقتاً تباین دارین کی وجہ سے ان کے درمیان ولایت منقطع ہوچکی ہے اس لئے وراثت بھی منقطع ہوگی جس کی بنیاد ولایت پر ہی ہوتی ہے۔

(ii) اختلاف دارین حکمی جیسا کہ **دار الاسلام** میں ایک **مستامن** اور اس کا باپ یا بیٹا اس ملک میں ذمی ہو۔ تو یہ دونوں اگرچہ **حقیقتاً** تو ایک ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دونوں مختلف ممالک کے شمار ہونگے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) مستامن کو **حکماً** دارالحرب کا باشندہ قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کا وطن اصلی دار الحرب ہے وہ دارالاسلام میں تو کسی عارضی غرض کی وجہ سے امان لے کر آیا ہے۔

(۲) اگر اس کو کوئی قتل کر ڈالے تو اس پر قصاص لازم نہیں ہے اور کوئی شخص اس کا مال چوری کرلے تو اس پر قطع ید کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

(۳) یہ لوٹ کر دار الحرب جانے پر بھی قادر ہے حالانکہ قانون یہ ہے کہ جو شخص دارلاسلام کو اپنا وطن بنالیتا ہے پھر اس کو دار الحرب میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

(۴) اس کے دارالاسلام میں آنے سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلتی اوراس کا اپنے دارالحرب میں رہنے والے رشتہ داروں کے ساتھ سلسلہ توارث بھی قائم رہتا ہے۔ جبکہ ذمی نے **دار الاسلام** کو مستقل طور پر اپنا وطن بنالیا ہے۔

چنانچہ اگر مستامن مرجائے اور **دار الاسلام** میں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال **بیت المال** میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کا مال اس کے ان وارثوں کے لئے روک کر رکھا جائے گا جو دار الحرب میں موجود ہیں۔ کیونکہ مستامن اگرچہ مر گیا لیکن اس کے مال میں امان کا حکم باقی ہے۔ اوراس کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کا مال کے اس کے ورثاء تک پہنچا دیا جائے اس لئے اس کا مال **بیت المال** میں نہیں رکھا جائے گا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ دو مختلف ممالک کے دو حربی۔ اس مثال میں دو احتمال ہیں۔

(۱) دو مختلف ملکوں کے دو حربی اپنے اپنے ملک میں رہتے ہوں۔

اس احتمال پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر تو یہ حقیقی طور پر اختلاف دارین ہوا تو اس کو حکماً سے پہلے **حقیقتاً** کے تحت پیش کرنا چاہئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ الگ الگ ملکوں میں رہنے والے ہیں لیکن چونکہ کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے، اس لئے ان میں حقیقی اختلاف دارین تو ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ان میں صرف اختلاف دارین حکمی ہی ہوگا۔

لیکن اس جواب پر پھر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے یہ خود ایک امر حکمی ہے جب کہ **حقیقتاً** کفر مختلف ملتوں پر مشتمل ہے یہ مختلف ملتوں پر مشتمل ہونا ان کے تمام ملکوں کا ایک ملک ہونے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ حکماً ایک ملک قرار دیا گیا ہے اس لئے مذکورہ مثال میں یہ احتمال درست نہیں ہے۔

(۲) دو مختلف ملکوں کے دو حربی امان لے کر **دار الاسلام** میں رہتے ہوں۔ یہ دونوں اگرچہ **حقیقتاً** ایک ہی ملک میں رہ رہے ہیں لیکن **حکما** یہ دو مختلف ملکوں کے باشندے ہیں۔

اس مثال کو اس معنی پر محمول کرنے پر عبارت میں بھی ایک اشارہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ ماتن نے کہا ہے "**من دارین**" یہ نہیں کہا "**فی دارین**" تو اس عبارت سے بھی اشارہ

ملتا ہے کہ ان کا ''تعلق'' دو مختلف ملکوں سے ہو۔ نہ کہ موجودہ وقت میں وہ مختلف ملکوں میں رہتے ہوں۔

المختصر یہ کہ دونوں حربی اگر اپنے اپنے ملکوں میں ہوں تو ان میں اختلاف دارین حقیقی ہوگا اور اگر ایک ہی دارالاسلام میں ہوں تو ان میں اختلاف دارین حکمی ہوگا۔ کیونکہ فی الوقت اگرچہ یہ ایک دارالاسلام میں رہتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ان ملکوں کے باشندے ہیں جہاں سے یہ اس دارالاسلام میں آئے ہیں اور امان لے کر رہ رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اگر کوئی ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہوسکتا، البتہ اگر یہیں رہتے ہوئے ذمی ہو جائیں تو ان میں سلسلہ وراثت جاری ہوگا۔

نوٹ:

جب دو حربی رشتہ دار ایک ہی ملک سے دارالاسلام میں امان لے کر رہ رہے ہوں تو ان میں سلسلہ توارث ہوگا۔ نیز یہ کہ جب 2 مستامن ایک ہی ملک کے ہوں تو ان میں سے بعض کی دیگر بعض کے حق میں گواہی قبول ہوگی اسی طرح وراثت کا حکم ہوگا کیونکہ شہادت اور وراثت دونوں ہی باب ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو جہاں پر یہ اختلاف دارین پایا جائے گا وہاں وراثت کے احکام نہیں ہونگے ہاں ایسے دو ملک جن کا آپس میں معاہدہ ہو اور دفاعی تعاون پر معاہدہ ہو تو ایسے دو ملکوں کے باشندے آپس میں وراثت پائیں گے۔

شوافع کا مذہب

آپ کے نزدیک اختلاف دارین، وراثت سے مانع نہیں ہے۔ [1]

احناف کا مذہب

ہمارے نزدیک ''اختلاف دارین'' کفار کے درمیان وجہ ممانعت ارث ہے مسلمانوں کے لئے مانع نہیں ہے، کیونکہ دارالاسلام ''دارالاحکام'' ہے اس لئے لشکر اور ملک

---

[1] الفقہ الاسلامی و ادلتہ، جلد 10 صفحہ 7724 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ کراچی۔

کے اختلاف کے باوجود ان کے درمیان دار مختلف نہیں ہوگا کیونکہ حکمِ اسلام ان سب کو یکجا کر دیتا ہے[1]

اعتراض

یہ کہنا کہ "اختلاف دارین" کا وراثت سے مانع ہونا صرف کفار کے ساتھ خاص ہے، غلط ہے کیونکہ جب کوئی دارالحرب میں اسلام قبول کر لے اور اس کا ایک مسلمان بیٹا دارالاسلام میں ہو، ان میں سے کوئی ایک بھی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بن سکتا اس پر تمام کا اتفاق ہے۔ یونہی جب دونوں باپ بیٹا دارالحرب میں اسلام قبول کر لیں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے تو ان میں سے جو مسلم ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا وہ آجانے والے کی وراثت کا حقدار نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالك من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا

"اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا"[2]

(ترجمہ کنزالایمان)

اور قاضی بیضاوی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہاں پر ولایت سے مراد ولایت فی المیراث ہے۔[3]

جواب

اس سے مراد یہ تھا کہ صفتِ کلیہ کے ساتھ یعنی تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع ہو تو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے البتہ جزوی طور پر یہ کبھی کبھی مسلمانوں کے لئے بھی مانع ہو سکتا ہے یعنی کفار کے لئے تو ہمیشہ ہی اختلاف دارین مانع ہے جبکہ مسلمان کے لئے ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی مانع ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں رہنے والے مسلمان دارالحرب میں مستامن

---

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 10، صفحہ 509، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] الانفال:72

[3] تفسیر بیضاوی، جلد 3، صفحہ 124، دارالفکر، بیروت

کے ساتھ وراثت پائے گا۔ یہاں اختلاف دارین مانع نہیں ہے اور جب دو مسلمان دارالحرب میں اسلام لائے ہوں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آ جائے اور دوسرا نہ آئے تو ان میں سلسلہ توارث نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ تخصیص یہ ہے کہ تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع عن الارث ہو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے مسلمانوں کے لئے یہ ہمیشہ مانع نہیں ہے بلکہ کبھی مانع ہوتا ہے اور کبھی مانع نہیں ہوتا۔

باب معرفة الفروض ومستحقيها

الفروض المقدرة فی كتاب الله تعالیٰ ستة النصف و الربع والثمن والثلثان والثلث و السدس علی التضعيف والتنصيف واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا اربعة من الرجال وهم الاب والجد الصحيح وهو اب الاب وان علا والاخ لام والزوج وثمان من النساء وهن الزوجة والبنت وبنت الابن وان سفلت والاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام والام والجدة الصحيحة وهی التی لايدخل فی نسبتها الی الميت جد فاسد اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذالك مع الابن او ابن الابن وان سفل والفرض والتعصيب معا وذالك مع الابنة او ابنة الابن وان سفلت والتعصيب المحض وذالك عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والجد الصحيح كالاب الا فی اربع مسائل وسنذكرها فی مواضعها ان شاء الله تعالی ويسقط الجد بالاب لان الاب اصل فی قرابة الجد الی الميت والجد الصحيح هو الذی لاتدخل فی نسبته الی الميت ام واما لاولادالام فاحوال ثلاث السدس للواحد والثلث للاثنين فصاعدا ذكورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ويسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل

ترجمہ

''کتاب اللہ میں مقررہ ''حصص'' 6 ہیں۔ نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8)، ثلثان (2/3)، ثلث (1/3) اور سدس (1/6) (ان کو) تضعیف اور تنصیف کے طور پر (ذکر کیا جاتا ہے) ان حصص کے پانے والوں کی تعداد 12 ہے جن میں سے 4 مرد ہیں باپ، جد صحیح، اور وہ باپ کا باپ ہوتا ہے اور اخیافی بھائی اور شوہر اور 8 عورتیں ہیں بیوی، بیٹی، پوتی اگرچہ نیچے تک ہو، عینی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، ماں، جدہ صحیحہ یہ وہ ہے

کہ میت کی طرف نسبت میں کوئی جد فاسد داخل نہ ہو۔ باپ کے تین حال ہیں (نمبر۱) فرض مطلق اور وہ سدس (1/6) ہے اور یہ حالت بیٹے یا پوتے اگرچہ نیچے تک ہوں کے ہمراہ ہے اور (نمبر۲) فرض مع التعصیب ہے اور یہ بیٹی، پوتی اگرچہ نیچے تک ہو کے ہمراہ ہے اور (نمبر۳) تعصیبِ محض ہے اور یہ نیچے تک کسی قسم کی کوئی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہے اور جد صحیح کے احوال باپ ہی کی طرح ہیں سوائے چار مسائل کے ان کا تذکرہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مقامات پر کریں گے۔ اور دادا، باپ سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ دادا کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں اصل "باپ" ہے اور جدِ صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف نسبت میں ماں داخل نہ ہو اور ماں کی اولاد (اخیافی بہن بھائی) کے تین احوال ہیں (نمبر۱) سدس (1/6) ایک کے لئے، (نمبر۲) ثلثان (2/3) دو اور اس سے زیادہ کے لئے یہ (اخیافی اولاد) تقسیم اور استحقاق میں مذکر اور مؤنث سب برابر ہوتے ہیں۔ اور (نمبر۳) یہ اولاد اور بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہوں سے ساقط ہو جاتے ہیں اور باپ اور دادا سے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں۔ شوہر کے دو حال ہیں (نمبر۱) نصف (1/2) جب کہ اولاد نہ ہو اور بیٹے کی اولاد نیچے تک نہ ہو۔ اور (نمبر۲) ربع (1/4) اولاد کے ساتھ اور بیٹے کی اولاد کے ساتھ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ ......الفروض المقدرۃالخ

فروض

وہ حصص جو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں ان کو’’ فروض‘‘ کہا جاتا ہے۔ اور جو ورثاء ان مقررہ حصوں کو پانے والے ہیں وہ ’’اصحاب فرائض‘‘ یا ’’ذوی الفروض‘‘ کہلاتے ہیں۔ یہ فروض 6 ہیں۔

۱ نصف	(1/2)
۲ ربع	(1/4)
۳ ثمن	(1/8)
۴ ثلثان	(2/3)
۵ ثلث	(1/3)
۶ سدس	(1/6)

یہ 2انواع ہیں۔ اوران دونوں نوعوں میں مذکورہ ترتیب، بطور’’ تنصیف‘‘ ذکر کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے پہلے (نصف) کو نصف کریں تو دوسرا (ربع) حاصل ہوجاتا ہے اور دوسرے (ربع) کو نصف کریں تو تیسرا (ثمن) حاصل ہوجاتا ہے۔ یونہی دوسری نوع میں پہلے (ثلثان) کو نصف کریں تو دوسرا (ثلث) حاصل ہوتا ہے اور دوسرے (ثلث) کو نصف کریں تو تیسرا (سدس) حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ طریقہ ’’تنصیف‘‘ کا ہے۔

اور اگرانہی انواع کو بطور’’ تضعیف‘‘ ذکر کریں تو ترتیب یوں ہوگی
(ثمن، ربع، نصف) (سدس، ثلث، ثلثان)

تضعیف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کو ڈبل کریں تو اس سے اگلے والا حاصل ہوجائے۔ مثلاً پہلی نوع کے ثمن (1/8) کو ڈبل کریں تو اس سے اگلا’’ربع‘‘(1/4) حاصل ہوگا ربع (1/4) کو ڈبل کریں تو اس سے اگلا’’نصف‘‘(1/2) حاصل ہوگا۔ اسی طرح دوسری نوع میں ’’سدس‘‘ (1/6) کو ڈبل کریں تو ثلث (1/3) اور ثلث (1/3) کو ڈبل کریں تو ثلثان (2/3) حاصل ہوگا۔ یہ طریقہ ’’تضعیف‘‘ کا ہے

قرآن پاک کے مقرر کردہ حصص کی تفصیل

﴿نصف﴾

اس کے مستحق پانچ افراد ہیں۔

(۱)......شوہر۔

(۲)......بیٹی۔

(۳)......پوتی۔

(۴)......عینی بہن۔

(۵)......علاتی بہن۔

قران کریم میں نصف کا ذکر

نصف کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر(۱)وان كانت واحدة فلها النصف

اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا''(ترجمہ کنز الایمان) [1]

نمبر(۲)ولكم نصف ماترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد

''اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا اگر ان کی اولاد نہ ہو''

(ترجمہ کنز الایمان) [2]

نمبر(۳)وان امرء هلك ليس له ولدوله اخت فلهانصف ماترك

''اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن [3] کا آدھا ہے'' [4](ترجمہ کنز الایمان)

---

[1] ...... النساء:11 ترجمہ کنز الایمان۔ [2] ...... النساء:12 ترجمہ کنز الایمان۔

[3] ......اس مقام پر مفسر شہیر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وہ سگی یا باپ شریک ہوں۔

[4] ...... النساء:176 ترجمہ کنز الایمان۔

﴿ربع﴾

اس کے مستحق دو افراد ہیں۔

(۱)......شوہر۔

(۲)......بیوی۔

قرآن کریم میں ربع کا ذکر

ربع کا تذکرہ قرآن کریم میں دو مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر(۱) **فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن**

پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)[1]

نمبر(۲) ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد

''اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو''

(ترجمہ کنزالایمان)[2]

﴿ثمن﴾

اس کی حقدار صرف بیوی ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ثمن کا ذکر:

ثمن کا ذکر قرآن کریم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم[3]

''پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں'' (کنزالایمان)

---

[1] النساء، 12 ترجمہ کنزالایمان۔

[2] (النساء 12 ترجمہ کنزالایمان۔

[3] النساء، 12۔

﴿ثلثان﴾

اس کے مستحق چار افراد ہوتے ہیں۔

(۱)……دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں۔

(۲)……دو یا دو سے زیادہ پوتیاں۔

(۳)……دو یا دو سے زیادہ عینی بہنیں۔

(۴)……دو یا دو سے زیادہ علاتی بہنیں۔

قرآن کریم میں ثلثان کا ذکر

اس کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر(۱)فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک [۱]۔

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی''(ترجمہ کنز الایمان)

نمبر(۲)فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مماترک [۲]۔

''پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی''(ترجمہ کنز الایمان)

﴿ثلث﴾

اس حصہ کے حقدار دو افراد ہوتے ہیں۔

(۱)……ماں۔

(۲)……اخیافی بہن بھائی۔

قرآن کریم میں ثلث کا ذکر

اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر(۱)فان لم یکن له ولد وورثه ابوہ فلامه الثلث [۳]۔

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی''(ترجمہ کنز الایمان)

نمبر(۲)فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث [۴]۔

---

[۱] …النساء:11۔ [۲] …النساء:176۔ [۳] …النساء:11 [۴] …النساء:12

''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں''

(ترجمہ کنزالایمان)

﴿سدس﴾

اس کے حقدار سات افراد ہوتے ہیں۔

(۱)......باپ۔

(۲)......دادا۔

(۳)......ماں۔

(۴)......دادی۔

(۵)......پوتی۔

(٦)......علاتی بہن۔

(۷)......اخیافی بہن، اخیافی بھائی۔

قرآن پاک میں سدس کا ذکر

یہ قرآن کریم میں تین مقام پر مذکور ہے۔

نمبر(۱)ولابویہ لکل واحد منھما السدس [1]۔

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا'' (کنزالایمان)

نمبر(۲)فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس [2]۔

''پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا'' (کنزالایمان)

نمبر(۳):ان کان رجل یورث کللۃ اوامرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس [3]۔

''اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا'' (ترجمہ کنزالایمان)

---

[1] ......النساء 12۔

[2] ......النساء ۱۱۔

[3] ......النساء ۱۲۔

قرآن کریم میں بیان کیے گئے ان سہام کے حق دار بارہ قسم کے لوگ ہیں۔ جن میں سے 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)...... شوہر۔
(۲)...... باپ۔
(۳)...... دادا۔ (جد صحیح)
(۴)...... اخیافی بھائی۔
(۵)...... بیوی۔
(۶)...... بیٹی۔
(۷)...... پوتی۔
(۸)...... عینی بہن۔[1]
(۹)...... علاتی بہن۔[2]
(۱۰)...... اخیافی بہن۔[3]
(۱۱)...... ماں۔
(۱۲)...... جدہ صحیحہ (جدہ صحیحہ کی تعریف آگے آرہی ہے)

---

[1] ماں باپ شریک بہن بھائی۔ [2] باپ شریک۔ [3] ماں شریک۔

ذوی الفروض کی تقسیم

ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں۔

(i)......ذوی الفروض نسبی۔

(i)......ذوی الفروض سببی۔

ذوی الفروض نسبی

نسب کی وجہ سے فرضی حصہ پانے والے لوگ ''ذوی الفروض نسبی'' کہلاتے ہیں۔

یہ 10 قسم کے لوگ ہیں، مذکورہ اہل فروض میں سے'' زوجین'' کے علاوہ باقی سب ''ذوی الفروض نسبی ''ہیں۔

ذوی الفروض سببی

سببِ نکاح کی بناء پر حصہ وراثت پانے والے لوگ ''ذوی الفروض سببی'' کہلاتے ہیں۔ یہ 2 افراد ہیں۔

(i) شوہر۔

(i) بیوی۔

ان کو'' ذوی الفروض سببی '' اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو فرضی حصہ ''نسب'' کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ نکاح کے ''سبب'' سے ملتا ہے۔

نوٹ :ذوی الفروض نسبیہ، اہل رد میں سے ہیں۔ یعنی کہ بچا ہوا ترکہ جب ذوی الفروض کو دوبارہ دیا جائے گا تو صرف ''ذوی الفروض النسبیہ'' کو ملے گا۔ اب کی بار ذوی الفروض سببیہ(زوجین) کو نہیں ملے گا اس کی وجہ پیچھے گزر گئی۔

جدۂ صحیحہ

وہ دادی جس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے'' جد فاسد'' واسطہ نہ بنے۔ مثلاً باپ کی ماں اور باپ کے باپ کی ماں'' جدہ صحیحہ'' ہے اسی طرح ماں کی ماں (نانی) اور

ماں کی ماں کی ماں (نانی کی ماں) علیٰ ہذاالقیاس اوپر تک سب ”جداتِ صحیحہ“ ہیں

جدفاسد

وہ دادا جس کی نسبت میت کی طرف کسی ”ام“ (ماں) کے واسطے سے ہو۔ بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ اس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے کوئی عورت واسطہ بنے۔ جیسے نانا۔ پھر اس ”فاسد دادا“ کے واسطے جو شخص بھی میت کے ساتھ نسبت رکھے گا وہ بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس نے بذریعہ فاسد نسبت حاصل کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو باپ کے سلسلہ والی ہیں جن میں ماں واسطہ نہیں بنتی۔ وہ ”جدہ صحیحہ“ ہے۔ جیسے

- باپ کی ماں (دادی)۔
- باپ کے باپ کی ماں (پردادی)۔
- باپ کے باپ کے باپ کی ماں (پردادا کی ماں)۔
- اوپر جہاں تک بھی ہو سب دادیاں (جداتِ صحیحہ) ہی ہیں۔

اور جو ماں کے سلسلہ والی ہیں خواہ میت کی ماں کے سلسلہ والی ہوں یہ بھی جدہ صحیحہ ہیں۔ جیسے:

- ماں کی ماں (نانی)۔
- ماں کی ماں کی ماں (پرنانی) اوپر جہاں تک بھی ہوں۔

خواہ میت کے باپ کی ماں کے سلسلہ والیاں ہوں۔ جیسے:

- باپ کی ماں کی ماں۔
- باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔

خواہ میت کے دادا کی ماں کے سلسلہ والی ہو وہ بھی ”جدہ صحیحہ“ ہے۔ جیسے

- دادا کی ماں۔
- دادا کی ماں کی ماں۔

مذکورہ تمام دادیاں (جدہ صحیحہ) ہیں۔ فلہٰذا "نانی" اور "دادی" دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

جن دادیوں اور میت کے درمیان جد فاسد واسطہ بنتا ہے وہ جدہ فاسدہ ہیں جیسے:

- نانا کی ماں۔
- نانا کی ماں کی ماں۔
- نانا کے باپ کی ماں۔
- نانا کے باپ کی ماں کی ماں۔

سب جداتِ فاسدہ ہیں کیونکہ ان تمام میں جد فاسد واسطہ بن رہا ہے، ان کا شمار اصحاب فرائض میں نہیں ہوتا بلکہ یہ "ذوی الارحام" کے طور پر وراثت پاتی ہیں جبکہ "جدہ صحیحہ" اصحاب فرائض میں سے ہے۔ اگرچہ ان کا حصہ قرآن کریم میں تو مقرر نہیں ہے لیکن "سنت" اور "اجماع" سے ثابت ہے۔

وراثت میں رشتہ داریاں بیان کرنے کا اسلوب

وراثت میں جو رشتہ داریاں بیان کی جاتی ہیں وہ ورثاء کے اپنے اعتبار سے نہیں ہوتیں بلکہ میت کے اعتبار سے ہوتی ہیں۔ یعنی جب لفظِ "دادا" بولا جائے گا تو مراد "میت" کا دادا ہوگا، جب لفظِ "پوتا" بولا جائے گا تو مراد "میت" کا پوتا ہوگا، جب لفظِ "بیوی" بولا جائے گا تو مراد "میت" کی بیوی ہوگی۔

اما الاب فله احوال ثلاث ......الخ

﴿باپ کے احوال﴾

باپ کے 3 احوال ہیں۔

نمبر:۱۔ فرض مطلق۔

نمبر:۲۔ فرض مع التعصیب۔

نمبر:۳۔ تعصیب محض۔

فرض مطلق

یعنی صرف ’’ذوفرض‘‘ بن کر فرضی حصہ پائے گا جو کہ ’’سدس‘‘ ہے، عصبہ نہیں بنے گا۔ اس کی دلیل، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولابويه لكل واحد منهما السدس مماترك ان كان له ولد[1]

’’اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا‘‘ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے بیٹا یا پوتا یا اس سے نیچے کوئی پڑپوتا وغیرہ چھوڑا ہو۔ اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹا
سدس	مابقی
1	5

فرض مع التعصیب

ذوفرض بن کر فرضی حصہ بھی پائے گا اور عصبہ بن کر بھی حصہ لے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے بیٹی یا پوتی یا پوتے کی بیٹی یا اس سے بھی نیچے تک کوئی لڑکی چھوڑی ہو۔

---

[1] ..... النساء: 11۔

ذی فرض بن کر حصہ اس لئے لے گا کہ قرآن کریم کا حکم ہے:

ولابویہ لکل واحد منھما السدس ان کان لہ ولد [1]

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا'' (کنزالایمان)

یہاں پر ذکر، اولاد کا ہے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ چنانچہ اگر اولاد میں ''بیٹا'' ہو تب بھی والدین کا حصہ ''سدس'' ہے اور اگر اولاد میں ''بیٹی'' ہو تب بھی ماں باپ کا حصہ ''سدس'' ہی ہے اس لئے موجودہ صورت میں اگرچہ لڑکی ہے لیکن وہ ''اولاد'' تو بہر حال ہے۔ اس لئے باپ کو فرضی حصہ (سدس) ملے گا۔ اب باپ کا حصہ ''سدس'' نکال کر اولاد کی طرف آئے تو دیکھا کہ صرف ایک بیٹی یا پوتی ہے اور جب بیٹی یا پوتی اکیلی ہو تو وہ عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں اس کا حصہ ''نصف'' ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف

''اگر لڑکی اکیلی ہو تو اس کا آدھا'' (ترجمہ کنزالایمان)

لہٰذا اس لڑکی کو نصف دے دیا جائے گا۔ اب جو بچے گا، اس مذکر عصبہ کو ملے گا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ میت کا سب سے زیادہ قریبی عصبہ ''بیٹا'' پھر پوتا، پھر پوتے کا بیٹا، پھر اس کا بیٹا (اگرچہ کتنا ہی نیچے تک ہو) ہوتا ہے۔ وہ نہ ہو تو پھر باپ سب سے زیادہ قریبی عصبہ ہے لہٰذا اب باپ عصبہ بن کر وہ بقیہ مال لے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

الحقوا الفرائض باھلھا فما ابقت فلاولیٰ رجل ذکر [2]

'' فرائض ان کے اہل (ذوی الفروض) کو دو۔ اگر (ان کے حصے دینے کے بعد) کچھ بچے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو''

چنانچہ بیٹی کو دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ والد کو دیا۔ کیونکہ میت کا سب سے زیادہ قریبی ''مرد عصبہ'' یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ والد اس صورت میں ''عصبہ'' بھی بنا اور ''ذو فرض'' بھی بنا اسی لئے اس کو ''فرض مع التعصیب'' کہتے ہیں۔

---

[1] ...... النساء: 11

[2] ...... بخاری شریف، جلد 2، کتاب الفرائض، جلد 2، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹی
سدس+ مابقی	نصف
3=2+1	3

عصبہ مطلق

والد ''ذوفرض'' نہ ہوگا بلکہ صرف ''عصبہ'' ہونے کی وجہ سے ترکہ پائے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب میت کی اولاد، اس کے بیٹے کی اولاد اور پوتے کی اولاد نیچے تک کوئی بھی نہ ہو۔ اس صورت میں وہ محض ''عصبہ'' ہی بنے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث [1]

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا دوتہائی'' (کنز الایمان)

مذکورہ آیت میں ورثاء کے حصص بیان ہو رہے ہیں یہ موقع، تقسیم کا موقع تھا ایسے موقعے پر یہ کہا گیا کہ ماں کا حصہ ''تیسرا'' ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ بقیہ حصہ دیگر ورثاء کا ہے اور دیگر ورثاء میں دیکھا تو باپ تھا۔ لہذا ماں سے بچا ہوا مال یہ لے گا اور جو بچا ہوا کل مال لے، وہی تو عصبہ ہوتا ہے۔ اس لئے مذکورہ صورت میں باپ، ماں کے ساتھ میت کا، ''عصبہ'' بنے گا اور ماں سے بچا ہوا سارا مال لے گا۔ دیکھئے! اس صورت میں باپ، صرف عصبہ ہی بنا ہے، ذوفرض نہیں بنا۔

مسئلہ 3

میت

باپ	ماں
مابقی	ثلث
2	1

---

[1] النساء:11

دادا کے احوال

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، اس کے احوال ''4'' ہیں۔

(۱)......ذوفرض محض

یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت کا کوئی بیٹا، پوتا یا نیچے کوئی ہو، اس صورت میں دادا کا ''چھٹا'' حصہ ہوگا اور بقیہ بیٹے کا۔

مسئلہ 6

میت

دادا	بیٹا
سدس	مابقی
1	5

(۲)......ذوفرض مع التعصیب

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا اس سے نیچے کوئی ہو، اس صورت میں بیٹی کا نصف اور بقیہ حصہ دادا کا ہے۔

مسئلہ 6

میت

دادا	بیٹی
سدس + مابقی	نصف
3=2+1	3

(۳)......عصبہ محض

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

مسئلہ 6

میت

دادا	دادی
مابقی	سدس
5	1

(۴)......محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ باپ موجود ہو۔

﴿باپ اور دادا کا فرق﴾

باپ اور دادا میں صرف چار باتوں کا فرق ہے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس فرق کا تذکرہ عنقریب آئے گا، ان کے مقامات پر یہ بحث ہوگی۔ لیکن ہم ان طلباء کے لئے جو اسی مقام پر یہ فرق سمجھنا چاہتے ہیں، مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔

فرق نمبر:۱۔

باپ کے ہوتے ہوئے دادی محروم ہو جاتی ہے جبکہ دادا موجود ہو تو دادی محروم نہیں وتی۔

فرق نمبر:۲۔

میت کے ورثاء میں جب صرف ماں، باپ اور زوج یا زوجہ ہوں تو احد الزوجین کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچا اس جمیع کا ''ثلث'' بالاتفاق ماں کو ملتا ہے۔ لیکن اگر یہی صورت ہو اور باپ کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت کے ورثاء میں دادا، ماں اور زوج یا زوجہ ہوں تو ایسی صورت میں ''ماں'' احد الزوجین کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد کا ''ثلث'' نہیں، بلکہ جمیع مال کا ثلث پائے گی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہی والدہ جو باپ کے ساتھ ''مابقی'' کا ''ثلث'' پا رہی تھی دادا کے ساتھ جمیع کا ''ثلث'' پا رہی ہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ دادا کے ساتھ ماں کو جو ''جمیع مال کا ثلث'' ملتا ہے، یہ طرفین کے قول پر ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی باپ والی صورت کی طرح ماں کو ''ماقی کا ثلث'' ملے گا۔ لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

فرق نمبر:۳۔

عینی بہن بھائی اور علاتی بہن بھائی باپ کے ہوتے ہوئے ''بالاتفاق'' محروم

ہوتے ہیں یعنی کہ باپ کے ہوتے ہوئے ان کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا جبکہ دادا کے ہوتے ہوئے یہ لوگ ''بالاتفاق'' محروم نہیں ہوتے، بلکہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ محروم نہیں ہوتے بلکہ حصہ پاتے ہیں اگرچہ فتویٰ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہی ہے لیکن پھر بھی اختلاف تو موجود ہے جبکہ باپ کے ہوتے ہوئے یہ اختلاف نہیں تھا۔

فرق نمبر:۴۔

میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا دادا اور اس کا بیٹا چھوڑا تو اس صورت میں بالاتفاق ''جمیع ولاء'' اس مولیٰ العتاقہ کے بیٹے کو حاصل ہوگی سارے کا سارا مال، مولیٰ العتاقہ کا بیٹا لے گا، اور دادا کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جبکہ اگر مولیٰ العتاقہ کا باپ موجود ہو تو کیا اب بھی سارا مال بیٹا ہی لے۔ اس میں سب کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کو ''چھٹا'' حصہ ملتا ہے اور ''بقیہ'' بیٹے کو، جبکہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کل مال بیٹے ہی کو ملے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ دادا کی صورت میں تو بالاتفاق بیٹے ہی کو سب ولاء حاصل ہوگی اور کسی کا اختلاف نہیں ہے جبکہ باپ والی صورت میں اختلاف ہے۔

فرق نمبر:۵۔

صاحب درمختار نے دادا اور باپ میں 13 فرق بیان فرمائے ہیں، جن میں سے 5 کا تعلق وراثت سے ہے اور باقی اس سے متعلق نہیں ہیں، اُن پانچ میں سے چار تو وہی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا۔ جبکہ ان سے ہٹ کر ایک فرق اور بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ ''اگر میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا باپ اور بھائی چھوڑا تو بالاتفاق تمام میراث وہ باپ ہی پائے گا جبکہ اگر مولیٰ العتاقہ کا دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو صاحبین کے نزدیک دادا اور بھائی میں ولاء نصفا نصف (آدھی آدھی) تقسیم ہوگی جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جمیع

ولاء کا حقدار دادا ہی ہوگا"۔ [1] فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔ غور فرمائیں باپ اور بھائی کی صورت میں کوئی اختلاف نہ تھا جبکہ دادا اور بھائی کی صورت میں اختلاف ہے۔

---

[1]..... ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 513، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

اخیافی بھائی کے احوال

اخیافی بھائی (باپ شریکی بھائی) کے تین احوال ہیں۔

(۱)......سدس۔

(۲)......ثلث۔

(۳)......محرومیت۔

(i)......سدس

یہ اس صورت میں ملے گا کہ اخیافی بھائی اکیلا ہی ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وان کان رجل یورث کللة او امرأة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس [۱]

"اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا" (کنز الایمان)

حدیث پاک میں ہے:

قال علی: وللاخ من الام السدس [۲]

مسئلہ 6

میت

چچا	اخیافی بھائی
ماقبی	سدس
5	1

(ii)......ثلث

یہ اس وقت ملے گا جب اخیافی بہن بھائی دو یا دو سے زیادہ ہوں، اس صورت میں تمام مذکر اور مؤنث حصہ پاتے ہیں اور سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

---

[۱]......النساء: 12۔

[۲]......بخاری شریف، جلد 4، صفحہ 320 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث

''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں''

(ترجمہ کنزالایمان)

مسئلہ 3

میت

چچا	2 اخیافی بہنیں
باقی	ثلث
2	1

(iii)......محرومیت

اگر میت کا بیٹا، پوتا یا نیچے تک کوئی ہو یا باپ یا دادا یا دادا کا والد یا اس سے اوپر تک کوئی ہو، تو ان تمام صورتوں میں اخیافی بھائی محروم ہو جاتا ہے۔

﴿شوہر کے احوال﴾

شوہر کے دو احوال ہیں۔

(۱)......نصف۔

(۲)......ربع۔

بخاری شریف میں ہے:

وللزوج الشطر والربع

''اور شوہر کے لئے نصف اور ربع ہے''[۱]

(i)......نصف

یہ اس صورت میں پائے گا کہ نہ تو میت کی اولاد اور نہ ہی اس کے بیٹے کی اولاد نیچے تک ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد[۲]۔

---

[۱]......بخاری شریف جلد 4، صفحہ 318، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[۲]......النساء:12

"اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو" (ترجمہ کنزالایمان)

مسئلہ 6

میت

شوہر	ماں	باپ	چچا
نصف	سدس	سدس	مابقی
3	1	1	1

(ii)......ربع

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد میں سے نیچے تک کوئی موجود ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بھا او دین [1]

"پھر اگر اُن کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر"

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹا
ربع	مابقی
1	3

---

[1] النساء:12

فصل فی النساء

اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والثمن مع الولد او ولدالابن وان سفل واما لبنات الصلب فاحوال ثلاث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين ولا يرثن مع الصلبيتين الا ان يكون بحذائهن او اسفل منهن غلام فيعصبهن والباقی بينهم للذكر مثل حظ الانثيين ويسقطن بالابن ولوترك ثلاث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر بعضهن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن ابن آخربعضهن اسفل من بعض بهذه الصورة العلياسن الفريق الاول لايوازيها احد والوسطیٰ من الفريق الاول توازيها العليا من الفريق الثاني والسفلیٰ من الفريق الاول توازيها الوسطیٰ من الفريق الثانی والعليا من الفريق الثالث والسفلیٰ من الفريق الثانی توازيها الوسطیٰ من الفريق الثالث والسفلیٰ من الفريق الثالث لايوازيها احداذاعرفت هذافنقول للعليا من الفريق الاول النصف وللوسطیٰ من الفريق الاول مع من يوازيها السدس تكملة للثلثين ولا شئ للسفليات الاان يكون معهن غلام فيعصبهن من كانت بحذائه ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه

ترجمہ

”بیویوں کی دوحالتیں ہیں (نمبر۱) ایک یا زیادہ کے لئے ربع ہے جبکہ اولاد اور بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو۔ اور (نمبر۲) آٹھواں حصہ ہے (ایک یا زیادہ کے لئے)

جبکہ اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی ہو اور بیٹیوں کے تین احوال ہیں (نمبر۱) ایک کے لئے نصف ہے اور (نمبر۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دوثلث ہیں اور (نمبر۳) بیٹے کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین (کے طور پر حصہ پاتی ہیں کیونکہ) بیٹا ان کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ اور پوتیوں کے (تین احوال تو حقیقی بیٹیوں ہی کی طرح ہیں البتہ تین احوال ان کے علاوہ مزید بھی ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ان کے)6 احوال ہیں۔

(نمبر۱) ایک کے لئے نصف، (نمبر۲) دو یا زیادہ کے لئے دوثلث جب کہ کوئی حقیقی بیٹی موجود نہ ہو اور (نمبر۳) ایک حقیقی بیٹی کے ساتھ ان کے لئے چھٹا حصہ ہے ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر۴) دو حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے ان کو کچھ نہیں ملے گا مگر (نمبر۵) یہ کہ ان کے برابر یا ان کے نیچے کوئی لڑکا موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنا دے گا۔ اور باقی ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اور (نمبر۶) ''یہ سب'' بیٹے کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتی ہیں۔

اور اگر کسی نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض سے نیچے ہیں اور ایک بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض سے نیچے ہیں اور ایک بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض سے نیچے ہیں۔ درج ذیل صورت (صورت آگے تشریح میں آرہی ہے) کی طرح کہ فریق اول کی علیا کے برابر کوئی بھی نہیں ہے اور فریق اول کی وسطیٰ فریق ثانی کی علیا کے محاذی ہے اور فریق اول کی سفلیٰ فریق ثانی کی وسطیٰ اور فریق ثالث کی علیا کے محاذی ہے، اور فریق ثانی کی سفلیٰ فریق ثالث کی وسطیٰ کے محاذی ہے اور فریق ثالث کی سفلیٰ کے محاذی کوئی بھی نہیں ہے۔ فریق اول کی علیا کے لئے نصف ہے اور فریق اول کی وسطیٰ اور اس کے محاذی (فریق ثانی کی علیا) کے لئے سدس ہوگا ثلثان کو پورا کرنے کے لئے البتہ اگر ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو وہ اپنے برابر والیوں اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے گا۔ اور جو اس سے نیچے ہوں گی وہ سب ساقط ہو جائیں گی۔

عینی بہنوں کے پانچ احوال ہیں (نمبر۱) ایک کے لئے نصف (نمبر۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دو ثلث (نمبر۳) اور عینی بھائی کے ساتھ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر حصہ پاتی ہیں کیونکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ بن جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ میت کے ساتھ قرب میں برابر ہوتے ہیں۔ اور (نمبر۵) ان کے لئے باقی ماندہ ہوگا بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ۔ رسول اکرم ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ **اجعلوا الاخواب مع البنات عصبة** (بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ)

علاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح ہیں اور ان کے کل احوال سات ہیں (نمبر۱) ایک کے لئے نصف، (نمبر۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دو ثلث جب کہ عینی بہنیں نہ ہوں اور (نمبر۳) ایک عینی بہن کی موجودگی میں ان کے لئے سدس ہے ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر۴) دو عینی بہنوں کے ساتھ یہ وراثت نہیں پاتیں البتہ (۵) اگر ان کے ساتھ ایک علاتی بھائی بھی موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنا دے گا اس صورت میں جو باقی بچے گا وہ ان کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور (نمبر۶) یہ علاتی بہنیں، بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے اور (نمبر۷) عینی و علاتی بہن بھائی، بیٹے، پوتے یا پرپوتے کی موجودگی میں محروم ہو جاتے ہیں اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوتے ہیں اور دادا کی موجودگی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محروم ہو جاتے ہیں اور علاتی بہن بھائی، عینی بھائی اور عینی بہن کی موجودگی میں بھی محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ عصبہ بن جاتے ہیں۔

ماں کے تین احوال ہیں (نمبر۱) سدس، اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ نیچے تک اور دو یا زیادہ بہن بھائیوں کی موجودگی میں (بھی ماں کو سدس ہی ملے گا) وہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں۔ اور (۲) تمام ترکہ کا ثلث ہے جب کہ ان مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ اور (۳) احدالزوجین کا فرضی حصہ نکال کر باقی کا ثلث اور یہ دو مسئلوں ہی میں ہوگا (۱) شوہر، اور ماں باپ (۲) بیوی اور ماں باپ۔ اور اگر باپ کی جگہ

دادا ہو تو ماں کے لئے جمیع مال کا ثلث ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی کا ثلث ہے۔

اور دادی کے لئے سدس ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا باپ کی طرف کی، ایک ہو یا زیادہ جب یہ سب ثابت ہوں اور میت کے ساتھ قرب درجہ میں برابر ہوں اور سب دادیاں، ماں کی موجودگی میں ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی طرف کی دادیاں، باپ کی موجودگی میں محروم ہوتی ہیں۔ اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہو جاتی ہیں۔ سوائے باپ کی ماں کے اگرچہ اوپر تک ہو، یہ دادا کے ساتھ بھی وراثت پاتی ہے۔ کیونکہ یہ دادی اس دادا کی نسبت کی وجہ سے دادی نہیں ہے۔ اور قریبی درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے قرب رکھتی ہو، خود وارث ہو یا محجوب ہو، دور کا درجہ رکھنے والی کو محروم کر دیتی ہے دور کا درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے دادی ہو۔ اور جب ایک دادی ایک قرابت والی ہو مثلاً باپ کی ماں کی ماں ہو اور دوسری دو یا زیادہ قرابتوں والی ہو مثلاً ماں کی نانی ہو اور وہی باپ کی دادی بھی ہو۔ اس صورت کی طرح (اس کی صورت آگے تشریح میں آ رہی ہے) تو امام ابو یوسف کے نزدیک ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ''سدس'' آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک جہات کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ''سدس'' اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کے متعلق احکام

ذوی الفروض میں آٹھ عورتیں ہیں، جن میں سے سب سے پہلے بیوی کا تذکرہ ہے، زوجہ کا حصہ بیٹی پر مقدم اس لئے کیا کہ زوجہ، ولادت کے سلسلہ میں اصل ہے۔ کیونکہ ساری اولاد اسی سے ہوتی ہے۔ نیز زوج کے ساتھ عموماً تذکرہ ''زوجہ'' کا ہی ہوا کرتا ہے اس لئے زوجہ کو دیگر پر مقدم کیا۔

اما للزوجات فحالتان......الخ

زوجہ کے احوال

زوجہ کے 2 احوال ہیں۔

(i)......ربع۔

(ii)......ثمن۔

(i)......ربع

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد [1]۔

''تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو'' (کنزالایمان)

مسئلہ 4

میت

بیوی	چچا
ربع	مابقی
1	3

---

[1] النساء:12

(ii)......ثمن

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد ہو۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فان کان لکم ولد فلھن الثمن [1]

''پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں'' (کنزالایمان)

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹا
ثمن	مابقی
1	7

قولہ فصاعدۃ الخ

یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ بیوی ایک ہو یا زیادہ ان کے لئے جو دو حالتیں بیان کی گئی ہیں یہی رہیں گی ان میں اضافہ نہیں ہوگا یعنی اگر میت کی اولاد ہے تو بیویوں کا کل حصہ ثمن ہی ہے بیوی ایک ہو یا زیادہ تمام میں یہی ثمن ہی تقسیم کیا جائے گا اور اگر میت کی اولاد نہیں ہے تو ان کا کل حصہ ربع ہی ہے اور ان تمام میں یہ ربع ہی تقسیم کیا جائے گا، بیوی ایک ہو یا زیادہ۔

قولہ واما لبنات الصلب الخ

﴿بیٹی کے احوال﴾

حقیقی بیٹی کے 3 احوال ہیں۔

(۱)......نصف۔

(۲)......ثلثان۔

(۳)......تعصیب۔

---

[1] النساء:11

1۔ نصف

یہ اس وقت ہے، جب بیٹی اکیلی ہو، اور کوئی بیٹا نہ ہو۔ اس کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف [۱]

''اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا'' (ترجمہ کنزالایمان)

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن الاسود بن یزید قال انا معاذ بن جبل بالیمن معلما وامیرا فسالتہ عن رجل توفی وترک ابنتہ واختہ فاعطی الابنۃ النصف والاخت النصف [۲]

''حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر یمن بھیجا گیا تو میں نے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو مر گیا اور ایک بہن اور ایک بیٹی چھوڑی۔ تو آپ نے ''نصف'' بہن کو اور ''نصف'' بیٹی کو دلوایا''

مسئلہ 2

میت

بیٹی	بہن
نصف	باقی (نصف)
1	1

(ii)......ثلثان

یہ اس وقت ملے گا جب بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مماترک [۳]

''پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی'' (ترجمہ کنزالایمان)

---

[۱]......النساء: 11

[۲]......بخاری شریف جلد 4 کتاب الفرائض، صفحہ 316 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[۳]......النساء: 176

بیٹیاں دو ہوں یا دو سے زیادہ، سب کے لئے ثلثان ہی ہے یہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 3

میت

2 بیٹیاں	بہن
ثلثان	مابقی
2	1

دو بیٹیوں کی وراثت میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور جمہور کا اختلاف

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما کا مؤقف یہ ہے کہ ایک بیٹی کے لئے بھی ”نصف“ ترکہ ہے اور دو کے لئے بھی ”نصف“ ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے:

”فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثاماترك“ [1]

”پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کا ترکہ کا دو تہائی“ (ترجمہ کنزالایمان)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ”دو تہائی“ ترکہ کا حکم، دو سے زیادہ بیٹیاں ہونے پر معلق کیا ہے۔ اور یہ قانون ہے کہ جو چیز ”معلق بالشرط“ ہو وہ شرط پائے جانے سے پہلے معدوم ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک بیٹیاں دو سے زیادہ نہ ہونگیں اس وقت تک ان کے لئے ”دو تہائی“ کا حکم بھی ثابت نہ ہوگا بلکہ ”نصف“ ہی ہوگا۔ اور یہ بالاجماع ثابت ہے کہ جب بیٹا نہ ہو تو بیٹی کا حصہ نصف ہوا کرتا ہے۔ اب ان 2 کو، دو تہائی تو مل نہیں سکتا، کیونکہ وہ دو سے زیادہ نہیں ہیں جبکہ دو تہائی حصہ، دو سے زیادہ کا ہے۔ اس لئے ان صرف دو (جو کہ دو سے زیادہ نہیں ہیں) کے لئے نصف ہی کا حکم جاری کیا جائے گا۔

---

[1] ع......النساء:11

جمہور کا موقف

جمہور کا موقف یہ ہے کہ دو کو بھی ''دو تہائی'' ملے گا۔

پہلی دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

للذ کر مثل حظ الانثیین

'' بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے'' (ترجمہ کنزالایمان)

اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو اس صورت میں بیٹے کو دو تہائی ملے گا اور بیٹی کو ایک تہائی۔ معلوم ہوا کہ ایک بیٹے کا حصہ دو تہائی ہے۔ اور ایک بیٹے کا حصہ، دو بیٹیوں کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر ایک بیٹے کو دو تہائی ملے گا تو یقیناً دو بیٹیوں کو بھی دو تہائی ہی ملے گا تبھی تو یہ بات سچی ہو سکے گی کہ ''ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے''۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ایک بیٹے کا حصہ برابر ہے دو بیٹیوں کے تو جب ایک بیٹے کا حصہ دو تہائی ہوگا تو دو بیٹیوں کا حصہ بھی تو دو تہائی ہی ہوگا جبکہ ان کے ساتھ کوئی بیٹا نہ ہو۔

دوسری دلیل

ایک بہن ہو تو ''نصف'' پاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ولہ اخت فلها نصف ماترک

''اور اس کی ''ایک'' بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے'' (کنزالایمان)

اور اگر ''دو'' ہوں تو ان کے لئے ''دو ثلث'' ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فان کانتااثنتیں فلهما الثلثان مماترک

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دو تہائی'' (کنزالایمان)

بیٹیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ چونکہ بہن ایک ہونے کی صورت میں ''نصف'' اور دو ہونے کی صورت میں ''دو ثلث'' پاتی ہیں، اس لئے بیٹیاں بھی

ایک ہونے کی صورت میں ''نصف'' اور دو ہونے کی صورت میں ''دوثلث'' پائیں گی۔ کیونکہ بہنوں کو میت کے ساتھ جو قرابت حاصل تھی اس سے کہیں زیادہ قرابت بیٹی کو حاصل ہے۔ تو جب بہن ایک ہو کر نصف اور دو ہونے کی صورت میں دوثلث کی حقدار ہے تو بیٹی بدرجہ اولیٰ ایک ہو تو ''نصف'' اور دو ہوں تو ''دوتہائی'' پائیں گی۔

تیسری دلیل

جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے ایک زوجہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے دستور قدیم کے طور پر کل مال پر قبضہ کرلیا، زوجہ اور بیٹیاں محروم رہ گئیں۔ ان کی زوجہ اپنی بیٹیوں کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئی اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کی کہ: حضور بچیوں کی شادی کرنی ہے، کچھ مال نہ ہو تو معاملات کیسے نبھائے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اور یہ کہہ کر رخصت فرمادیا کہ: عنقریب اللہ عزوجل اس کا فیصلہ فرمادیگا۔ وہ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد پھر دوبارہ حاضر خدمت ہوگئی اور رونے لگی۔ اللہ عزوجل کو اس کا رونا پسند آگیا سورۃ النساء نازل ہوئی جس میں یہ آیت تھی:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین [1]

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے'' (کنزالایمان)

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے سعد کے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دوتہائی حصہ لڑکیوں کو دے، آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی جو کچھ بچے وہ تمہارا ہے۔ [2] اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ دو بیٹیوں کو ''دوتہائی'' ہی ملتا ہے۔

---

[1] ...... النساء: 11

[2] ......(i) جامع اسباب النزول، صفحہ 95، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

......(ii) جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 30، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔

......(iii) سنن ابن ماجہ، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

چوتھی دلیل

ایک لڑکی کو ایک لڑکے کے ساتھ ’’ثلث‘‘ ملتا ہے۔ اب اگر اس لڑکے کی جگہ لڑکی ہو تو وہ ’’ثلث‘‘ اب بھی باقی رہے گا۔ کیونکہ وہ لڑکی جو لڑکے کے ساتھ ’’ثلث‘‘ حاصل کر چکی ہے وہ لڑکی کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ ’’ثلث‘‘ حاصل کرے گی؟ اب جبکہ ایک لڑکی کو ’’ثلث‘‘ ملا۔ اس کے ساتھ دوسری بھی تو لڑکی ہے۔ اس کو بھی ’’ثلث‘‘ ہی ملنا چاہئے اور جب دونوں کو ایک ایک ثلث ملا تو دونوں کے حصہ ’’دوثلث‘‘ ہوگا۔ یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ دولڑکیاں ہوں تو ان کو ’’دوثلث‘‘ ملیں گے۔

سوال

ایک بیٹی کیلئے آدھا حصہ تھا اب ’’2‘‘ ہوئیں تو دوثلث ہوا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ایک کے اضافہ سے ایک ’’سدس‘‘ کا اضافہ ہوا۔ کیونکہ آدھا (1/2) اور ’’سدس‘‘ (1/6) مل جائیں تو ’’دوثلث‘‘ (2/3) ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک لڑکی کے بڑھنے سے ایک ’’سدس‘‘ (1/6) بڑھا۔ لہذا ہر بیٹی کے اضافہ پر ایک ’’سدس‘‘ (1/6) بڑھنا چاہئے۔ اس قانون کے تحت تو اگر چار لڑکیاں ہوں تو وہ کل مال کی وارث ہو جائیں گی۔ کیونکہ 2 نے دوتہائی لیا۔ باقی بچا ’’ایک تہائی‘‘۔ اور ایک تہائی ’’دوسدس‘‘ کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر دولڑکیاں مزید ہوں یعنی کل چار ہو جائیں تو سارے کا سارا مال سمیٹ لیں گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب

جی نہیں یہ قیاس اور منطق صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے:

فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثاماترک [1]

’’پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دوتہائی‘‘ (ترجمہ کنز الایمان) جب قرآن کی نص آ گئی تو اپنا قیاس چھوڑ دینا چاہئے۔

---

[1] [illegible]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو جمہور کی طرف سے جواب:

جو حکم کسی شرط پر معلق کر دیا جائے یہ ضروری نہیں کہ اب وہ صرف اسی شرط کے پائے جانے سے ہی پایا جائے گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور وجہ سے پایا جائے۔ مثلاً کسی شخص نے بیوی کو کہا: اگر تو زید کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اب اگر شوہر بیوی کو طلاق صریح بھی دے گا تو نہیں ہوگی۔ یہاں دیکھیں ایک حکم جس شرط پر معلق کیا تھا اس شرط کے مفقود ہونے کے باوجود ایک دوسری علت پائے جانے کی بناء پر پایا گیا۔ اسی طرح ’’تحقق ثلثان‘‘ بھی اگرچہ معلق تھا ’’فوق اثنتین‘‘ پر۔ لیکن ہمارے دیگر دلائل نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ حکم جو دو سے زیادہ پر موقوف تھا وہ ایک دوسری وجہ سے ’’دو‘‘ کے لئے بھی ثابت ہے۔ یہ اعتراض تو تب ہو کہ ’’فوق اثنتین‘‘ کی شرط پائی جائے اور ہم ’’دو ثلث‘‘ کا حکم نہ لگائیں۔ ہم ’’فوق اثنتین‘‘ پر تو ’’ثلثان‘‘ کا حکم لگا رہے ہیں۔ جبکہ ’’فوق اثنتین‘‘ سے پہلے دوسری دلیل کی بناء پر حکم لگا رہے ہیں۔

(iii)......عصبہ

اگر بیٹیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو اس صورت میں وہ بیٹا ان بیٹیوں کو عصبہ بنا دے گا لہٰذا اب ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا یعنی بیٹے کو بیٹی سے دوگنا ملے گا۔

قولہ وبنات الابن کبنات الصلب الخ

﴿پوتیوں کے احوال﴾

ان کے "6" احوال ہیں۔

﴿1﴾......نصف

یہ اس صورت میں ہے جب پوتی اکیلی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف

"اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا" (ترجمہ کنزالایمان)

مسئلہ2

میت

پوتی	بھائی
نصف	مابقی
1	1

نوٹ

یہ حال اگرچہ بیٹیوں کا ہے لیکن چونکہ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں پوتیاں ان کے قائم مقام ہوتی ہیں اور وہی حصہ پاتی ہیں جو بیٹیاں پاتی ہیں اس لئے پوتیوں کے ثبوتِ احوال کے لئے بھی یہی آیت کافی ہے۔

﴿2﴾......ثلثان

یہ اس صورت میں ہے کہ پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی بیٹی نہ ہو۔ کیونکہ بنات کے سلسلہ میں صراحتاً نص وارد ہے اس لئے جب تک ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگی وہ اپنا مقررہ حصہ پائے گی۔ ہاں اس کے حصہ وصول کرنے کے بعد جو بچ رہے وہ پوتیوں کو دیا جائے گا۔ نیز بیٹیوں کو میت کے ساتھ کمال قرب حاصل ہے جس سے پوتیاں محروم ہیں۔ چنانچہ پوتیاں "بنات الصلب" نہ ہونے کی صورت میں ان کے قائم مقام ہونگیں۔

مسئلہ3

میـــــــــــــــــــت

بھائی	2پوتیاں
مابقی	ثلثان
1	1+1=2

(3)......سدس

یہ اس صورت میں ہے کہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بیٹی ہو۔

بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس پانے کی دلیل

(ا)حدیث شریف میں ہے:

جاء رجل الیٰ ابی موسیٰ الاشعری وسلیمان بن ربیعه الباهلی فسالهما عن ابنة وابنة ابن واخت لاب وام فقالاللابنة النصف ومابقی فللاخت وائت ابن مسعود فسیتابعنا فاتیٰ الرجل ابن مسعود فساله واخبره بماقالا فقال عبدالله قدضللت اذا وماانا من المهتدین ولکنی ساقضی بماقضیٰ رسول الله ﷺ للابنة النصف ولابنة الابن السدس تکملة للثلثین ومابقی فللاخت ۞

''ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک عینی بہن کے بارے میں وراثت کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کا نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کا ہے۔ اور فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود کے پاس جانا وہ بھی ہماری اتباع کرتے ہوئے یہی فیصلہ کریں گے۔ وہ آدمی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا اور یہی سوال پوچھا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ وہ دونوں بزرگ یوں کہہ رہے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوں تو میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ رہوں۔ میں تو وہ فیصلہ کروں گا جو حضور ﷺ نے کیا

تھا، بیٹی کے لئے آدھا ہے، پوتی کے لئے چھٹا ہے تکملة للثلثین اور جو بچے وہ بہن کا ہے“[1]

(۲) چونکہ بنات کا کل حصہ ”ثلثان“ ہی ہے۔ بنات خواہ ”حقیقی“ ہوں یا ”بنات الابن“ ہوں۔ ”ثلثان“ سے زیادہ ان کو کسی طور بھی نہیں دیا جائے گا۔ اس ثلثان میں سے نصف حصہ بیٹی کا ہوگیا اور بیٹیوں (جن میں پوتیاں اور بہنیں بھی شامل ہیں) کے ”ثلثان“ میں سے اب صرف ”سدس“ ہی باقی ہے کیونکہ نصف اور سدس مل جائیں تو ”ثلثان“ بنتا ہے لہذا پوتیوں کو ایک بیٹی کے ساتھ سدس ملے گا۔

مسئلہ6

م یت

پوتی	بیٹی	بھائی
سدس	نصف	باقی
1	3	2

(4) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دو صلبی بیٹیاں ہوں اور ان کے درجہ میں یا ان کے نیچے کوئی لڑکا نہ ہو۔ کیونکہ بنات کا کل حصہ ”ثلثان“ ہی تھا اور وہ دو صلبی بیٹیاں لے چکیں تو اب پوتیوں کے لئے کچھ نہیں ہے۔ لہذا یہ محروم ہونگیں۔

(5) باقی ماندہ تمام مال

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ عصبہ بنیں، یہ اس وقت ہوگا جب کہ ان کے درجہ میں یا ان کے بعد کوئی لڑکا ہو تو وہ اپنے درجہ والیوں کو اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے گا۔ جیسا کہ بیٹا بیٹیوں کو عصبہ کر دیتا ہے اسی طرح بیٹا نہ ہونے کی صورت میں پوتا اپنی بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ مل کر ان کو عصبہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہی ایک سدس ان سب کے

---

[1] ......(1) جامع الترمذی جلد 2، صفحہ 30 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ کراچی۔

......(ii) بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

......(iii) ابن ماجہ، صفحہ 200، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ3تصحیح9

میـــــــــــــــــــــــت

پوتی	پوتا	2بیٹیاں
عصبہ	عصبہ	ثلثان
1	2	3+3=6

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ کا موقف یہ ہے کہ اگر دوصلبی بیٹیاں ہوں اوران کے بعد پوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہوتو وہ اپنی بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا۔ بلکہ کل ترکہ وہ خود لے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

پہلی دلیل

اس لئے کہ اگر صلبیتین (دوحقیقی بیٹیوں) سے بچاہوا مال (ایک تہائی) اگران کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت تقسیم کیا جائے تو بعض صورتوں میں لڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ جائے گا۔ حالانکہ وہ دوتہائی سے زائد کی مستحق ہی نہیں ہیں۔

جمہور کا جواب

صلبیتین (دوحقیقی بیٹیوں) کے لئے ثلثان ''فرضی حصہ'' ہےاور حدیث شریف میں اس کے ''فرضی حصہ'' کے ''ثلثان'' سے زیادہ نہ ہونے کی بات ہے۔ یہاں پر جولڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ رہا ہے وہ ''عصبہ'' ہونے کی بناء پر ہے۔ اس لئے لڑکیوں کے حصہ میں اضافہ لازم نہ آیا۔ چونکہ یہاں پر '' ثلثان'' کا سبب اور (فرضیت) تھا۔ اور اس پر ''اضافہ'' کا سبب اور (عصوبت) ہے۔ جب اسباب مختلف ہوگئے تو پھر ایک حق کو (جو ایک سبب سے حاصل ہوا) دوسرے حق کے ساتھ (جو کہ دوسرے سبب سے ملا) لاحق نہیں کرسکتے۔ اور یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ لڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ گیا۔ یہ اعتراض تو آپ تب کرتے کہ ہم ان لڑکیوں کو ''ثلثان'' سے زیادہ ''فرضی حصہ'' کے طور پر دیتے۔

دوسری دلیل

عصبہ بننے کی صلاحیت اس عورت میں ہے جو اکیلی ہو (یعنی اس کے ساتھ وہ مذکر نہ ہو جس نے اس کو عصبہ کیا) تو ''ذات الفرض'' ہو۔ جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ اگر کوئی بیٹا نہ ہو تو ایک بیٹی ''نصف'' ترکہ پاتی ہے یہ بھی فرضی حصہ ہے اور دو ہوں تو ''ثلثان'' پاتی ہیں یہ بھی فرضی حصہ ہے۔ اس کے برعکس بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں ہیں، کہ یہ اگر ان مذکروں سے خالی ہوں جو ان کو عصبہ کر سکتے ہیں تو یہ ''ذی فرض'' نہیں بنتیں۔ لہذا یہ کسی کے ساتھ ہو کر عصبہ بھی نہیں بن سکتیں۔ بالکل یہی صورت حال یہاں پر ہے کہ پوتیاں اگر ایسے مذکر سے جدا ہوں جو ان کو عصبہ کر سکتے ہیں تو وہ ذی فرض نہیں ہو سکتیں اس لئے ان مذکروں کے ساتھ وہ عصبہ بھی نہیں بن سکے گی۔ معلوم ہوا کہ پوتیاں اپنے محاذی مذکر یا اپنے سے نیچے مذکر کی وجہ سے عصبہ نہیں بن سکتیں۔

جمہور کی طرف سے جواب

ہم یہ بات بالکل مانتے ہیں کہ جو ذی فرض نہیں ہو سکتی وہ عصبہ بھی نہیں ہو سکتی لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ پوتیاں ایسی ہیں کہ یہ اپنے عصبہ کرنے والے مذکر سے خالی ہوں تو وہ ''ذی فرض'' بھی نہیں بنتیں۔ کیونکہ اگر صلبی لڑکیاں نہ ہوں اور ساتھ کوئی پوتا نہ ہو تو پوتی نصف حصہ پاتی ہے، یہ حصہ اس کو ''ذی فرض'' ہونے کی وجہ سے نہیں ملا تو اور کس بنیاد پر ملا ہے؟ اسی طرح 2 ہوں تو ''ثلثان'' پاتی ہیں۔ یہ فرضی حصہ نہیں تو اور کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی ذی فرض بن کر ظاہر ہو گیا اور کوئی ذی فرض تو بنا لیکن کسی کے پیچھے چھپ گیا اور محجوب ہو گیا۔

جیسا کہ کسی کے پاس سو روپے موجود ہوں لیکن اگر وہ جیب میں چھپے ہوئے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے پاس سو روپے موجود ہی نہیں ہیں بلکہ موجود تو ہیں صرف نظر نہیں آ رہے۔ یونہی سورج کبھی بادلوں کے پیچھے چھپ جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سورج موجود ہی نہ رہا۔ اسی طرح موجودہ صورت میں اگرچہ ان کو فرضی حصہ مل نہیں

رہا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں۔

قیاس کا جواب

باقی رہا یہ مسئلہ کہ آپ نے اس کو بہن کی بیٹیوں اور چچا کی بیٹیوں پر قیاس کیا تو یہ "قیاس مع الفارق" ہے۔ کیونکہ بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تو کسی صورت میں "ذی فرض" بنتی ہی نہیں ہیں جبکہ بہن اور بیٹی ذی فرض بنتی ہے۔ جب بہن اور بیٹی کا بہن کی بیٹی اور چچا کی بیٹی کیساتھ فرق ہے تو پھر بہن اور بیٹی کو اُن پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ "جس طرح بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتی اسی طرح پوتیاں بھی تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں" درست نہ ہوگا۔

(6) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ پوتیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا ہو۔ کیونکہ وہ عصبہ بن کر سارا مال لے گا۔ اس لیے ان کے واسطے کچھ نہیں بچے گا۔ لہذا یہ محروم ہو جائیں گی۔

قولہ ولو ترک ثلث بنات الخ

مسئلہ تشبیب

مسئلہ تشبیب یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ یونہی ایک دوسرے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ یونہی ایک تیسرے بیٹے کے پوتے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید کا ایک بیٹا منصور ہے، منصور کا ایک بیٹا خالد اور ایک بیٹی خالدہ ہے، پھر خالد کا ایک بیٹا شاہد اور ایک بیٹی شاہدہ ہے، پھر شاہد کا ایک بیٹا ناصر اور ایک بیٹی ناصرہ ہے۔ اسی طرح زید کا ایک اور بیٹا محمود ہے، محمود کا ایک بیٹا محبوب ہے، محبوب کا ایک بیٹا جمیل اور ایک بیٹی جمیلہ ہے، جمیل کا ایک بیٹا عقیل اور ایک بیٹی عقیلہ ہے، پھر عقیل کا ایک بیٹا جلیل اور ایک بیٹی جلیلہ۔۔

اسی طرح زید کا ایک اور تیسرا بیٹا جلال الدین ہے، جلال الدین کا ایک بیٹا جمال الدین ہے، جمال الدین کا ایک بیٹا علاؤ الدین ہے، اب علاؤالدین کا ایک بیٹا حبیب الرحمٰن اور ایک بیٹی حبیبہ ہے، پھر حبیب الرحمٰن کا ایک بیٹا عزیز الرحمٰن اور ایک بیٹی عزیزہ ہے، پھر عزیز الرحمٰن کا ایک بیٹا منیب الرحمٰن ہے اور ایک بیٹی منیبہ ہے۔ اب مجموعی صورت حال یہ ہے کہ زید کے تمام بیٹے اور پوتے یعنی کہ منصور، خالد، شاہد، ناصر، محمود، محبوب، جمیل، عقیل، جلیل، جلال الدین، جمال الدین، علاؤالدین، حبیب الرحمٰن، عزیز الرحمٰن اور منیب الرحمٰن سب فوت ہو چکے ہیں اور سب پوتیاں موجود ہیں۔

اب وراثت تقسیم کرنی ہے تو مسئلہ 6 سے بنے گا نصف ملے گا خالدہ کو اور بقیہ تمام پوتیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اب اگر ان میں سے کسی ایک کے مساوی کوئی لڑکا ہو تو وہ ان سب محاذیات اور اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے گا اور ترکہ سب عصبات کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اور جو لڑکیاں اس ایک لڑکے سے نیچے ہونگیں وہ محروم ہو جائیں گی کیونکہ عصبات سے نیچے والے سب محروم ہوتے ہیں۔

مسئلہ تشبیب میں محتمل صورتیں درج ذیل ہیں۔

نمبر:1

ہر درجہ میں ہر لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں سب سے پہلی صنف (منصور کی اولاد) میں جو لڑکا (خالد) ہوگا وہ اپنی بہن (خالدہ) کو عصبہ بنا دیگا اور سارا مال ان دونوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا کیونکہ انکے محاذی کوئی بھی نہیں ہے بلکہ ان کے محاذی تو محبوب اور جمال الدین ہے (جو کہ فوت ہو چکے ہیں)

مسئلہ 3

میت

پوتا (خالد)	پوتی (خالدہ)
2	1

نمبر:2

ایک لڑکا پہلی صنف کی علیا کے محاذی ہو۔

یعنی خالد اور خالدہ دونوں موجود ہیں۔ تو مال دونوں کے درمیان ''اثلاثا'' ہوگا۔ یعنی کل مال کے تین حصے کرلیں گے جس میں سے ایک حصہ خالدہ کو دیں گے اور دو حصے خالد کو۔

مسئلہ 3

میت

پوتا (خالد)	پوتی (خالدہ)
2	1

نمبر:3

صنف اول کی وسطی کے محاذی لڑکا ہوگا۔

یعنی شاہدہ کے ساتھ شاہد بھی موجود ہے، یہ شاہد اور شاہدہ صنف ثانی (محمود کی اولاد) کی علیا (جمیلہ) کے محاذی ہے۔ جبکہ صنف ثالث (جلال الدین کی اولاد) کی علیا ابھی ان سے بھی نیچے ہے۔

ایسی صورت میں مسئلہ 8 سے بنے گا۔ ان میں سے 4، صنف اول (منصور کی اولاد) کی علیا (خالدہ کو) کیونکہ اس درجہ میں وہ اکیلی ہے، ''2'' شاہد کو، ''1'' شاہدہ کو اور ''1'' جمیلہ کو دیں گے۔ کیونکہ شاہد صنف اول (اولاد منصور) کی وسطی (شاہدہ) اور صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جمیلہ) کے محاذی ہے۔ (یہاں پر مسئلہ آٹھ سے بنایا گیا جبکہ اصلاً 8 سے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چار سے سہام پورے نہیں ہورہے تھے اس لئے یہاں پر تصحیح کا ایک قانون استعمال کیا گیا ہے (جو کہ آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے)۔

مسئلہ 8

میت

پوتی شاہدہ	1 پرپوتا	2 پرپوتیاں
نصف	عصبہ	عصبہ
4	2	2

نمبر: 4

لڑکا (ناصر) صنف اول (اولاد منصور) کی سفلیٰ (ناصرہ) کے محاذی ہے۔ یعنی صنف ثانی (اولاد منصور) کی وسطیٰ (عقیلہ) اور صنف ثالث (اولاد جلال الدین) کی علیا (حبیبہ) کے محاذی ہوگا۔ ایسی صورت میں مسئلہ 60 سے بنے گا۔ یہاں پر بھی قانونِ تصحیح کی وجہ سے ایسا ہوا (اس لئے یہ بحث کہ مسئلہ 60 سے کیسے بنا ایک طرف رکھتے ہوئے ابھی صرف اتنا سمجھ لیں کہ وہ ساٹھ سہام کس کس کو کیسے کیسے تقسیم کئے جائیں گے) چنانچہ 30 سہام، صنف اول (اولاد منصور) کی علیا (خالدہ) کو دے دیں گے۔ باقی بچے 30۔ ان میں سے 5 صنف اول (اولاد منصور) کی وسطیٰ (شاہدہ) کو۔ اور 5 صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جمیلہ) کو۔ باقی سہام 20 بچے ہیں اور چار افراد ''عصبات'' موجود ہیں۔ صنف اول کی سفلیٰ (ناصرہ) اور ناصر، صنف ثانی کی وسطیٰ (عقیلہ) اور صنف ثالث کی علیا (حبیبہ)۔ ان چاروں میں 20 سہام للذکر مثل خط الانثیین کے طور پر تقسیم ہونگے۔ لہذا 20 میں سے 8 حصے ناصر کو، 4 حصے ناصرہ کو، 4 حصے عقیلہ کو اور 4 حصے حبیبہ کو دیں گے۔ اس صورت میں تین لڑکیاں وراثت سے محروم رہیں۔

نمبر (۱) صنف ثانی کی سفلیٰ (جلیلہ)
نمبر (۲) صنف ثالث کی وسطیٰ (عزیزہ)
نمبر (۳) صنف ثالث کی سفلیٰ (منیبہ)

مسئلہ 60

میت

پوتی	2 پر پوتیاں	3 سکر پوتیاں	1 سکر پوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
30	10	12	8

نمبر:5

لڑکا محاذی ہو صنف ثانی کی سفلیٰ کے۔

یعنی جلیلہ کے ساتھ جلیل بھی زندہ ہے۔ اب کی بار سوائے صنفِ ثالث کی سفلیٰ (منیبہ) کے باقی سب کو وراثت ملے گی۔ پہلی تین یعنی صنف اول کی علیا (خالدہ) اور وسطیٰ (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو بطور ذی فرض حصہ ملے گا۔ اور باقیات کو بطور عصبہ۔ اسکا مسئلہ 84 سے بنے گا۔ اس میں سے نصف یعنی 42 سہام صنف اول کی علیا (خالدہ) کو، 7 سہام صنف اول کی وسطیٰ (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو کل مال کا سدس (14 سہام) دیا اس طرح کہ ہر ایک کو 7،7 سہام آئیں۔ یہ کل 56 ہوئے۔ باقی بچے 28۔ یہ سہام پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں **للذکر مثل** حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہونگے۔ چنانچہ ان 28 میں سے 8 سہام جلیل کو۔ اور بقیہ پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک یعنی ناصرہ، عقیلہ، جلیلہ، حبیبہ اور عزیزہ کو 4،4 حصے دیے جائیں گے۔

مسئلہ 84

میت

پوتی	2 پرپوتیاں	5 سکرپوتیاں	1 سکرپوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
42	14	20	8

نمبر:6

اگر صنف ثالث کی سفلیٰ کے محاذی کوئی لڑکا ہو۔

یعنی منیب زندہ ہے۔ تو اس صورت میں تمام لڑکیاں حصہ پائیں گی۔ ان میں سے پہلی تین یعنی کہ صنف اول کی علیا (خالدہ) اور وسطیٰ (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) تو بطور ذی فرض حصہ پائیں گی جبکہ بقیہ تمام لڑکیاں عصبہ کے طور پر وراثت حاصل کریں گے۔

چنانچہ مسئلہ 24 سے بنے گا (اس میں بھی تداخل ہو رہا تھا چونکہ ابھی آپ نے وہ

پڑھا نہیں اس لئے اس مقام پر ہم نے اس کی بحث کو نہیں چھیڑا بلکہ ڈائرکٹ آپ کو مسئلہ چوبیس سے بنادیا) اب ان میں سے 12 حصص (جو کہ 24 کا نصف ہے) خالدہ کو۔ 2 صنف اول کی وسطیٰ (شاہدہ) کو۔ 2 صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو۔ یہ ثلثان مکمل ہوا۔ 24 میں سے آٹھ باقی بچے۔ اور کل 6 لڑکیاں اور ایک لڑکا ابھی باقی ہے۔ چنانچہ ہر لڑکی (ناصرہ، عقیلہ، جلیلہ، حبیبہ، عزیزہ، اور منیبہ) کو 1، 1 اور منیب الرحمٰن کو 2 حصے دیے جائیں گے۔

مسئلہ 24

میت

1 پوتی	2 پرپوتیاں	6 سکڑپوتیاں	1 سکڑپوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
12	4	6	2

سوال

پوتیوں میں جہاں کہیں نیچے لڑکا محاذی آیا، آپ نے اس کے محاذی اور اوپر سب لڑکیوں کو عصبہ بنا دیا لیکن صنف اول کی علیا (خالدہ) اور وسطیٰ (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو عصبہ نہیں بنایا، جب نیچے کا لڑکا اپنے محاذیات کو عصبہ بنا سکتا ہے جو کہ قرابت میں دوسری عورتوں سے دور ہے پھر وہ اُن کو عصبہ کیوں نہیں بنا رہا جو ان نیچے کی عورتوں سے زیادہ قریب ہیں۔

جواب

لڑکیوں میں جو ذی فرض کے طور پر حصہ پالیتی ہے وہ پھر بطور عصبہ حصہ نہیں لے سکتی۔ ہاں جن کو ذی فرض کے طور پر حصہ نہیں ملا وہ بطور "عصبہ" حصہ پاسکتی ہیں۔ چونکہ موجودہ مسئلہ میں یہ تینوں لڑکیاں فرضی حصہ حاصل کر چکی ہیں اس لئے اب وہ عصبہ نہیں بن سکتیں۔

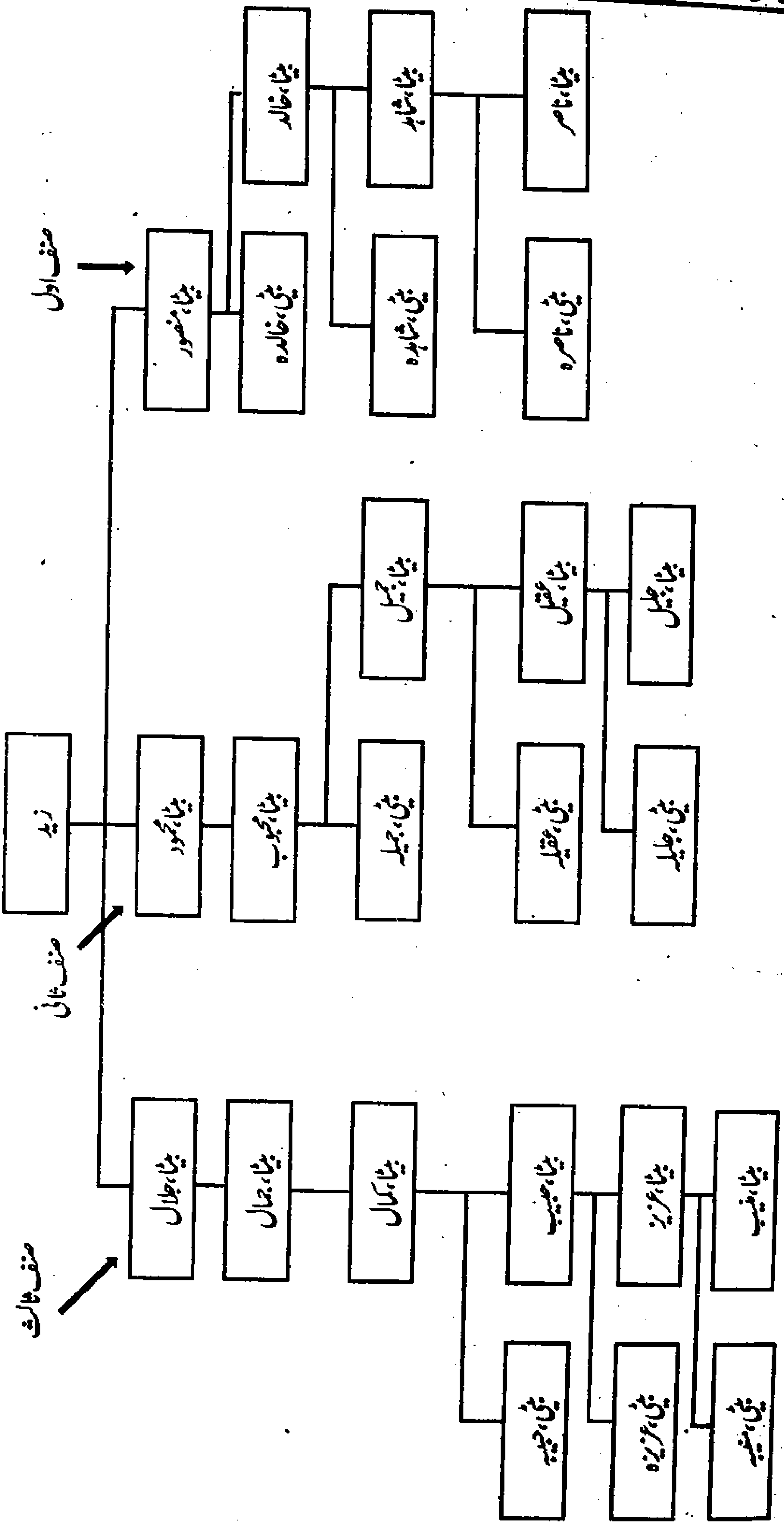
صنف اول
صنف ثانی
صنف ثالث
زید
بیٹا منصور
بیٹی خالدہ
بیٹا خالد
بیٹی شاہدہ
بیٹا شاہد
بیٹی ناصرہ
بیٹا ناصر
بیٹا محمود
بیٹا محبوب
بیٹی جمیلہ
بیٹا جمیل
بیٹی عقیلہ
بیٹا عقیل
بیٹی جلیلہ
بیٹا جلیل
بیٹا جلال
بیٹا جمال
بیٹا کمال
بیٹا حبیب
بیٹی حبیبہ
بیٹا عزیز
بیٹی عزیزہ
بیٹا منیب
بیٹی منیبہ

واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للاثنين فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين يصرن به عصبة لاستوائهم فى القرابة الى الميت ولهن الباقى مع البنات او بنات الابن لقوله عليه السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة والاخوات لاب كالاخوات لاب وام ولهن احوال سبع النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم الاخوات لاب وام ولهن السدس مع الاخت لاب وام تكملة للثلثين ولايرثن مع الاختين لاب وام الا ان يكون معهن اخ لاب فيعصبهن والباقى بينهم للذكر مثل حظ الانثيين والسادسة ان يصرن عصبة مع البنات او بنات الابن لما ذكرنا وبنوالاعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان شفل وبالاب بالاتفاق وبالجد عند ابى حنيفة رحمة الله عليه ويسقط بنو العلات ايضا بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام اذا صارت عصبة واما للام فاحوال ثلاث السدس مع الولد او ولدالابن وان سفل او مع الاثنين من الاخوة والاخوات فصاعدا من اى جهة كانا وثلث الكل عند عدم هٰؤلآء المذكورين وثلث مابقى بعد فرض احد الزوجين وذلك فى مسئلتين زوج وابوين وزوجة وابوين ولو كان مكان الاب جد فللام ثلث جميع المال الا عند ابى يوسف رحمة الله عليه فان لها ثلث الباقى وللجدة السدس لام كانت او لاب واحدة كانت او اكثر اذا كن ثابتات متحاذيات فى الدرجة ويسقطن كلهن بالام والابويات ايضا بالاب وكذالك بالجد الا ام الاب وان علت فانها ترث مع الجد لانها ليست من قبله والقربىٰ من اى جهة كانت تحجب البعدىٰ من اى جهة كانت وارثة كانت القربىٰ او محجوبة واذا كانت الجدة ذات قرابة واحدة كام الاب والاخرىٰ ذات قرابتين او اكثر كام الام

وھی ایضا ام اب الاب بھذہ الصورہ یقسم السدس بینھما عند ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انصافا باعتبار الابدان وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اثلاثا باعتبار الجھات

ترجمہ

عینی بہنوں کے پانچ احوال ہیں ۔ (نمبر۱) ''نصف'' ایک کے لئے (نمبر۲) ''ثلثان'' دو اور اس سے زیادہ کے لئے اور (نمبر۳) عینی بھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین (کے طور پر حصہ پائیں گی کیونکہ) اس کے ساتھ وہ عصبہ بن جائیں گی اس لئے کہ وہ سب قرابت الیٰ المیت میں برابر ہیں اور (نمبر۴) ان کے لئے باقی ماندہ مال ہوگا حقیقی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة (بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ) اور علاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح ہیں اور ان کے سات احوال ہیں (نمبر۱) نصف ایک کے لئے ، (نمبر۲) ثلثان دو اور زیادہ کے لئے جب کہ عینی بہنیں نہ ہوں اور (نمبر۳) ان کے لئے سدس ہوگا ایک عینی بہن کے ساتھ ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر۴) دو عینی بہنوں کے ساتھ یہ حصہ نہیں پاتیں۔ مگر (نمبر۵) یہ کہ ان کے ساتھ کوئی عینی بھائی موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنادے گا تو باقی مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور (نمبر۶) چھٹا حال یہ ہے کہ بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ مل کر یہ عصبہ بن جاتی ہیں جیسا کہ پہلے بھی ہم نے ذکر کیا اور (نمبر۷) تمام علاتی اور اخیافی بہن بھائی بیٹے ، پوتے ، پوتے کے بیٹے نیچے تک سب کی موجودگی میں محروم ہوجاتے ہیں ۔ اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کی وجہ سے بھی محروم ہوجاتے ہیں اور علاتی بہن بھائی عینی بھائی اور بہن سے بھی محروم ہوجاتے ہیں جب یہ عصبہ بن جائیں۔ اور ماں کے تین احوال ہیں (نمبر۱) چھٹا حصہ ہے اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کے ساتھ یا کم از کم دو بہن ، بھائیوں کے ساتھ یہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں اور (نمبر۲) تمام مال کا ثلث ہے جب کہ یہ

مذکورہ تمام ورثہ نہ ہوں اور (نمبر۳) احدالزوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ نکال کر باقی کا ثلث اور یہ صرف دو مسئلوں ہی میں ہوگا نمبرایک جب کوئی عورت شوہر اور ماں باپ چھوڑ کر مری ہو یا کوئی مرد، بیوی اور ماں باپ چھوڑ کر مرا ہو اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کے لئے جمیع مال کا ثلث ہے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کل مال کا نصف دیا جائے گا۔ اور دادی کے لئے چھٹا حصہ ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا دادا کی طرف کی، ایک ہو یا زیادہ جبکہ سب جدہ ثابتہ ہوں اور میت کے ساتھ قرب درجہ میں برابر ہوں اور سب کی سب دادیاں، ماں کی موجودگی میں محروم ہو جاتی ہیں اور باپ کی طرف کی تمام دادیاں باپ کی موجودگی سے بھی محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دادا سے بھی محروم ہو جاتی ہیں مگر باپ کی ماں اگرچہ اوپر تک ہوں دادا کے ساتھ بھی حصہ پاتی ہے کیونکہ یہ دادا کے واسطے سے وارث نہیں ہے اور قریبی دادی کسی بھی جہت سے ہو دور والی کو مجوب کر دیتی ہے خواہ دور والی کسی بھی جہت سے ہو، قریبی دادی خود وارث ہو یا مجوب۔ اور جب ایک دادی ایک قرابت والی ہو جیسا کہ باپ کی ماں کی ماں اور دوسری دادی دو یا دو سے زیادہ قرابتوں والی ہو جیسا کہ ماں کی ماں کی ماں اور وہ میت کے باپ کے باپ کی بھی ماں ہو (اس کی تشریح صورت مسئلہ میں پیش کی جائے گی) تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایک سدس ان سب کے درمیان ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک ان کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے دو قرابتوں والی کو اور ایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ واما للاخوات لابن وام فاحوال خمس الخ

عینی بہنوں کے احوال

ان کے پانچ احوال ہیں۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا جب عینی بہن صرف ایک ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسری بہن یا کوئی بیٹی نہ ہو۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے:

وله اخت فلها نصف ماترك [1]

"اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے" (ترجمہ کنزالایمان)

مسئلہ 2

میت

عینی بہن	چچا
نصف	مابقی
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ عینی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك [2]

"پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی" (ترجمہ کنزالایمان)

سوال

- قرآن کریم میں تو صرف دو بہنوں کے لئے "ثلثان" حصہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے دو سے زیادہ کے لئے "ثلثان" کس بناء پر قرار دیا ہے؟

---

[1] النساء:176

[2] النساء:176

جواب

چونکہ ان کے لئے حصہ ''ثلثان'' ہی ہے۔ جب 2 بہنیں ''ثلثان'' کی مستحق ہیں تو پھر دو سے زیادہ تو بدرجہ اولیٰ ''ثلثان'' کی مستحق ہونگی۔

مسئلہ 3

مـــــیت

2 عینی بہنیں	چچا
ثلثان	مابقی
2	1

نوٹ

بہنوں کے احوال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ 2 ہوں تو ان کا ''ثلثان'' ہوگا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بیٹیاں بھی اگر دو ہوں تو ان کے لئے بھی ''ثلثان'' ہی ہوگا کیونکہ '' بہن'' کی قرابت ''بیٹی'' سے کم ہوتی ہے۔ تو جب بہن دور کی قرابت دار ہوکر ''ثلثان'' پا رہی ہے تو پھر بیٹیاں قریب کی قرابت دار ہوتے ہوئے کیوں محروم رہیں۔ نیز بیٹیوں کے احوال میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ''ثلثان'' ہی ہے اس سے یہ بات بھی سمجھ آگئی کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ بھی ''ثلثان'' ہی پائیں گی۔ کیونکہ ''بیٹی'' میت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ تو جب یہ اتنی قریب ہوکر اور اتنی زیادہ قربت رکھنے کے باوجود صرف ''ثلثان'' کی حقدار ہیں خواہ تعداد میں کتنی ہی ہوں۔ تو پھر جو قرابت میں ان کی بہ نسبت زیادہ دور ہیں وہ '' ثلثان '' سے زیادہ کی مستحق کیسے ہوسکتی ہیں؟

(iii) عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے عینی بھائی چھوڑے ہوں خواہ ایک ہو یا زیادہ یہ بہنیں اس بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی۔ چنانچہ ان کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین [1]

''اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر'' (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ3

میت

2 عینی بہنیں	عینی بہن
ثلثان	مابقی
2	1

نوٹ

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ عینی بہنوں کو عینی بھائی ہی عصبہ کر سکتا ہے۔ علاتی بھائی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بہن حقیقی ہو اور بھائی علاتی، تو حقیقی بہن اپنا فرضی حصہ پائے گی اور یہ (علاتی بھائی) بطور عصبہ وارث بنے گا اور اگر حقیقی بھائی ہو اور علاتی بہن، تو یہ بھائی بھی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا بلکہ خود بطور عصبہ وارث بنے گا اور علاتی بہن محروم ہوگی۔

بعض علماء نے یہاں پر اختلاف کیا ہے وہ یہ کہ جب میت نے بیٹی اور حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی ہو تو بیٹی کو نصف دے کر باقی جو بچے گا وہ بھائی کو دیں گے بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ ان کی دلیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان مبارک ہے:

فماابقتہ فلاولی رجل ذکر

''جو ذی فرض چھوڑ دیں تو وہ مردوں میں سے اس کے لئے ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے'' [2]

اور میت کا ''قریبی مرد'' بھائی ہی ہے کیونکہ بہن تو مؤنث ہے اس پر ذکر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بہن محروم ہو جائے گی۔

---

[1] النساء: 176

[2] بخاری شریف، جلد 2، کتاب الفرائض، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

جواب

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ پوتا، پوتی چھوڑے ہوں تو اس صورت میں بیٹی کا حصہ نکال کر باقی جو بچا وہ ان دونوں پوتا پوتی کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ، چچا، پھوپھی چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر باقی صرف چچا کو ملے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بیٹی کے ساتھ بھائی، بہن چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر باقی سارے کا سارا بھائی کو ملے گا یا بہن بھی حقدار ہوگی؟

اس سلسلہ میں ہماری گذارش یہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ بہن اور بھائی والے مسئلہ کو بیٹی کے ساتھ پوتا، پوتی والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے اُسی کے احکام جاری کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب پوتا اور پوتی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو جمیع مال دونوں کے درمیان بطور عصوبت تقسیم ہوگا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب بھائی اور بہن کیساتھ بیٹی نہ ہو تو ترکہ بہن اور بھائی کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اس بات میں بھی اتفاق ہے کہ جب چچا اور پھوپھی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم نہیں ہوگا بلکہ جمیع مال چچا لے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔

اب دیکھیں کہ بیٹی نہ ہو تو اس کے ساتھ تین طرح کی صورتیں بنتی ہیں۔

(۱)...... بیٹی نہ ہو، پوتا اور پوتی ہو۔

(۲)...... بیٹی نہ ہو، بہن اور بھائی ہوں۔

(۳)...... بیٹی نہ ہو، چچا اور پھوپھی ہوں۔

ان تینوں مسئلوں میں دو (پہلا "پوتا اور پوتی، بیٹی کے بغیر ہوں" اور دوسرا "بہن اور بھائی، بیٹی کے بغیر ہوں") مسئلے ایک جیسے ہیں۔

جبکہ

تیسرا مسئلہ "چچا اور پھوپھی، بیٹی کے بغیر ہوں" ان سے ملتا جلتا نہیں ہے۔

ان تینوں مسئلوں میں دیکھ لیں "بہن اور بھائی" والا مسئلہ "پوتا اور پوتی" کے ساتھ ملتا جلتا ہے جبکہ "چچا اور پھوپھی" سے مختلف ہے۔ اس لئے جو مسئلہ بہن نہ ہونے کی صورت میں متفقہ طور پر "پوتا پوتی" جیسا ہے، بہن کی موجودگی میں بھی اس مسئلہ کو "پوتا پوتی" والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے وہی احکام جاری کریں تو زیادہ بہتر ہے کہ اس مسئلہ کی اسی کے ساتھ مشابہت بنتی ہے۔

حدیث شریف کا جواب

یہ حدیث شریف اس بات پر محمول ہے کہ عورت "عصبہ" نہ بن سکتی ہو تو پھر لاولی رجل ذکر والا حکم ہے۔ جبکہ (جب بیٹی کے ساتھ بھائی اور بہن ہوں) یہاں پر بہن "عصبہ" بن سکتی ہے۔ لہذا جو ہم نے دعویٰ کیا، حدیث شریف اس کے منافی نہیں ہے اور حدیث جس کے منافی ہے وہ ہم نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔

(iv) عصبہ مع الغیر

یہ اس صورت میں ہے کہ بیٹیاں یا پوتیاں بھی ہوں تو ایسی صورت میں یہ عصبہ بن جائیں گی اور بیٹوں اور پوتیوں سے بچا ہوا یعنی نصف یا ثلث حاصل کریں گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ میراث کے سلسلے میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام ہے "باب میراث الاخوات مع البنات عصبة" اس باب کے تحت آپ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے:

للابنة النصف ولابنة الابن السدس ومابقی فللاخت

"بیٹی کے لئے آدھا، پوتی کے لئے چھٹا اور ان سے جو بچ رہے وہ بہن کے لئے ہے"[1]

---

[1] بخاری شریف، جلد 2 کتاب الفرائض، صفحہ 998 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال حاصل کرنے والا ''عصبہ'' ہی تو ہوتا ہے، اور مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے بیٹی اور پوتی سے بچا ہوا مال بہن کو دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بہن جب بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہوتی ہے تو ''عصبہ'' بنا کرتی ہے۔ ﴿اکثر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے﴾

مسئلہ 6

میت

2 عینی بہنیں	بیٹی	پوتی
عصبہ	نصف	سدس
1+1=2	3	1

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مؤقف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: جب بیٹیاں اور پوتیاں ہوں اور ساتھ بہنیں ہوں تو بہنوں کو عصبہ نہیں بنائیں گے۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے تھے: بہن کو ''مابقی'' ملے گا۔ تو آپ ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا: تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ مطلب ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان امرء ھلك لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ماترك

''اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے'' (ترجمہ کنزالایمان)

اس کا سیدھا سا مطلب یہی ہے کہ اگر ''ولد'' ہو تو ''اخت'' کو کچھ نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ ''ولد'' حاجب ہے بہن کے لئے اور لفظ ''ولد'' عام ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ جیسا کہ پیچھے گذرا کہ اگر ''ولد'' نہیں ہے تو ماں کو ''ثلث'' ملے گا اور اگر ''ولد'' ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی تو ماں کے لئے ''سدس'' ہوگا۔ دیکھیں یہاں پر بھی ''ولد'' حاجب بنا اس میں لڑکا ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ اگر لڑکی بھی ہو تب بھی ماں ''ثلث'' سے محروم ہو جائے گی۔ اسی طرح زوج کو نصف سے ربع تک بھی ''ولد'' نے ہی پہنچایا اور زوجہ کو ربع سے ثمن تک بھی مطلق ''ولد'' ہی نے پہنچایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاجب ''ولد'' ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لہٰذا

اگر ''ولد'' کے ساتھ اخت ہوگی تو وہ ''ولد' 'خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اخت کے لئے حاجب ہوگا اور اس اخت کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

سوال

جب ''ولد'' حاجب ہے تو پھر یہ سب کے لئے حاجب ہونا چاہئے۔ آپ ولد اور وہ بھی لڑکی کی وجہ سے ''اخت'' کو تو محروم کر رہے ہیں لیکن بھائی کو وراثت دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اِس ''ولد'' نے بھائی کو محروم کیوں نہیں کیا؟

جواب

''ولد'' حاجب ہے اس سے انکار نہیں ہے اور بھائی کو جو حصہ دیا گیا ہے وہ ''عصبہ'' ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ جبکہ ''اخت'' عصبہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لفظ یہ ہیں ''فلاولی رجل ذکر'' اس لئے ہم نے بھائی کو بطور ''عصبہ'' حصہ دیا ہے جبکہ بہن کو نہیں دیا۔ کیونکہ ولد سے وہ مجوب ہوگئی اور عصبہ نہ بن سکی۔

جمہور کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل کا سارا زور اس بات پر ہے کہ عبارت میں لفظ ''ولد'' آیا ہے اور یہ عام ہے ''ذکر اور انثیٰ'' دونوں کو شامل ہے۔ لیکن اس بات پر بھی تو غور کیا جائے کہ عام میں تخصیص کی گنجائش تو بہر حال ہوتی ہے یہاں پر بھی ''ولد'' سے مراد عام نہیں بلکہ ''خاص'' (ذکر) مراد ہے۔ اس تخصیص پر دلیل یہ ہے کہ اسی آیت کے آگے لفظ یوں ہیں:

وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد

یہاں پر ''ولد'' سے مراد بالاتفاق بیٹا ہے نہ کہ بیٹی۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ''ولد'' نہ ہو تو بھائی میراث پاتا ہے۔ یہاں پر ''ولد'' سے مراد ''بیٹا'' ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ میت کا بیٹا نہ ہو تو بھائی میراث پائے گا (خواہ بیٹی موجود ہی کیوں نہ ہو) اور بیٹا ہو تو میراث نہیں پائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''ولد'' سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص ''بیٹا''

ہے۔ لہذا بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی اور بیٹی سے بچا ہوا مال لے گی۔

مزید تائید

ہمارے اس موقف کی تائید حضرت ھذیل بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں: کسی شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا، مسئلہ یہ تھا ''اگر کوئی شخص بیٹی، پوتی اور بہن چھوڑ کر مرے تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ آپ نے جواباً کہا کہ نصف بیٹی کا اور باقی بہن کا پھر آپ نے اس سائل سے کہا کہ یہی مسئلہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنا اور جو جواب وہ دیں وہ مجھے بھی آ کر بتانا۔ وہ شخص حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: نصف بیٹی کا اور سدس پوتی کا تکلمة للثلثین اور جو باقی بچے وہ ''بہن'' کے لئے ہے۔ جب یہ بات اُس سائل نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: جب تک ان جیسا متبحر عالم موجود ہے اس وقت تک مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھو۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ بہن کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔ دونوں بزرگوں نے بہن کو عصبہ بنایا فرق صرف یہ ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو بھی اس کا حصہ دیا جبکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو کچھ نہیں دیا تھا۔ لیکن ''بہن'' کو دونوں نے ''عصبہ'' تو بہر حال بنایا ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ بہنوں کو بیٹیوں کیساتھ عصبہ بنانے کا خیال کس قدر واضح تھا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہ ہوا۔

---

[1] (i) جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 30 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، کراچی۔
(ii) بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 997 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(iii) ابن ماجہ، صفحہ 200 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

(v) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹا یا پوتا نیچے تک کوئی موجود ہو، تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

نوٹ

مصنف علیہ الرحمہ نے عینی بہنوں کے احوال میں سے یہ پانچواں حال یہاں پر ذکر نہیں کیا بلکہ علاتی بہنوں کے احوال میں ساتویں درجہ میں بیان کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علاتی بہنوں کا بھی ایک حال بعینہٖ یہی آگے آرہا تھا تو مصنف علیہ الرحمہ نے بجائے اس کے کہ دو مقامات پر الگ الگ بیان کرتے اختصار کی وجہ سے دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ پر کر دیا۔

﴿علاتی بہنوں کے احوال﴾

ان کے 7 احوال ہیں۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 2

میت

عینی بہن	شوہر
نصف	نصف
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ کوئی حقیقی بہن نہ ہو۔

مسئلہ 3

میت

2 عینی بہنیں	چچا
ثلثان	مابقی
2	1

(iii) سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنوں کے ساتھ (خواہ علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ) ایک عینی بہن بھی ہو تو ''نصف'' حقیقی بہن کا اور ''سدس'' ان (علاتی بہنوں) کا تکملة للثلثین

مسئلہ 6

میت

عینی بہن	علاتی بہن	چچا
نصف	سدس	مابقی
3	1	2

(iv) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دو عینی بہنیں ہوں۔ اس صورت میں علاتی بہنیں محروم ہوجاتی ہیں کیونکہ بہنوں اور بیٹیوں کا کل حصہ ''ثلثان'' ہی تھا اور وہ دو عینی بہنیں وصول کرچکیں، اب اخوات کے لئے مزید کچھ نہیں بچا۔

مسئلہ 3

میت

عینی بہنیں	علاتی بہن	چچا
ثلثان	محروم	مابقی
2	0	1

(v) عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنوں کے ساتھ کم از کم دو عینی بہنیں ہوں اور ایک علاتی بھائی ہو۔ ایسی صورت میں علاتی بھائی، علاتی بہن کو عصبہ بنا دیگا۔ لہٰذا دو عینی بہنوں کا ''ثلثان'' نکال کر باقی جو بچا وہ علاتی بہن اور بھائی میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہوگا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ عینی بہن بھائیوں کی میراث، صلبی بیٹوں بیٹیوں کی طرح ہوتی ہے اور علاتی بہن بھائیوں کی میراث پوتے اور پوتیوں کی طرح ہوتی ہے۔ فلہٰذا حقیقی بھائی، بیٹوں کی طرح۔ حقیقی بہنیں، بیٹیوں کی طرح۔ علاتی بھائی، پوتوں کی طرح اور علاتی بہنیں، پوتیوں کی طرح ہونگی۔ تو جیسے پوتے اور پوتیاں بھی عصبہ بنتے ہیں اسی طرح علاتی بھائی اور بہنیں بھی عصبہ بنیں گی۔

مسئلہ 3x3 = تصحیح 9

میت

2 عینی بہنیں	علاتی بہن	علاتی بھائی
ثلثان	عصبہ	عصبہ
2X3=6	1	2

(vi) عصبہ مع الغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹیاں یا پوتیاں ساتھ ہوں، حدیث شریف میں ہے:

اجعلواالاخوات مع البنات عصبة

''بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ''

اکثر صحابہ کرام اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ اس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہے وہ بیٹیوں کے ساتھ علاتی بہنوں کو عصبہ بنانے پر راضی نہیں ہیں وہ تو ''عینی'' بہنوں کو عصبہ نہیں بنا رہے تھے'' علاتی'' کو کیسے بنائیں گے۔ انکے دلائل اوران کا جواب عینی بہنوں کے احوال میں گذر چکے۔

مسئلہ 6

میت

2 علاتی بہنیں	بیٹی	پوتی
عصبہ	نصف	عصبہ
1X1=2	3	1

(vii) محرومیت

اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) بیٹا ہو۔

(۲) پوتا، پڑپوتا یا نیچے تک کوئی ہو۔

(۳) باپ ہو۔

(۴) دادا ہو۔ عندابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان تمام صورتوں میں علاتی بہنیں محروم ہوجاتی ہیں۔ جبکہ دادا میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا بھی علاتی بہنوں کو محروم کر دیتا ہے۔

سب کی تفصیل یہ ہے کہ بیٹے سے حقیقی بھائی اور علاتی بھائی تو اس لئے محروم ہوجاتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد

یعنی کہ بھائی تب وارث ہوگا جب اس کا ''ولد'' نہ ہو۔ اور ولد سے یہاں مراد ''بیٹا'' ہے۔ اس کی دلیل پیچھے گذر گئی۔ اس لئے بیٹا، حقیقی بھائیوں کو محروم کر دیتا ہے اور بیٹے کی وجہ سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں اس کی بھی وجہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان امرء ھلك لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ماترك

اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے'' (ترجمہ کنزالایمان)

پیچھے گذرا کہ ولد سے مراد ''بیٹا'' ہے۔ معلوم ہوا کہ بیٹا، بہنوں کو بھی محروم کر دیتا ہے اور پوتا، بہنوں اور بھائیوں کو اس لئے محروم کر دیتا ہے کہ یہ بیٹے کے قائم مقام ہیں تو جو کام بیٹا کرتا تھا وہی کام اب اس کا جانشین کریگا۔

باپ کی وجہ سے یہ محروم اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو وراثت جو ملتی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ میت ''کـلـلـہ'' ہو اور ''کلالہ'' کے لئے ضروری ہے کہ نہ اولاد ہو نہ باپ۔ تب کہیں یہ لوگ حصہ پائیں گے۔ جب باپ کی عدم موجودگی میں حصہ پائیں گے تو اس کی موجودگی میں حصہ نہیں پائیں گے۔ اس لئے باپ بھی بہن بھائیوں کے لئے حاجب بن گیا اور چونکہ دادا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے باپ موجود نہ ہونے کی صورت میں وہی کام جو باپ کیا کرتا تھا اب دادا کرے گا۔ یعنی کہ جن کو باپ محروم کرتا ہے ان کو دادا بھی محروم کرے گا اس کی مفصل بحث آگے ''مقاسمة الجد'' کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

واما اللام فاحوال ثلث الخ

﴿ماں کے احوال﴾

ماں کے تین احوال ہیں۔

(i) سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی اولاد(بیٹا ، بیٹی پوتا، پوتی نیچے تک)کوئی موجود ہو۔ یا کم از کم دو بہن بھائی موجود ہوں خواہ دونوں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مختلف۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ولابویہ لکل واحد منھما السدس مماترك ان کان له ولد

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا''(ترجمہ کنزالایمان)

مذکورہ آیت میں''ولد'' کا لفظ ہے اور یہ لفظ بیٹوں اور پوتوں سب کو شامل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ماں کے لئے حصہ وراثت کا تعین کرانے میں پوتے ، بیٹوں کے قائم مقام ہوتے ہیں فلہٰذا ان سب کی موجودگی میں ایک ہی حکم ہے کہ ماں کو سدس ملے۔ اسی طرح کم از کم دو بہنیں یا دو بھائی یا بھائی بہن ہوں خواہ سب عینی ہوں یا سب علاتی ہوں یا سب اخیافی ہوں یا مختلف ہوں اس طرح کہ بعض عینی اور بعض علاتی یا بعض عینی اور دوسرے بعض اخیافی وغیرہ بہرحال دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو بھی ماں کو سدس ہی ملے گا۔ اس پر دلیل رب ذوالجلال کا یہ ارشاد ہے:

فان کان له اخوۃ فلامه السدس

''پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا''(ترجمہ کنزالایمان)

اس آیت میں لفظ''اخوۃ'' آیا ہے، جو کہ ہر اس فرد کو شامل ہے جس پر''اخوۃ'' کا اطلاق ہوتا ہو، خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے۔ یہی اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مذہب ہے اور جمہور کا بھی یہی موقف ہے۔

مسئلہ 6

میت

ماں	عینی بھائی	3 علاتی بہنیں
سدس	عصبہ	عصبہ
1	2	3

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

اگر بہن بھائی تین یا تین سے زیادہ ہوں تو ماں کے لئے ''سدس'' ہوگا، لیکن بہن بھائی صرف دو ہی ہوں تو اب '' سدس نہیں'' بلکہ اب ثلث ہوگا۔ کیونکہ لفظ '' اخوۃ'' جمع ہے جس کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک تین سے کم ہونگے تب تک یہ حکم بھی نہیں لگے گا۔

جواب

میراث کے باب میں دو پر بھی وہی حکم لگتا ہے جو جماعت پر لگتا ہے۔ جیسا کہ پیچھے گذرا کہ حصول '' ثلث'' میں دو بیٹیاں بھی جمع کی طرح ہیں اور دو بہنیں بھی جمع کے حکم میں ہیں، کیونکہ حجب بھی وراثت ہی سے متعلقہ ہے اس لئے اس میں بھی دو پر جمع کا حکم ہوگا۔ اسی طرح یہاں ماں کے لئے حاجب بننے میں بھی دو پر جمع والا حکم لگے گا۔ چنانچہ یہ اگرچہ دو ہی ہوں، تب بھی ماں کو ثلث سے محروم کرکے '' سدس'' کا حقدار بنادیں گی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ '' مطلق جمع'' جو ہوتی ہے وہ ''دو'' کو بھی شامل ہوتی ہے اور یہ مقام تو خاص طور پر ایسا ہے کہ جمع سے مراد ''مطلق جمع'' لیں۔ جس کا اطلاق ''مافوق الواحد'' پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ باب الوراثت ہے اور اس باب میں جمع سے مراد '' مطلق جمع'' ہی ہوتا ہے۔

استحقاقِ سدس

وہ مسئلہ تو ختم ہوا کہ دو بہنیں حاجب ہوں گی یا زیادہ۔ بہر حال جب حاجب ہونگیں (جمہور کے نزدیک دو بھی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دو سے زیادہ ہی)

تو وہ ''سدس'' جس سے ماں کو محروم کریں گی، اب ماں سے ہٹا کر یہ حصہ دیا کس کو جائے گا؟ اس میں پھر اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہی ''بہن بھائی'' اس کے مستحق ہیں جنہوں نے ماں کو محروم کیا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ان بہن بھائیوں نے ماں کو اسی لئے تو محروم کیا تھا کہ جتنے حصہ سے ماں کو محروم کریں گے اتنا حصہ ان کو ملے گا اگر وہ حصہ ان کو ملنا ہی نہیں ہے تو پھر انکے حاجب ہونے کا فائدہ کیا ہوا؟ اور یہ بات یاد رہے کہ جو وارث نہیں ہوتا وہ وہ حاجب بھی نہیں ہوسکتا یہاں اگر ان بہن بھائیوں کو اس سدس کا حقدار قرار نہ دیں تو پھر انکو حاجب قرار دینا ہی غلط ہو جائیگا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے بہن بھائی کفار ہوں (نعوذ باللہ من ذلك) یا غلام ہوں تو وہ ماں کے لئے حاجب نہیں ہو سکتے یہاں حاجب نہ ہونے کی وجہ اس کے علاوہ؟ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ''وارث'' نہیں ہیں۔ تو چونکہ یہ وارث نہیں ہیں اس لئے یہ حاجب بھی نہیں ہیں اسی طرح اگر بہن بھائیوں کو ''سدس'' ملے گا ہی نہیں تو ان کو حاجب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس پر ایک اور دلیل بھی ہے کہ حضرت طاؤس سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائیوں کو سدس عطا فرمایا۔

جمہور فقہاء کرام کا مذہب

عند الجمہور اس سدس کا مستحق ''باپ'' ہے۔

جمہور کی دلیل

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم يكن له لد وورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس

پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا'' (ترجمہ کنزالایمان)

یہاں پر آیت کا پہلا حصہ یہ بتا رہا ہے کہ ماں کے لئے ''ثلث'' ہے اور باقی جتنا بچا وہ باپ کے لئے ہے۔ اسی طرح اگلے کلام میں بھی یہی ہوگا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ اور باقی جتنا بچا وہ باپ کا۔ یعنی پہلے جملہ میں یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد اور بہن بھائی نہ ہوں تو ماں کا ثلث ہے، بقیہ باپ کا۔ اور اب یہ بتایا گیا کہ اگر بہن بھائی ہوں تو اس صورت میں ماں کا ثلث نہیں بلکہ ماں کا سدس ہے اور عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ حصہ باپ کا۔

شرط حجب کا جواب

شرطِ حجب یہ ہے کہ حاجب جو ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں محجوب کا وارث بنتا ہو اور اس کا شمار اس کے ورثاء میں ہوتا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز سے حاجب ہوا اس کو یہ حاصل بھی کرے۔ کافر اور غلام بھائی ماں کے لئے حاجب ہیں جبکہ باپ سے خود محجوب ہوجاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو یہ ماں کے لئے حاجب ہیں لیکن جو سدس ان کی وجہ سے ماں سے ساقط ہوا وہ ان کو نہیں بلکہ باپ کو ملے گا۔

فائدہ

مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ بہن بھائی موجود ہوں اور ماں باپ بھی تو یہ ماں کے لئے حاجب ہوتے ہیں اس کا حصہ کم کروا دیتے ہیں اور اسی صورت میں باپ ان کے لئے حاجب ہوجاتا ہے چنانچہ جو حصہ انہوں نے ساقط کروایا تھا وہ باپ لے لے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

باپ، بھائیوں کے لئے حاجب ہے اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب ماں موجود نہ ہو تو باپ ان کو کچھ نہیں لینے دیتا، اب جبکہ ماں کی عدم موجودگی میں تو یہ کچھ حاصل کر نہ سکے تو ماں کی موجودگی میں کیونکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا وہ حال جو ماں کی عدم موجودگی میں

تھا وہ ماں کی موجودگی والے حال سے کوئی زیادہ قوی اور مضبوط تو نہیں ہے۔

حدیث کا جواب

حضرت طاؤس سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میری اس شخص سے ملاقات ہوگئی جس کو رسول اکرم ﷺ نے ''ابوین'' کے ساتھ ''سدس'' دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھ لیا کہ آپ کو وہ ''سدس'' کس بناء پر ملا تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس میت نے میرے لئے ''سدس'' کی وصیت کی تھی اس لئے مجھے سدس ملا۔

لیجئے حضرت طاؤس کی اس شہادت اور وضاحت کے بعد یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کے قابل ہی نہ رہی، کیونکہ وہ تو یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ بھائیوں کو ''وراثت'' میں سدس دیا گیا۔ یہاں پتہ چلا کہ وہ سدس تو ''وصیت'' کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔ حدیث شریف کی اس وضاحت کے بعد نہ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال جاتا رہا بلکہ الٹا یہ حدیث ہمارے مؤقف کی مؤید ہوگئی وہ اس طرح کہ حضرت طاؤس نے خود وضاحت کردی کہ اس شخص کو ''وصیت'' کی بنیاد پر سدس ملا تھا اور وارث کے لئے ''وصیت'' جائز ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھائی وارث ہی نہ تھا کہ اگر وارث ہوتا تو اس کے لئے وصیت نہ کی جاتی۔ جب اس کا وارث ہونا باطل ہوگیا تو اس کا سدس پانا بھی باطل ہوگیا کیونکہ ''سدس'' وغیرہ تو وارث پاتے ہیں اور یہ ''وارث'' ہی نہیں۔

فائدہ

اصل بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کہ دادا ''اخوۃ اور اخوات'' کے لئے حاجب ہے۔ مطلب یہ کہ دادا کی موجودگی میں ''اخوۃ'' کو کچھ نہیں ملتا اور اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں۔ اب یہ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ دادا جو کہ باپ کے قائم مقام ہوتا ہے وہ تو ''اخوۃ'' کو محجوب کردے اور اس

بات کو ابن عباس مان لیں لیکن باپ ''اخوۃ'' کو محجوب کردیتا ہے'' اس بات کو نہ مانیں! یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ باپ کی بات ماننا تو بہ نسبت ''دادا'' کے زیادہ آسان ہے کیونکہ دادا دور ہوکر اگر حاجب ہوسکتا ہے تو باپ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے بدرجہ اولیٰ حاجب ہوگا۔

(ii) جمیع مال کا ثلث

یہ اس صورت میں ہوگا جب بیٹا، پوتا، پڑپوتا نیچے تک کوئی یا دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی موجود نہ ہوں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی'' (کنزالایمان)

لیکن اس حال کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ''زوجین'' میں سے کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 3

میت

ماں	باپ
ثلث	ماقی
1	2

(iii) زوجین سے بچے ہوئے کا ثلث

اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ کو چھوڑا ہو ایسی صورت میں احد الزوجین کا حصہ نکال کر'' ماقی کا ثلث'' ماں کو دیں گے اس کی دو صورتیں ہونگیں۔

نمبر(۱) میت نے ماں باپ اور زوج چھوڑا تو مسئلہ 6 سے بنے گا، نصف زوج کا یعنی کہ 3، اور ماقی یعنی کہ 3 کا ثلث یعنی کہ 1 ماں کا اور بقیہ 2 باپ کا۔

مسئلہ 6

میت

ماں	باپ	شوہر
ماقی کا ثلث	ماقی من سہام الام	نصف
1	2	3

نمبر(۲) میت نے باپ اور زوجہ کو چھوڑا ہو ایسی صورت میں مسئلہ 4 سے بنے ربع زوجہ کو دیا باقی بچے 3، ان کا ثلث یعنی 1 ماں کو اور بقیہ 2 باپ کو دیں گے۔

مسئلہ 4

میت

ماں	باپ	بیوی
مابقی کا ثلث	مابقی	ربع
1	2	1

یہ مذہب اکثر صحابہ کرام اور جمہور فقہاء کرام کا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ کا یہ موقف ہے کہ دونوں صورتوں میں ماں کو ''کل ترکہ کا ثلث'' دیں گے ان کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی'' (ترجمہ کنز الایمان)

غور کریں کہ میت کے ترکہ کے وارث ''اولاد'' نہ ہو بلکہ صرف ماں باپ ہوں تو ایسی صورت میں ماں کے لئے ''ثلث'' اور ثلث بھی ''کل ترکہ'' کا، کیونکہ اس سے پچھلی آیت میں یہ ہے:

ولابویه لکل واحد منهما السدس مماترك ان كان له ولد

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا'' (ترجمہ کنز الایمان)

تو جس طرح سابقہ آیت میں ''سدس'' ''ماترک'' کا ہے وہی قید یہاں پر بھی معتبر ہوگی کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں جو ''ثلث'' کا حکم دیا تو یہ بھی ''ماترک'' کا ثلث ہے نہ کہ ''مابقی'' کا۔

تائید

سہام جتنے بھی ہوتے ہیں سب کے سب ''کل مال'' سے نکلا کرتے ہیں یعنی ادائے دین اور وصیت کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس کے سہام کیے جاتے ہیں اور ذوی الفروض میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

ابوبکر اصم کا مؤقف

آپ فرماتے ہیں کہ میت نے شوہر اور ماں باپ چھوڑے ہوں تو شوہر کا حصہ نکال کر ''مابقی'' کا ثلث ماں کو دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جمیع مال کا ''ثلث'' ماں کو دیتے ہیں تو ماں کا حصہ باپ سے بڑھ جائے گا جس میں ''انثیٰ'' کو ''ذکر'' (یعنی عورت کو مرد) پر ترجیح دینا لازم آ رہا ہے جو کہ جائز نہیں اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے شوہر، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو مسئلہ ''6'' سے بنے گا۔ کیونکہ ''نصف'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا۔ اب ''نصف حصہ'' زوج کو دیا باقی بچے ''3'' اس میں سے ماں کے لئے کل مال کا ثلث ''2'' ہوا۔ باقی باپ کے لئے ایک بچا۔

مسئلہ 6

ت

شوہر	ماں	باپ
نصف	کل کا ثلث	مابقی
3	2	1

دیکھئے باپ کو ماں سے ''نصف'' ملا۔ یہ ہے عورت کو مرد پر ترجیح دینا جو کہ درست نہیں۔ یہ خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب ہم نے ماں کو ''کل مال کا ثلث'' دیا۔ اس لئے ''کل مال'' کا نہیں بلکہ ''مابقی'' کا ثلث دیں۔ اب خرابی لازم نہیں آئے گی۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔ ''نصف'' شوہر کا۔ باقی بچے ''3'' ۔ اور 3 کا ثلث ہے 1۔ یہ دیا ''ماں'' کو۔ باقی بچے ''2'' یہ دیے باپ کو۔ اب دیکھیں تقسیم بھی ہوگئی اور '' ترجیح انثی علیٰ الذکر'' بھی لازم نہ آئی۔ جبکہ اگر میت نے زوجہ، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں ''کل مال

کا ثلث'' ماں کو دیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ مسئلہ 12 سے بنائیں گے۔ ربع (یعنی کہ ۳ سہام) بیوی کو اور ایک ثلث (یعنی کہ ۴ سہام) ماں کو۔ باقی بچے ۵ سہام۔ یہ دے دیئے باپ کو۔ اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ فلہٰذا اگر زوجہ اور ابوین چھوڑے تو احد الزوجین کا حصہ نکالنے کے بعد بچ جانے والے مال کا ثلث ماں کو دیں اور اگر زوج مع الابوین چھوڑے ہوں تو ماں کو'' جمیع مال کا ثلث'' دیں گے۔

مسئلہ 6

میت

شوہر	ماں	باپ
نصف	مابقی کا ثلث	مابقی
3	1	2

جمہور کی طرف سے جواب

- قرآن کریم میں جہاں ماں کے لئے ثلث کا بیان کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے:

فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کو دو تہائی'' (کنز الایمان)

یہاں پر ماں کے لئے اس چیز کا ''ثلث'' ہے جس کی وہ وارث بنی۔ وہ خواہ ''کل مال'' کا ثلث ہو یا ''بعض مال'' کا۔ اب آیت کے اندر'' ماورثاہ '' کا ثلث مراد اس لئے لیا کہ اگر ہر صورت میں'' کل مال'' کا ثلث ہی مراد ہو تو پھر آیت اتنی ہی کافی تھی۔

'فان لم یکن له ولد فلامه الثلث''

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو تو ماں کو دو تہائی'' (ترجمہ کنز الایمان)

پھر

''وورثه ابواه''

''اور ماں باپ چھوڑے ہوں'

کیوں فرمایا؟

اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظ زائد از ضرورت ہیں جبکہ کلام اللہ میں کوئی لفظ بھی

ائداز ضرورت نہیں ہوسکتا۔

اسی کی مثال خود قرآن کریم میں موجود ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا حصہ بیان کیا وہاں:

فان کن نساء فوق اثنتنین فلھن ثلثاماترک

اور آگے فرمایا:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف

یہاں پر ایک عورت کے لئے ”نصف“ ثابت کیا، چونکہ یہ کل مال کا نصف تھا اس لئے یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ ”اگر لڑکی ایک ہو اور وہ جس مال کی وارث ہو تو اس کا نصف حصہ ہے“ بلکہ مطلقاً فرمادیا:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف

لہٰذا اس سے مراد ”کل مال“ کا نصف ہوا، اگر وہاں پر بھی ”کل مال“ کا ثلث مراد ہوتا تو وورثہ ابواہ کا تذکرہ نہ آتا۔

اعتراض

آپ کا یہ کہنا کہ اگر آیت میں مطلقاً ”ثلث للام“ مانا جائے تو وورثہ ابواہ والی عبارت کا فضول ہونا لازم آتا ہے یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیوں فائدہ نہیں؟ فائدہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اس آیت نے حصر کا فائدہ دیا کہ وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو ان کا ”ثلث“ ہے۔ دیکھئے آیت نے حصر کا فائدہ تو دیا لہٰذا یہ کہنا کہ ”ان لفظوں کا کچھ فائدہ نہیں“ غلط ہے۔

جواب

آیت میں ماں باپ کے حصر پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے وہاں پر تو یہ ہے کہ ماں باپ وارث ہوں یہ تو نہیں کہ کوئی اور وارث نہ ہو۔ کسی کے لئے کسی چیز کا صرف ”اثبات“ اس کے لئے حصر کا فائدہ کیونکر دے سکتا ہے اور اگر یہ مان بھی لیں کہ آیت میں صر ہے کہ ورثاء صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احدالزوجین

موجود ہوں تو کل مال کا ثلث ہوگا یا بعض کا۔ مطلب یہ کہ حصر پر دلالت ہو بھی سہی پھر بھی نزاع چل رہا ہے آیت میں اس حوالے سے کوئی حل موجود نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ تو ج نزاع کا حل موجود ہی نہیں ہے تو کوئی ایسا مفہوم ڈھونڈنا چاہئے جس کا اعتبار کر کے ہم ا نزاع سے نکل سکیں تو آئیے ایک ضابطہ دیکھتے ہیں۔

ضابطہ

اصول میں ماں باپ کا وہی حکم ہوتا ہے جو فروع میں بیٹوں اور بیٹیوں کا۔ کیونک لڑکے اور لڑکی کے لئے سببِ وراثت ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ ماں اور باپ دونوں میں سے ہر ایک بلاواسطہ میت کا تعلق دار ہوتا ہے لہذا احد الزوجین سے جو بچ جائے گا وہ ان دونو میں اثلاثاً تقسیم کریں گے۔ جیسا کہ بیٹے اور بیٹی میں کرتے ہیں۔ چونکہ دونوں کا میت سے اتصال ایک جیسا ہے، دونوں بلاواسطہ فرع ہیں اس لئے دونوں میں اثلاثاً مال تقسیم کیا جا ہے۔ یونہی ماں باپ جبکہ زوج اور زوجہ سے خالی ہوں تو ان کے درمیان ترکہ" اثلاثاً تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں ماں کا حصہ، باپ کے نصف سے زیادہ نہیں ہوتا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے نصف سے زائد نہ ہو۔ اب اگر زوجین کی صورت میں بھی ماں کو" جمیع ترکہ کا ثلث" دیں تو ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے بڑھ جائے گا کیونکہ مسئلہ جب 6 سے بنے گا تو اگر ابوین "زوج" کیساتھ ہیں تو اس صورت میں" نصف" یعنی کہ (تین سہام) زوج کے۔ کل مال کا ثلث (یعنی کہ دو سہام) ماں کے۔ باقی بچا "سدس" (یعنی کہ ایک سہم) یہ باپ کا۔ دیکھ لیں ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے ڈبل ہو گیا۔ اور اگر ابوین، زوجہ کے ساتھ ہوں تو مسئلہ 12 سے بنے گا۔ زوجہ کا ربع (یعنی کہ تین سہام) نکالا باقی بچا 9۔ اب کل مال کا ثلث (4) ماں کو دیں۔ باقی بچے 5۔ یہ ہوگا باپ کا۔ اس صورت میں بھی دیکھ لیں کہ ماں کا حصہ باپ کے نصف حصہ سے بڑھ گیا۔

معلوم ہوا کہ احد الزوجین ہونے کی صورت میں ماں کو" باقی" کا "ثلث" ملے گا نہ کہ" کل مال کا ثلث"۔

ہماری اس گفتگو سے حضرت اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب بھی آ گیا جو اس بات کے قائل ہیں کہ زوج کیساتھ ہوں تو ''ماقی کا ثلث'' اور زوجہ کے ساتھ ہوں تو ''کل مال کا ثلث''۔ یہ زوج کی صورت میں تو ہمارے ساتھ ہیں اور زوجہ کی صورت میں فرماتے ہیں کہ ماں کے لئے ''ماقی کا ثلث'' کیونکہ اس صورت میں ''تفضيل الام علىٰ الاب'' لازم نہیں آتی۔ ان کو بھی جواب مل گیا کہ تفضیل تو ہوگئی اس لئے کہ اس صورت میں بھی باپ کے ''نصف'' حصہ سے تو ماں کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ یہ فضیلت نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک مسئلہ میں دو ربع

یہ بات یاد رہے کہ جب زوجہ کا فرضی حصہ نکال کر ماں کو ''ماقی کا ثلث'' دیں گے تو ایسی صورت میں مسئلہ میں لفظاً تو نہیں البتہ حقیقتاً دو ربع موجود ہونگے۔ کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 12 سے بنے گا۔ کل مال کا ربع (3) ہے یہ زوجہ کو دیا جائیگا۔ باقی بچے 9۔ اب ماقی کا ثلث (3) ہے {یہی ''3'' کل ترکہ (12) کا ربع تھا جو کہ زوجہ کو دے چکے} یہ ماں کو دیں گے۔ یہاں پر غور فرمائیں کہ زوجہ کو بھی 3 سہام ملے اور ماں کو بھی 3 سہام۔ اور 3، 12 کا ربع ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں 2 ربع ہیں۔ ایک بیوی کا اور ایک ماں کا (جو کہ اصل میں ماقی کا ثلث ہے)

اگر باپ کی جگہ دادا ہو

اگر باپ نہ ہو اور اس کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت نے احدالزوجین، ماں اور دادا وارث چھوڑے ہوں تو ایسی صورت میں ماں کو ''کل ترکہ کا ثلث'' ملے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت یہ ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جس طرح باپ ہونے کی صورت میں ماں کو ''ماقی کا ثلث'' ملتا ہے اسی طرح اسی دادا کے ساتھ بھی ''ماقی ثلث'' ملتا ہے۔ اس روایت کے مطابق گفتگو یہ ہوگی کہ باپ کی طرح دادا بھی ماں کو عصبہ بنادیگا اور عصبہ ہونے کی صورت میں ترکہ دونوں کے درمیان اثلاثا تقسیم ہوگا۔

پہلی روایت کی وجہ

''فلامہ الثلث'' آیت کے ظاہر کو جو ہم نے ترک کیا اور ''مابقی کا ثلث'' مراد لیا وہ صرف باپ تک محدود رکھیں گے اور وہاں پر وہی تاویل کریں گے جو پیچھے گذر چکی۔ کیونکہ باپ اور ماں دونوں قرب الیٰ المیت میں مساوی ہیں تو پھر ماں، باپ سے آگے کیوں بڑھے؟ اس کی تائید اقوال صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔

اب مسئلہ ہے ''دادا'' کا، تو اس کے حق میں ہم اس آیت کے ظاہر پر عمل کریں گے اور ماں کو ''کل مال کا ثلث'' دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں اور دادا دونوں قرب الیٰ المیت میں مساوی نہیں ہیں۔

اعتراض

جب دادا کی صورت میں ماں کو ''کل ترکہ کا ثلث'' دیں گے تو زوج کی صورت میں جب مسئلہ 6 سے بنے گا تو نصف (3) زوج کو اور کل ترکہ کا ثلث (2) ماں کو دیا۔ باقی بچا (1)۔ یہ دادا کو دیں گے۔ اب ماں کو ''ثلث'' اور دادا کو ''سدس'' ملا۔ یہاں بھی تو عورت کو مرد پر فضیلت دی جا رہی ہے یہ ناجائز کیوں نہیں؟

جواب

دراصل تفضیل ان ورثاء میں منع ہے جن میں قرب الیٰ المیت میں مساوات اور برابری ہو اور جہاں پر اس قرب میں برابری نہ ہوگی وہاں پر تفضیل درست ہے جیسا کہ میت نے زوجہ، عینی بہن اور علاتی بھائی چھوڑا ہو، تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔ ربع (ایک سہم) زوجہ کو دیں گے۔ نصف (دو سہم) بہن کو اور مابقی (ربع) علاتی بھائی کو۔ اب دیکھیں کہ یہاں پر اخت کو ''نصف'' اور اخ کو ''ربع'' مل رہا ہے اور اخت کو اخ پر فضیلت دے دی گئی اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ عینی بہن اور علاتی بھائی قرب الیٰ المیت میں مساوی نہیں ہیں اس لئے ان میں انثی کی ذکر پر تفضیل جائز ہے۔

مسئلہ 4

میت

بیوی	عینی بہن	علاتی بھائی
ربع	نصف	مابقی
1	2	1

دادا کے ساتھ ماں کو ‘‘کل کا ثلث’’ ملنے کی دوسری وجہ

میت، ماں باپ کی بھی ولد ہے اور دادا کی بھی۔ لیکن ماں باپ سے اس کی ولادت ‘‘حقیقی’’ ہے جبکہ دادا سے ‘‘حکمی’’ اور تعصیب کے لئے ضروری ہے کہ سبب ایک ہو یعنی کہ جس سبب سے ایک وارث ہو دوسرا بھی اسی سبب سے وارث ہو، تب تو ان میں عصوبت جاری ہو سکے گی لیکن اگر سبب میں اختلاف ہو، کوئی حقیقتاً وارث ہو اور کوئی حکماً۔ تو ایسی صورت میں حقیقی سبب والا حقیقی سبب والے کو تو عصبہ کر دے گا لیکن ‘‘حکمی’’ والا ‘‘حقیقی’’ والے کو عصبہ نہیں بنا سکتا۔ اس لئے چونکہ ‘‘دادا’’ ماں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا اس لئے ماں کو اس کا فرضی حصہ (کل مال کا ثلث) مل جائے گا اور بقیہ دادا کو۔

نوٹ

ہم نے آغاز میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے تھے وہاں کہا تھا کہ دادا کے احوال بھی باپ کی طرح ہیں سوائے چار مقامات کے ان چار مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام ابویوسف تو دادا کو باپ کی طرح کہتے ہیں لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی فرق کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ باپ ہو تو ماں کو ‘‘مابقی کا ثلث’’ ملتا ہے اور دادا ہو تو ‘‘جمیع مال کا ثلث’’ ملتا ہے۔ یعنی کہ باپ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جبکہ دادا میں اختلاف ہے۔

وللجدۃ السدس الخ

دادی کے احوال

جدہ صحیحہ کے دو حال ہیں۔

(i) فرضی حصہ

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دادی ''صحیح'' ہو، فاسد نہ ہو۔ خواہ باپ کی ماں ہو یا ماں کی ماں۔ یعنی جس طرح ہمارے عرف میں باپ کی ماں کو دادی اور ماں کی ماں کو نانی کہتے ہیں۔ اصطلاح فرائض میں دونوں کو دادی ہی کہا جاتا ہے تاہم فرق یہ ہے کہ جو دادیاں باپ کی طرف سے ہوتی ہیں وہ ''ابویات'' اور ماں کی طرف سے ''امیات'' کہلاتی ہیں۔ یہ دادی ایک ہی ہو یا زیادہ، جب درجے میں مساوی ہوں تو ان سب کے لئے سدس یعنی کہ چھٹا حصہ ہے۔

ایک دادی کو جو سدس دیئے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو سدس دیا۔ اور اگر ایک ہی درجہ میں ایک سے زیادہ دادیاں ہوں تو اب یہی ''سدس'' سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس کی وجہ وہ روایت ہے کہ ایک میت کی (نانی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی میری بیٹی کا بیٹا (نواسا) مرگیا ہے مجھے میری بیٹی کے بیٹے (نواسے) کی وراثت کا حصہ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا: کچھ انتظار کریں میں صحابہ کرام سے مشورہ کرلوں کیونکہ تیرے لیے نہ تو میرے سامنے قرآن کی کوئی نص ہے اور نہ ہی آقا علیہ السلام کا کوئی فرمان عالی سنا ہے جس سے تیرا حق ثابت ہوتا ہو۔

پھر آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زیادہ دادیوں کو سدس دیا آپ نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور گواہ بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

شہادت دی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس (نانی) کو سدس دلوادیا۔ یہ تو ایک سدس لے کر چلی گئی بعد میں اسی میت کی دادی آگئی اور میراث کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا: وہی سدس تم دونوں کا حصہ تھا جو وہ اکیلی لے گئی ہیں چنانچہ اس دادی کو نانی والے سدس ہی میں سے حصہ دلوایا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دادی ایک ہو زیادہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے یا مختلف، جب سب کی سب محاذی ہوں تو وہی ایک ‘‘سدس’’ ہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک اور روایت اس سے آگے بھی ہے کہ میت کی دادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی: میت کی نانی (جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصہ دیا تھا) سے وراثت کی زیادہ حقدار ‘‘میں’’ ہوں۔ کیونکہ اگر وہ (نانی) مرجائے تو اس کے نواسوں کو اس کی میراث کا کچھ حصہ نہ ملے اور اگر میں مروں تو میرے پوتوں کو حصہ ملے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسی سدس میں سے اپنا حصہ لے لو، دادیوں کا یہی ایک ہی سدس ہے جب تم دو ہونگیں تو دونوں کو ملے گا اور اگر تم میں سے کوئی ایک ہو تو پھر وہی ‘‘سدس’’ اکیلی لے گی۔ تو آپ نے دونوں کو ایک ہی سدس میں شریک ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ دونوں بزرگوں کے عمل سے یہ معلوم ہوا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ دادی ایک ہو یا زیادہ، باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے، سب کے لئے ‘‘سدس’’ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ فرماتے ہیں کہ نانی کے احوال میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر میت کی ماں موجود نہ ہو تو نانی اس ماں کے قائم مقام ہوگی اور ‘‘ثلث’’ حصہ پائے گی، جب کہ میت کی اولاد اور بہن بھائی موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ ماں کے احوال میں گذرا اور اگر ماں بھی موجود ہو تو اب نانی کو ‘‘سدس’’ ملے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل

جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی طرح نانی بھی ماں کی غیر موجودگی میں اسکی قائم مقام ہوگی۔ دونوں مین امر مشترک یہ ہے کہ جس طرح پوتا بواسطہ بیٹے کے اور دادا بواسطہ باپ کے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اسی طرح نانی بھی ماں کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں بیٹے کا قائم مقام ہوا اسی طرح نانی بھی ماں کی عدم موجودگی میں ماں کے قائم مقام ہوگی۔ نیز ماں کے فرضی حصہ کے حصول میں کوئی دادی رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح ماں کی ماں کے فرضی حصہ میں بھی کوئی دادی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔

جمہور کا جواب

کسی عورت کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونا یہ اس بات کا سبب نہیں ہے کہ منسوب ہونے والا اپنے واسطے کے حصے کا حقدار ہوجائے جیسے کہ بہن کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی کہ یہ دونوں ایک ذی فرض عورت کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود بیٹی کی عدم موجودگی میں نواسی اور بہن کی عدم موجودگی میں بہن کی بیٹی اس کے قائم مقام نہیں ہوتی اور نہ ہی نواسی، بیٹی کی عدم موجودگی میں بیٹی کے حصہ کی مستحق ہوتی ہے اور نہ بہن کی بیٹی بہن کی غیر موجودگی میں اس کے حصہ کی حقدار ہوتی ہے۔

(ii) محرومیت

دادی ایک ہو یا زیادہ جب میت کی ماں موجود ہو تو یہ سب ساقط ہوجاتی ہیں دادیاں خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے۔ نیز باپ کی موجودگی میں ماں کی طرف کی دادیاں یعنی کہ نانیاں محروم نہیں ہوتیں جبکہ باپ کی طرف کی دادیاں اس کی موجودگی میں محروم ہوجاتی ہیں۔ یہ قول حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اور یہی علماء احناف کا مسلک ہے۔

حضرت عمرو ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادی وراثت پاتی ہے قاضی شریح، حضرت حسن اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ باپ کی طرف کی دادیاں، دادا کی موجودگی میں محروم ہو جاتی ہیں سوائے باپ کی ماں کی ماں (باپ کی نانی) کے، کہ یہ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دادی، دادا کے واسطے سے وارث نہیں بنی۔ بلکہ میت کے باپ کی ماں کی ماں ہونے کی وجہ سے وراثت کی حقدار ہوئی۔ لہٰذا یہ دادا کیساتھ وراثت پائے گی۔

دادا سے اوپر جو دادیاں ہیں یعنی کہ دادا کی ماں یہ محروم ہوگی اور اگر دادا کی ماں موجود ہے اور دادا کے باپ کی ماں بھی تو ایسی صورت میں دادا کی زوجہ تو حصہ پائے گی لیکن دادا کی ماں محروم ہوگی، یونہی ہر درجہ میں کہ دادا کے درجے میں جو دادیاں ہیں وہ دادا کے ساتھ مستحق ہیں لیکن جو دادا سے اوپر ہیں وہ دادا کے ساتھ حقدار نہیں ہوتیں۔ اسی طرح میت سے جتنے درجے دور ہوتے جائیں گے اتنی ہی دادیاں وارث ہونگیں جبکہ موجود دادا کی ماں اگرچہ اوپر تک ہوں محروم ہوگی۔

اور قریبی درجہ کی دادی خواہ کسی بھی جہت سے ہو خواہ دادی ہو یا نانی یہ بعید درجہ والی کو محروم کر دیتی ہے، بعید درجہ والی خواہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

ضابطہ

اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جہت سے میت کے ساتھ قرب ہے اگر وہ واسطہ خود موجود ہے تو پھر یہ ذی واسطہ ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح قریب والی دادی بعید والی کو محروم کر دیتی ہے، خواہ قریب والی دادی کسی بھی جہت سے ہو یعنی کہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

نوٹ

جب ایک درجہ میں مختلف دادیاں ہوں اور ان کی میت کے ساتھ قرابت میں فرق ہو یعنی کہ ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری دو قرابتوں والی یا ایک دادی ایک قرابت

والی اور دوسری تین قرابتوں والی ہو۔ تو ایسی صورت میں آیا ان کی تعداد دیکھ کر سدس کو تقسیم کریں گے، قطع نظر اس کے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں یا تقسیمِ وراثت باعتبار قرابت ہوگی؟ اس سلسلہ میں امام بو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف

آپ فرماتے ہیں کہ وہ ''سدس'' ان سب میں تعداد کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یہ نہیں دیکھیں گے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں۔ لہٰذا ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری دو قرابتوں والی ہے تو دونوں کے درمیان وہ سدس نصف نصف (آدھا آدھا) تقسیم ہوگا۔ اس اعتبار سے کل مال کے دو حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ ایک دادی کو دیں گے اور دوسرا حصہ دوسری دادی کو۔

امام محمد علیہ الرحمہ کا مؤقف

آپ کے نزدیک ''جہات'' کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم کریں گے۔ لہٰذا جس کی ایک جہت ہے اس کو ایک حصہ اور جس کی دو جہتیں ہیں اس کو دو حصے دیئے جائیں گے یعنی کہ کل مال کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرلیں گے اور ان میں سے ایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا اور دو حصے دو قرابت والی کو۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے

ایک، دو اور تین قرابتوں والی دادیوں کے متعلق وراثت کا نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اور دو قرابتوں والی دادیوں کا نقشہ

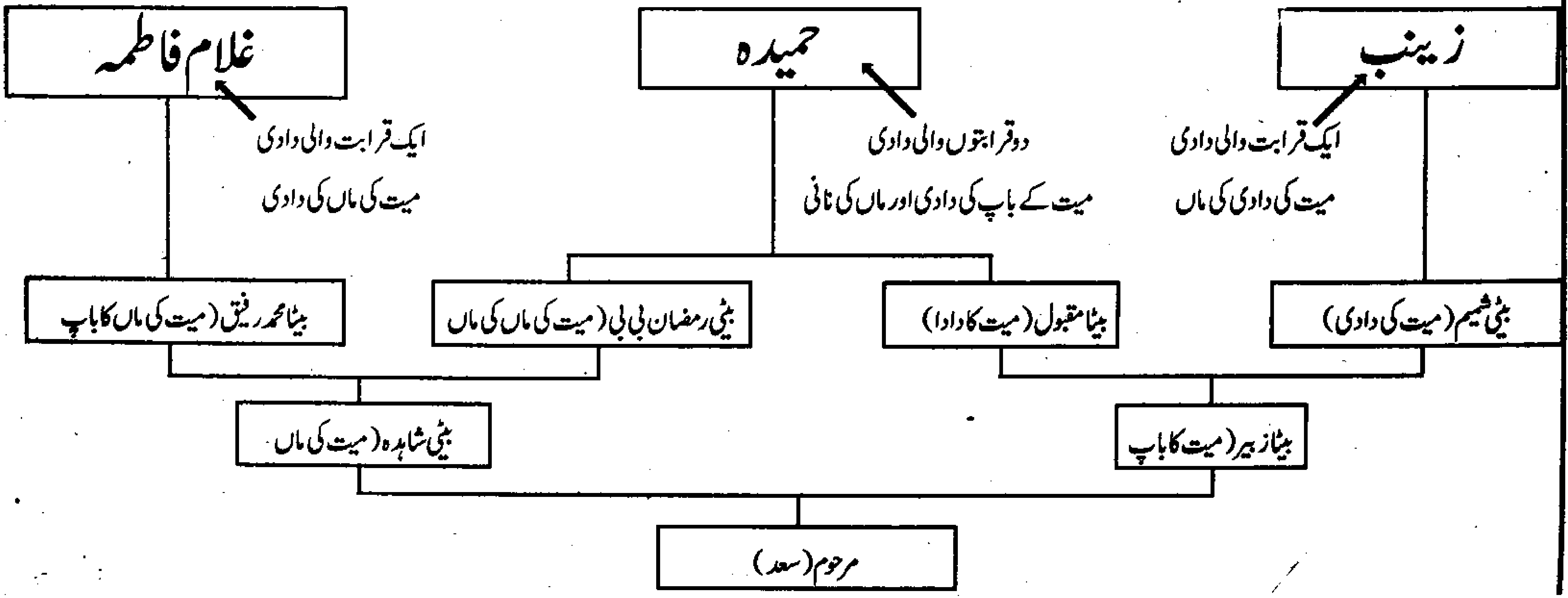
زینب
حمیدہ
غلام فاطمہ
ایک قرابت والی دادی
میت کی دادی کی ماں
دو قرابتوں والی دادی
میت کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی
ایک قرابت والی دادی
میت کی ماں کی دادی
بیٹی شمیم (میت کی دادی)
بیٹا مقبول (میت کا دادا)
بیٹی رمضان بی بی (میت کی ماں کی ماں
بیٹا محمد رفیق (میت کی ماں کا باپ
بیٹا زبیر (میت کا باپ
بیٹی شاہدہ (میت کی ماں
مرحوم (سعد)

﴿ایک اور تین قرابتوں والی دادیوں کا نقشہ﴾

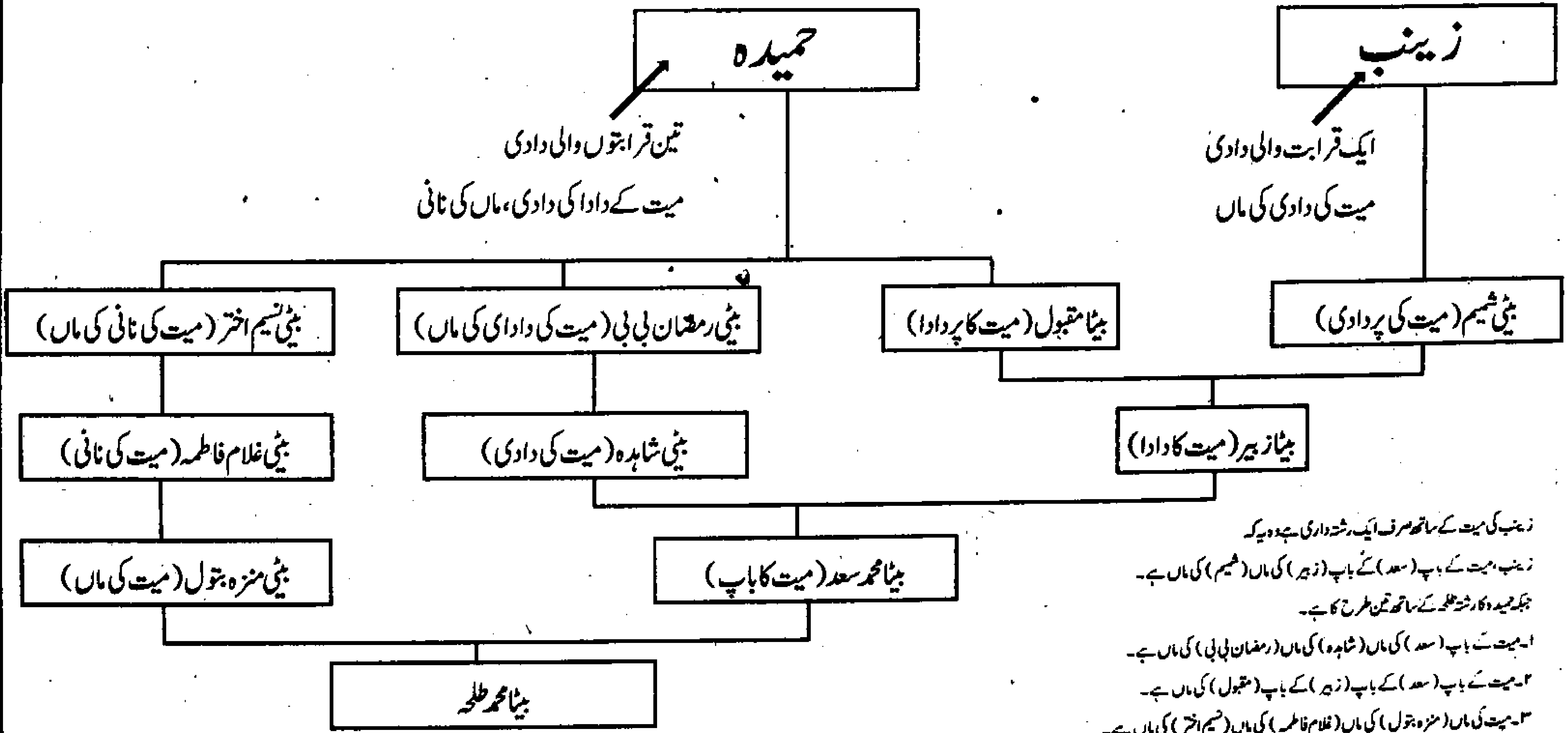
زینب
ایک قرابت والی دادی
میت کی دادی کی ماں
حمیدہ
تین قرابتوں والی دادی
میت کے دادا کی دادی، ماں کی نانی
بیٹی شمیم (میت کی پردادی)
بیٹا مقبول (میت کا پردادا)
بیٹی رمضان بی بی (میت کی دادا کی ماں)
بیٹی نسیم اختر (میت کی نانی کی ماں)
بیٹا زبیر (میت کا دادا)
بیٹی شاہدہ (میت کی دادی)
بیٹی غلام فاطمہ (میت کی نانی)
بیٹا محمد سعد (میت کا باپ)
بیٹی منزہ بتول (میت کی ماں)
بیٹا محمد طلحہ

زینب کی میت کے ساتھ صرف ایک رشتہ داری ہے وہ یہ کہ

زینب میت کے باپ (سعد) کے باپ (زبیر) کی ماں (شمیم) کی ماں ہے۔

جبکہ حمیدہ کا رشتہ طلحہ کے ساتھ تین طرح کا ہے۔

۱۔ میت کے باپ (سعد) کی ماں (شاہدہ) کی ماں (رمضان بی بی) کی ماں ہے۔

۲۔ میت کے باپ (سعد) کے باپ (زبیر) کے باپ (مقبول) کی ماں ہے۔

۳۔ میت کی ماں (منزہ بتول) کی ماں (غلام فاطمہ) کی ماں (نسیم اختر) کی ماں ہے۔

باب العصبات

العصبات النسبية ثلاثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره اما العصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميت واصله وجزء ابيه وجزء جده الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اولهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله اى الاب ثم الجداى اب الاب وان علا ثم جزء ابيه اى الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا ثم جزء جده اى الاعمام ثم بنوهم وان سفلوا ثم يرجحون بقوة القرابة اعنى به ان ذاالقرابتين اولىٰ من ذى قرابة واحده ذكرا كان او انثى لقوله عليه السلام ان اعيان بنى الام يتوارثون دون بنى العلات كالاخ لاب وام اوالاخت لاب وام اذاصارت عصبة مع البنت اولىٰ من الاخ لاب والاخت لاب وابن الاخ لاب وام اولى من ابن الاخ لاب وكذالك الحكم فى اعمام الميت ثم فى اعمام ابيه ثم فى اعمام جده واما العصبة بغيره فاربع من النسوة وهن اللاتى فرضهن النصف والثلثان يصرن عصبة باخوتهن كما ذكرنا فى حالاتهن ومن لافرض لها من الاناث واخوها عصبة لاتصير عصبة باخيها كالعم والعمة المال كله للعم دون العمة واما العصبة مع غيره فكل انثىٰ تصير عصبة مع انثى اخرى كالاخت مع البنت لما ذكرنا وآخر العصبات مولى العتاقة ثم عصبته على الترتيب الذى ذكرنا لقوله عليه السلام الولاء لحمة كلحمة النسب لاشئ للاناث من ورثة المعتق لقوله عليه السلام ليس للنساء من الولاء الاما اعتقن او اعتق من اعتقن او كاتبن اوكاتب من كاتبن اودبرن او دبر من دبرن او جرولاء معتقهن او معتق معتقهن ولو ترك ابا المعتق وابنه عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ سدس الولاء للاب والباقى للابن وعن ابى حنيفة ومحمد رحمهما لله تعالىٰ

الولاء کله للابن ولا شئ للاب ولو ترك ابن المعتق وجده فالولاء کله للابن بالاتفاق ومن ملك ذارحم محرم منه عتق عليه ويكون ولائه له بقدر الملك كثلث بنات للكبرىٰ ثلثون دينارا وللصغرىٰ عشرون دينارا فاشترتا اباهما بالخمسين ثم مات الاب وترك شيئا فالثلثان بينهن اثلاثا بالفرض والباقي بين مشتريتي الاب اخماسا بالولاء ثلثة اخماسه للكبرىٰ وخمساه للصغرىٰ وتصح من خمسة واربعين

ترجمہ

عصبات نسبیہ تین ہیں۔ عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ۔ عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کے ساتھ رشتہ داری کے درمیان کوئی عورت داخل نہ ہو۔ اور یہ چار اصناف ہیں میت کی جزء، اس کے باپ کی جزء اور اس کے دادا کی جزء، سب سے زیادہ حقدار سب سے زیادہ قریبی ہے۔ وہ قربِ درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں یعنی ان میں سے وراثت کا سب سے زیادہ حقدار میت کی جزء (بیٹے) ہے پھر اس کے بیٹے اگرچہ نیچے تک ہوں۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ اوپر تک ہوں۔ پھر اس کے باپ کی جزء یعنی بھائی پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے پھر میت کے دادا کی جزء یعنی چچے پھر ان کے بیٹے اگرچہ کتنے ہی نیچے تک ہوں۔ پھر ان میں ترجیح دی جاتی ہے قوتِ قرابت کی وجہ سے یعنی دو رشتہ داریوں والا ایک رشتہ داری والے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ دو قرابتوں والا، خواہ مذکر ہو یا مؤنث، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: عینی رشتہ دار حصہ پاتے ہیں (اور ان کے ہوتے ہوئے) علاتی رشتہ دار حصہ نہیں پاتے جیسا کہ عینی بھائی اور عینی بہن جبکہ بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن چکی ہو یہ علاتی بھائی اور علاتی بہن سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور عینی بھائی کا بیٹا، علاتی بھائی کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہے۔ اور یہی حکم میت کے چچوں کے متعلق ہے پھر میت کے باپ کے چچوں کے بارے میں پھر میت کے دادا کے چچوں کے بارے میں۔ عصبہ بغیرہ چار طرح کی عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا فرضی

حصہ نصف اور ثلثان ہوتا ہے اور یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ملکر عصبہ بنتی ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے حالات میں ذکر کیا۔ اور وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نہیں ہوتا اور ان کا بھائی عصبہ ہوتا ہے یہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں بن سکتیں۔ جیسا کہ چچا اور پھوپھی تمام کا تمام مال چچا کا ہوگا پھوپھی کا کچھ نہیں ہوگا۔ اور عصبہ مع غیرہ ہر وہ مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ مل کر عصبہ بنے جیسا کہ بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور سب سے آخری عصبہ **مولیٰ العتاقہ** ہے پھر اس کے بعد اس کے عصبات اس ترتیب پر جو ہم نے ذکر کی ہے حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا: ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے، اس معتق (آزاد کرنے والے) کے ورثاء میں سے عورتوں کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عورتوں کے لئے ولاء میں سے حصہ نہیں ہے سوائے اس کی ولاء کے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا یا ان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا یا جس کو انہوں نے خود مکاتب بنایا یا ان نے مکاتبین نے مکاتب بنایا یا جس کو انہوں نے خود مدبر بنایا یا ان کے مدبرین نے مدبر بنایا یا ان کا آزاد کیا ہوا ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے یا ان کے آزاد کردہ کا آزاد کردہ ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے اور اگر معتق (آزاد کردہ) نے معتِق (آزاد کنندہ) کا باپ اور اس کا بیٹا چھوڑا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولاء کا سدس معتق کے باپ کے لئے اور باقی ولاء بیٹے کے لئے ہوگی۔ اور امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہے اور باپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اگر معتق کا بیٹا اور دادا چھوڑا ہو تو بالاتفاق پوری کی پوری ولاء بیٹے کے لئے ہوگی اور دادا کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اپنے کسی ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس کے لئے ملک کی مقدار کی مطابقت سے ہوگی جیسا کہ تین بیٹیاں ہوں جن میں سے بڑی کے تین دینار ہوں اور چھوٹی کے بیس دینار ہوں تو ان دونوں نے پچاس دینار کے عوض اپنا باپ خریدا پھر باپ مر گیا اور کچھ ترکہ چھوڑا ہو تو اس میں سے دو ثلث تو ان تینوں کے درمیان فرضی حصہ کے طور پر اثلاثا

تقسیم ہوگا اور باقی باپ کی دونوں خریدار بیٹیوں میں ولاء کے طور پر اخماساً تقسیم ہوگا ان پانچ اخماس میں سے تین خمس بڑی کے لئے اور دو خمس چھوٹی کے لئے ہونگے اور اس کی تصحیح 45 سے ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿باب العصبات﴾

لغت میں باپ کی طرف سے رشتہ داری کو ''عصبہ'' کہتے ہیں۔

قولہ العصبات النسبیۃ الخ

عصبہ کی اقسام

عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔

(i) عصبہ بالنسب، یعنی وہ عصبات جو نسب کی وجہ سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔

(ii) عصبہ بالسبب، یعنی وہ عصبات جن کی ''عصوبت'' نسب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ''اعتاق'' یا ''موالاۃ'' کی وجہ سے ہو۔

عصبہ بالنسب کی اقسام

عصبہ بالنسب کی تین اقسام ہیں۔

(i)......عصبہ بنفسہ۔

(ii)......عصبہ بغیرہ۔

(iii)......عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ کی تعریف

ہر وہ مرد رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہونے میں کسی مؤنث کا محتاج نہ ہو۔

عصبہ بغیرہ کی تعریف

ہر وہ عورت رشتہ دار جس کا فرضی حصہ ''نصف'' یا ''ثلثان'' ہو اور وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہو۔

عصبہ مع غیرہ کی تعریف

ہر وہ عورت جو کسی دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔

عصبہ بالسبب کی اقسام

عصبہ بالسبب کی دو قسمیں ہیں۔

(i)......مولیٰ العتاقہ۔

(ii)......مولیٰ الموالاۃ۔

قولہ لاتدخل الخ

سوال

عصبہ بنفسہ کی تعریف میں یہ قید کیوں لگائی گئی کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں عورت واسطہ نہ بنے۔

جواب

اس لئے کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں جن ورثاء کے لئے عورت واسطہ بنتی ہے وہ ورثاء ''عصبہ'' نہیں بن سکتے۔ بلکہ وہ یا تو ''ذی فرض'' ہوتے ہیں جیسا کہ ماں کی اولاد یا ''ذوی الارحام'' ہوتے ہیں جیسا کہ نواسا اور نانا۔

سوال

عینی بھائی ''عصبہ بنفسہ'' ہوتا ہے حالانکہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں ماں (جو کہ مؤنث ہے) واسطہ بنتی ہے۔

جواب

عصبہ بنانے میں ''اصل'' باپ کی رشتہ داری ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ اگرچہ اکیلا ہو پھر بھی ''عصوبت'' ثابت کر دیتا ہے۔ رشتہ داری اگرچہ ماں کی طرف سے بھی ہوتی ہے لیکن اس رشتہ داری سے عصوبت ثابت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو ورثہ ماں کی نسبت سے وارث ہوتے ہیں وہ عصبہ نہیں بن پاتے۔ معلوم ہوا کہ عصبہ بنانے میں ماں کی رشتہ داری ناکافی ہے۔

سوال

جب عصبہ بنانے میں ماں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تو پھر وہ عصبات جن میں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ ہوتا ہے وہ صرف باپ کے ذریعے سے عصبہ بننے والوں پر مقدم کیوں ہوتے ہیں؟

جواب

دو کی طرف منسوب ہونے والوں کو وہ ترجیح حاصل ہے جو ایک کی طرف سے منسوب ہونے والوں کو حاصل نہیں۔ یعنی اگرچہ ان میں عصوبت باپ کی وجہ سے آئی لیکن ان میں ماں کی طرف سے رشتہ دار ہونا ایک ایسی اضافی خوبی ہے جس سے علاتی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔

عصبہ بنفسہ کی اقسام

عصبہ بنفسہ کی 4 اقسام ہیں۔

(i) میت کی جزء۔

(ii) میت کی اصل۔

(iii) میت کے باپ کی جزء۔

(iv) میت کے دادا کی جزء۔

عصبات نسبیہ کی ترتیب

تمام عصبات میں وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)......میت کا جزء، ہوتا ہے یعنی کہ میت کے بیٹے۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے۔

(۳)......یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے۔

(۴)......وہ بھی نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی بیٹا موجود ہو۔

اگر میت کا کوئی جزء نیچے تک موجود نہ ہو تو پھر وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)......اس کی ''اصل'' ہے یعنی کہ باپ۔

(۲)......پھر اگر باپ نہ ہو تو دادا۔

(۳)......وہ نہ ہو تو دادا کا باپ۔

(۴)......وہ نہ ہو تو اس کا باپ۔ اوپر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

اگر باپ دادا اوپر تک کوئی بھی موجود نہ ہو تو پھر

(۱)......باپ کے جز مستحق ہوتے ہیں یعنی کہ بھائی۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔

(۳)......وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہوں۔

اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر

(۱)......دادا کی جزء وارث بنتی ہے یعنی کہ چچے۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔

(۳)......وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

مذکورہ بالا تقسیم سے معلوم ہوا کہ عصبہ بنفسہ چار طرح ہوتے ہیں۔

(i) بیٹا، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے نیچے تک جو بھی موجود ہو۔

(ii) باپ، پھر ان کا باپ، پھر ان باپ اوپر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

(iii) بھائی، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، نیچے تک جو بھی موجود ہو۔

(iv) چچا، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، نیچے تک کوئی بھی موجود ہو۔

قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح

مذکورہ بالا ترتیب تو بالعموم عصبات میں معتبر ہے۔ اس میں یہ بات ہے کہ قریب کے درجے والے عصبات مقدم ہوتے ہیں دور کے درجے والے پر، جیسا کہ ''بیٹا'' قریبی عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے پوتا عصبہ نہیں بن سکتا، اسی طرح باپ عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے دادا عصبہ نہیں بن سکتا۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ دو یا زیادہ عصبات درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے ایک صرف ایک اعتبار سے میت کا عصبہ ہے اور دوسرا دو اعتبار سے عصبہ ہے تو ایسی صورت میں جس کی زیادہ قرابتیں ہونگیں وہ دوسرے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس میں مذکر و مؤنث کا کوئی فرق نہیں ہے یعنی کہ جس کی قرابتیں زیادہ ہیں وہ زیادہ حقدار ہوگا خواہ مذکر ہو یا مؤنث، اور مقابلے والا خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان بنی اعیان الام یتوارثون دون بنی العلات

یعنی کہ جب بنی اعیان اور بنی علات موجود ہوں تو ان میں سے بنی اعیان وراثت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں''[1]

حدیث پاک میں ''الام'' کا ذکر اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ بنو اعیان کی بنو علات سے اولویت اور مقدم ہونے کی وجہ معلوم ہو جائے؟۔ وہ یہ ہے کہ بنو اعیان کی میت کے ساتھ دو طرح کی رشتہ داری ہوتی ہے جبکہ بنو علات کی ایک طرح کی رشتہ داری ہوتی ہے۔ بنو اعیان کی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری یہ ہے کہ ان کا رشتہ ماں کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور باپ کی طرف سے بھی جبکہ بنو علات کا رشتہ باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماں کی طرف سے نہیں ہوتا۔

---

[1] ترمذی، جلد 2، صفحہ 30، مطبوعہ مکتبہ دار القرآن والحدیث، ملتان۔

سوال

بیٹوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ بیٹے، میت کی فرع ہیں اور باپ اصل۔ فرع کو اصل کے ساتھ ملانا اور میت کا مال اس کی فرع کو دینا زیادہ ظاہر ہے بہ نسبت اصل کو فرع کے ساتھ ملانے کے۔ جیسا کہ فرع اصل کے تابع ہوا کرتی ہے اور اصل کو ذکر کرنے کے بعد فرع کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بلکہ اصل کے ذکر کے ساتھ ہی فرع کا ذکر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کا الٹ نہیں ہوتا یعنی کہ فرع کا ذکر کرنے سے اصل کا بھی ذکر ہو جائے یہ ضروری نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ فرع کو اصل کے ساتھ لاحق کرنا زیادہ بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین خریدیں تو درخت اور عمارتیں خرید میں شامل ہوتی ہیں جبکہ عمارت یا درخت خریدے ہوں تو اس میں زمین شامل نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بات پتہ چلی کہ فرع اصل کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے اگرچہ اصل بھی فرع کے ساتھ لاحق ہو سکتی ہے لیکن اس کے الحاق کے لئے اس کا ذکر الگ سے ضروری ہے۔

سوال

پوتوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ پوتوں کے عصبہ بننے کا سبب بیٹا ہوتا ہے اور یہ سبب باپ پر مقدم ہے اس لئے جس کا یہ سبب بنا اس کو بھی مقدم کر دیا۔

دو قرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے عینی بھائی اور علاتی بھائی چھوڑے ہوں تو عینی بھائی چونکہ میت کا دو جہتوں سے رشتہ دار ہوتا ہے اس لئے وہ علاتی بھائی سے اولیٰ ہوگا کیونکہ علاتی بھائی کی میت کے ساتھ صرف ایک جہت سے رشتہ داری ہوا کرتی ہے۔

دوقرابتوں والی مؤنث کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک پوتی، ایک عینی بہن اور ایک علاتی بھائی چھوڑا ہو، تو ایسی صورت میں عینی بہن، پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی اس کی میت کے ساتھ چونکہ رشتہ داری ڈبل ہے اس لئے یہ علاتی بھائی سے اولیٰ ہوگی۔

دوقرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بہن چھوڑی ہو تو ان میں سے عینی بھائی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہونے ک وجہ سے علاتی بہن کی بہ نسبت اولیٰ ہوگا۔

دوقرابتوں والی مؤنث کے ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک پوتی، ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن چھوڑی ہو، تو ایسی صورت میں عینی بہن، پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور علاتی بہن سے اولیٰ ہوگی کیونکہ عینی بہن کی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہوتی ہے۔

سوال

دوسری اور چوتھی مثال میں بہن کے عصبہ ہونے کی مثال دی گئی جو کہ ''عصبہ بنفسہ'' نہیں ہے۔ جب کہ بحث، عصبہ بنفسہ کی چل رہی ہے۔ تو جس مثال کا اس بحث سے تعلق نہیں ہے اس کو یہاں پر کیوں پیش کیا گیا؟

جواب

اس عصبہ کا حکم ''عصبہ بنفسہ'' والا ہے، کیونکہ جب یہ عصبہ ہوگی تو یہ حکم ہوگا اور جب عصبہ نہ ہوگی تو حکم بھی یہ نہ ہوگا بلکہ اس وقت اس کا حکم ''ذی فرض'' والا ہوگا۔ تو چونکہ ان کا حکم ''عصبہ بنفسہ'' والا تھا اس لئے ''عصبہ بنفسہ'' کے تحت مثال دے دی گئی۔ لہذا یہ مت کہیے کہ اس مثال کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوٹ

جس طرح عصبات میں درجہ کے قرب وبعد کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح ان کی فروعات میں بھی درجہ کے قرب وبعد کا اعتبار ہوتا ہے۔ چنانچہ عینی بھائی کا بیٹا، علاتی بھائی کے بیٹے سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ عینی بھائی کی اولاد جس باپ کی وجہ سے رشتہ دار بنے ہیں وہ باپ دو قرابتوں والا ہے اس لئے اس کے ذی قرابتین ہونے کا اولاد کو فائدہ ہوگا کہ اگر چہ یہ لوگ درجہ قرابت میں تو برابر ہیں لیکن قوتِ قرابت میں عینی بھائی کی اولاد علاتی بھائی کی اولاد پر مقدم ہوگی۔

میت کے چچوں میں اور باپ کے چچوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی کہ میت کے چچاؤں میں بھی اولاً درجہ قرابت میں تقدیم وتاخیر ہوگی اور ثانیاً قوتِ قرابت میں۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی نے چچا اور باپ کا چچا چھوڑا ہو تو چونکہ ان کا چچا، باپ کے چچا سے زیادہ قریب ہے اس لئے میت کا چچا مقدم ہوگا باپ کے چچا پر، یونہی اگر چہ درجۂ قرابت میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے بعض کو بعض پر قوتِ قرابت میں فوقیت حاصل ہو یعنی کہ ایک چچا کو دو قرابتیں حاصل ہوں اور دوسرے کو صرف ایک۔ تو دو قرابتوں والا چچا ایک قرابت والے چچا پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے ایک عینی چچا (باپ کا عینی بھائی) اور ایک علاتی چچا (باپ کا علاتی بھائی) چھوڑا ہو۔ تو ان میں سے عینی چچا، علاتی چچا پر مقدم ہوگا۔

یونہی میت کے باپ کے چچاؤں کے بارے میں احکام ہیں یعنی کہ میت کے باپ کا عینی چچا (میت کے دادا کا عینی بھائی) مقدم ہوگا میت کے باپ کے علاتی چچا (میت کے دادا کے علاتی بھائی) پر اور یہی حکم ان اصناف کی فروع کے متعلق ہے کہ پہلے تو ان میں "درجہ قرابت" دیکھا جائے گا کہ جو قریب کے درجہ کا رشتہ دار ہوگا وہ دور والے سے مقدم ہوگا اور ایک درجہ سے تعلق رکھنے والوں میں جو زیادہ قرابتوں والا ہوگا وہ کم قرابتوں والے پر مقدم ہوگا۔ چنانچہ میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہوگا چچا کے پوتے پر، اور میت کے عینی چچا کا بیٹا مقدم ہوگا علاتی چچا کے بیٹے پر۔

عصبہ بغیرہ

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے "ہر وہ مؤنث ہے جو اپنے برابر کے مذکر کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے"[1]

یہ کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں۔ عصبہ بغیرہ میں وہ عورتیں ہیں جو اکیلی ہوں تو ذی فرض کے طور پر حصہ پاتی ہیں۔ یہ 4 طرح کی عورتیں ہیں۔[2]

(i) بیٹی، کہ بیٹے کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔ اکیلی ہو تو نصف، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان پاتی ہیں۔

(ii) پوتی، کہ پوتے کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں اس کا حال بیٹی والا ہوتا ہے۔

(iii) عینی بہن، کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹیاں اور پوتیاں نہ ہوں تو ان کا حال بھی بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔

(iv) علاتی بہن، کہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہیں۔ مذکورہ تینوں کی عدم موجودگی میں ان کا حال بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔[3]

یہ چاروں قسم کی عورتیں (جیسا کہ ان کے احوال میں بھی گذرا ہے)۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں۔ پہلی دو کے عصبہ ہونے پر دلیل، قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے" (ترجمہ کنزالایمان)

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 249، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

[2] فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 253، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

[3] فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 249، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

اور آخری دو کے عصبہ ہونے پر دلیل یہ ہے:

وان کانوا اخوۃ الرجالاً ونساءً فللذکر مثل حظ الانثیین

”اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر“

نوٹ

ایسی عورت جس کا کوئی فرضی حصہ نہیں ہوتا وہ بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بن سکتی [1]

مثلاً کسی نے عینی چچا اور عینی پھوپھی چھوڑی ہو یا علاتی چچا اور علاتی پھوپھی چھوڑی ہو، ایسی صورت میں سارے کا سارا مال چچا لے گا۔ اور پھوپھی کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اس صورت میں چچا، پھوپھی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ پھوپھی جب اکیلی ہو تو فرضی حصہ نہیں پاتی یونہی عینی چچا کا بیٹا، عینی چچا کی بیٹی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ یہ بھی اکیلی ہونے کی صورت میں فرضی حصہ نہیں پاتی۔

سوال

جو ذی فرض نہیں ہے بھائی اس کو عصبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب

اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) اصلاً تو عصبہ ”مردوں“ کو ہونا چاہئے لیکن عورت کے متعلق چونکہ نص آگئی ہے اس لئے خلاف قیاس عورت کو بھی عصبہ بنایا گیا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب نص کا حکم خلاف قیاس ثابت ہوتا ہے تو وہ اپنے مورد پر بند رہتا ہے۔ چنانچہ عورتوں کی عصوبت کے متعلق قرآن کریم میں دو مقامات پر ذکر ہے اور دونوں جگہ پر جن عورتوں کا ذکر ہے وہ ایسی ہیں کہ اکیلی ہوں تو ذی فرض ہوتی ہیں۔ اس لئے جو عورتیں اکیلی ہو کر ذی فرض نہیں ہوتیں ان کو نص شامل نہ ہوگی۔

---

[1] ...... فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 256، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

(۲)ایسی عورت جو کہ اکیلی ہوکر ذی فرض ہوتی ہے اور بھائی ان کو عصبہ بناتا ہے۔ تو وہ بھائی دراصل اس کو ذی فرض سے عصبہ کی طرف منتقل کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بھائی ہر عورت کو عصبہ بنادیتا ہے بلکہ صرف ان کو عصبہ بناتا ہے جن کا اپنا حصہ فرضی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بھائی ان کو عصبہ نہ کرے تو خدشہ ہے کہ بہن، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ پائے۔ حالانکہ یہ اسلوب شرع کے خلاف ہے کہ عورت، مرد کے برابر یا اس سے بڑھ کر حصہ پائے۔

جیسا کہ کسی نے ایک بہن اور ایک بھائی چھوڑا ہو تو اس صورت میں اگر بالفرض بہن کو بھائی کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ بہن کو فرضی حصہ دیں۔ تو پھر اس اکیلی کو نصف ملے گا۔ بھائی عصبہ ہے باقی ماندہ نصف اس کو دیں گے تو بہن اور بھائی کو برابر حصے ملے گا۔ اور اگر دو بہنیں اور دو بھائی ہوں اور ان بہنوں کو بھائیوں کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ فرضی حصہ ہی دیں تو ایسی صورت میں دو بہنوں کا حصہ ''ثلثان'' ہے جب ان کو دے کر باقی ماندہ عصبات (بھائیوں) کو دیا تو بھائیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ سے کم ہوگیا اور بہنوں کا حصہ بھائیوں سے بڑھ گیا۔ اسی خرابی سے بچنے کے لئے جب بہنوں کے ساتھ بھائی ہوتا ہے تو وہ بہنوں کو فرضی حصے سے عصبہ کی طرف منتقل کردیتا ہے تاکہ وہ خرابی لازم نہ آئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھائی نے جو بہنوں کو عصبہ کیا ہے وہ صرف اس لئے تھا کہ کہیں فرضی حصہ پانے والی بہن کا حصہ، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ ہوجائے۔ اب جو عورت سرے سے ذی فرض ہی نہ ہوگی اس کے بھائی کے برابر آنے یا اس سے بڑھ جانے کا تو کوئی خدشہ نہیں ہے اس لئے ایسی عورتوں کو عصبہ بنانے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عصبہ مع غیرہ

اس کی بھی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ جیسا کہ عینی یا علاتی بہن، جب بیٹی کے ساتھ ملتی ہے تو عصبہ بنتی ہے۔ یہ بیٹی خواہ صلبی ہو یا بیٹے کی بیٹی، یونہی ایک ہو یا زیادہ۔ حضرت بشر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سالت ابن ابی الزناد عن رجل ترک بنتا واختا فقال لابنته النصف ولاخته مابقی وقال اخبرنی ابی خارجة بن زید ان زید بن ثابت کان یجعل الاخوات مع البنات عصبة لایجعل لھن الا مابقی

"میں نے ابن ابی زیاد سے ایک ایسے شخص کی وراثت کا مسئلہ پوچھا جس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑے تو انہوں نے فرمایا: تمہاری بیٹی کے لئے نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کے لئے ہے اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے خارجہ بن زید کے حوالے سے بتایا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناتے تھے اس لئے ان کے لئے مابقی کا حکم دیتے" [1]

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق

عصبہ بغیرہ میں جو غیر ہوتا ہے وہ بذات خود "عصبہ" ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ بہن وغیرہ شامل ہوتی ہے تو اس کی عصوبت کی وجہ سے اُس عورت میں بھی عصوبت آجاتی ہے۔ جبکہ عصبہ مع غیرہ میں جو "غیر" ہوتا ہے وہ بذاتِ خود "عصبہ" نہیں ہوتا بلکہ جب دوسری عورت کے ساتھ ملتا ہے تو اس مجامعت کی وجہ سے دونوں عصبہ بن جاتے ہیں۔

عصبات کی آخری قسم "مولی العتاقہ"

آزاد کرنے والے کو "مولیٰ العتاقہ" کہتے ہیں۔ جب آزاد کردہ غلام مر جائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا آزاد کنندہ اس کا "عصبہ" ہوگا۔ اور اگر یہ آزاد کنندہ نہ ہو تو پھر اس کے "عصبات" وراثت کے حق دار ہونگے، اس میں ترتیب وہی ہوگی جو عصبات میں ہم نے ذکر کردی ہے۔ چنانچہ اس کے عصبات نسبیہ اس کے عصبات سببیہ (معتِق معتق) پر مقدم ہونگے۔ اور عصبہ نسبی سے مراد یہاں پر صرف "عصبہ بنفسہ" ہے۔ (اس کی وجہ آگے آرہی ہے) چنانچہ آزاد کنندہ موجود نہ ہو تو اس کا بیٹا، وہ نہ ہو تو پوتا نیچے تک۔ یہ سب موجود نہ

---

[1] الدارمی، حدیث نمبر 2754

ہوتو آزادکنندہ کا باپ ، وہ نہ ہوتو دادا ، وہ نہ ہوتو دادا کا باپ اوپر تک۔ یہ بھی اوپر تک نہ ہوتو بھائی ، بھائی نہ ہوتو اس کی اولاد، وہ نہ ہوتو اس کی اولاد نیچے تک۔ اگر بھائیوں اور اس کی اولادوں میں کوئی نہ ہوتو چچا، وہ نہ ہوتو اس کی اولاد یونہی نیچے تک۔

مولیٰ العتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الولاء لحمة کلحمة النسب لایباع ولایوھب

”ولاء ایک قرابت ہے جیسا کہ نسب ایک قرابت ہے جسے نہ بیچا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے“ [1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آزادی انسان کے لئے زندگی ہے کیونکہ آزادی کی وجہ سے انسان کے لئے مالک ہونے کی صفت ثابت ہوتی ہے جس کی بناء پر انسان جمیع ماعدا یعنی جمادات وحیوانات سے ممتاز ہوتا ہے جبکہ غلامی، اس چیز کو ضائع کردیتی ہے اور یہ صفات ہلاک کردیتی ہے۔ چنانچہ آزادکنندہ معتق کو زندہ کرنے کا باعث بنا جیسا کہ باپ ولد کی ایجاد کا سبب بنا۔ یونہی جیسے بیٹا نسباً باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور باپ کے اقرباء کی طرف باپ کی تابعیت کی وجہ سے منسوب ہوتا ہے اسی طرح آزادکردہ اپنے آزادکنندہ کی طرف ”ولاء“ کے اعتبار سے منسوب ہوتا ہے اور اس کے عصبات کی طرف تابعیت میں منسوب ہوتا ہے۔ اس لئے جس طرح نسب کی وجہ سے وراثت ثابت ہوتی ہے اسی طرح ”ولاء“ کی وجہ سے بھی وراثت ثابت ہوگی۔

معتق نہ ہوتو اس کے ”عصبات“ وارث ہوتے ہیں اس میں ہم نے یہ کہا کہ تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ”عصبات بنفسہ“ یعنی کہ مذکر عصبات۔ جبکہ معتق کے عصبات میں سے مؤنث کے لئے کچھ نہ ہوگا یعنی کہ معتق کے ”عصبہ بغیرہ“ اور ”عصبہ مع غیرہ“ کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ..... الدارمی حدیث نمبر 3030

لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتهن [1]

عورتوں کے لئے ولاء صرف درج ذیل لوگوں کی ہوسکتی ہے:

(i) ان کے آزاد کردہ کی۔

(ii) ان کی کہ جن کو ان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا۔

(iii) ان کے مکاتبوں کی۔

(iv ان کے مکاتبوں کے مکاتبوں کی۔

(v) ان کے مدبروں کی۔

(vi) ان کے مدبروں کے مدبروں کی۔

(vii) ان کا آزاد کردہ جن کی ولاء کو کھینچ لائے۔

(viii) یا آزاد کردہ کا آزاد کردہ جن کی ولاء کھینچ لائے۔

اس حدیث شریف میں اگرچہ شذوذ ہیں لیکن کبار صحابہ کرام (مثلاً حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اسی کی مثل جو احادیث مروی ہیں ان سے اس روایت کو تاکید حاصل ہوجاتی ہے۔ تو گویا کہ یہ روایت بمنزلہ مشہور حدیث کے ہوگئی۔

حدیث کا مطلب

مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے آزاد کردہ غلاموں کی ولاء حاصل ہوتی ہے یا پھر ان کی کہ جن کو ان کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔ آزاد کردہ کی بات تو واضح ہے۔ آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء حاصل ہونے کی صورت درج ذیل ہے۔

آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء

جیسے زینب نے اپنے غلام (خالد) کو آزاد کیا ہو۔ خالد نے آزاد ہونے کے بعد ایک غلام (جمیل) خریدا۔ اور پھر اس کو آزاد کردیا۔ پھر خالد مرگیا۔ اور اس کا کوئی عصبہ نسبی

---

[1] ..... نصب الرایہ جلد 4، صفحہ 154، مدینۃ النشر، مصر۔

نہ تھا۔ اور اب جمیل مرگیا۔ جبکہ اس کا بھی کوئی عصبہ نسبی موجود نہیں ہے۔ تو اس صورت میں زینب اس آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی وارث ہوگی۔

مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد سے کہا کہ تو مجھے ہزار روپے دے دے تو تُو آزاد ہے۔ خالد نے کمائی کر کے ہزار روپے زینب کو ادا کر دیئے۔ تو وہ آزاد ہو گیا۔ اب خالد مر گیا۔ جبکہ اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ تھا۔ تو زینب کو اس کی ولاء حاصل ہوگی۔

مکاتب کے مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مکاتب کیا، خالد بدلِ کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا، پھر پھر خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اور اس کو مکاتب کیا، اس نے بھی بدلِ کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا، اب خالد مر گیا، اور اس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مر گیا اور اس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔ اب جمیل کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی۔

مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر بنایا پھر زینب (معاذ اللہ) مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں چلی گئی، قاضی نے اس کے مدبر کی آزادی کا فیصلہ کر دیا پھر زینب اسلام لے آئی اور دارالاسلام میں آ گئی۔ اب اگر خالد مر گیا تو اس کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی۔

مدبر کے مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر کیا پھر معاذ اللہ مرتد ہوگئی، قاضی نے خالد کے آزاد ہونے کا فیصلہ کر دیا، پھر زینب مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلی آئی، خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اور اس کو مدبر بنایا اور خود مر گیا، اس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مر گیا اس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔ تو زینب، جمیل کی ولاء کی حقدار ہوگی اور وراثت پائے گی۔

آزادکردہ کے ولاء کو کھینچ کرلانے کی مثال

جیسا کہ زینب کے غلام خالد نے زینب کی اجازت سے ہندہ کے ساتھ شادی کرلی (ہندہ احمد کی آزادکردہ ہے) شادی کے بعد ایک بچہ حبیب پیدا ہوا۔ یہ بچہ آزاد ہوگا۔ کیونکہ حریت ورقیت میں بچہ، ماں کے تابع ہوا کرتا ہے۔ تو چونکہ اس کی ماں آزاد ہے اس لئے بچہ بھی آزاد ہوگا۔ اور اگر یہ (حبیب) مرجائے تو اس کی ولاء اس کی ماں کے آزادکنندہ (احمد) کے لئے ہوگی۔ لیکن ہوا یہ کہ زینب نے خالد کو آزاد کردیا اب وہ ولاء جو کہ ماں کے آزادکنندہ کی طرف جارہی تھی اب باپ کے آزادکنندہ کی طرف جائے گی کیونکہ باپ آزاد ہوا تو بیٹے کی ولاء اس کو مل گئی۔ اور چونکہ وہ خود زینب کا آزادکردہ ہے اس لئے اس کی ولاء زینب کے لئے ہوگی گویا کہ حبیب کی ولاء کو اس کا باپ (زینب کا آزادکردہ یعنی کہ خالد) زینب کے لئے کھینچ لایا۔ اب اگر خالد مرجائے اور پھر حبیب مرجائے تو حبیب کی ولاء اس کے باپ (خالد) کی معتِقہ (زینب) کے لئے ہوگی۔

آزادکردہ کا آزادکردہ ولاء کو کھینچ لائے، اس کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو آزاد کیا۔ خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اور اس کا نکاح ہندہ (جو کہ احمد کی آزادکردہ ہے) سے کردیا۔ جمیل اور ہندہ کے ہاں ایک بچہ (حبیب) پیدا ہوا۔ یہ بچہ آزاد ہے کیونکہ اس کی ماں آزاد ہے اور حریت ورقیت میں بچہ ماں کے تابع ہوا کرتا ہے اور اس حبیب کی ولاء اس کی ماں کے آزادکردہ (احمد) کے لئے ہوگی۔ لیکن ہوا یوں کہ خالد نے جمیل کو آزاد کردیا تو اس کے اعتاق کی وجہ سے حبیب کی ولاء احمد (باپ کا آزادکنندہ) سے ہٹ کر اس کے باپ (جمیل) کی طرف اور اس سے اس کے آزادکنندہ (خالد) کی طرف آگئی۔ تو یوں کہیں گے کہ خالد نے حبیب کی ولاء اپنے آزادکردہ کے ذریعے اپنی طرف کھینچی اور پھر اپنے آزادکنندہ کی طرف روانہ کردی۔ تو یوں زینب کو حبیب کی ولاء خالد کے ذریعے حاصل ہوگی کہ خالد کو یہ ولاء جمیل کے ذریعے حاصل ہوئی تھی۔ اور جمیل کو باپ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔

ولاء کھینچ کر لانے پر ایک اور بھی دلیل موجود ہے

روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو دیکھا۔ تو وہ نوجوان آپ کو بہت اچھے لگے کیونکہ وہ بہت خوبصورت اور توانا تھے۔ ان نوجوانوں کی ماں حضرت رافع بن خدیج کی آزاد کردہ تھیں جبکہ ان کا باپ کسی اور کا غلام تھا۔ حضرت زبیر نے ان کے باپ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ اور نوجوانوں سے فرمایا ''اب تم میری طرف منسوب ہوا کرو گے۔ کیونکہ تم میرے موالی ہو'' جبکہ ان کی ماں کے آزاد کنندگان کہنے لگے کہ یہ ہمارے آزاد کردہ ہیں اور ہمارے موالی ہیں لہٰذا ان کی ولاء ہمارے لئے ہے۔ جب جھگڑا بڑھ گیا تو یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے مقدمہ سن کر حضرت زبیر بن عوام کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: ان کی ولاء زبیر بن عوام کے لئے ہے۔ یہ واقعہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا اپنی ماں کے آزاد کنندگان کی طرف صرف اسی صورت میں منسوب ہوتا ہے جبکہ اس کے باپ کی طرف سے ولاء ثابت نہ ہو۔ اگر باپ کی طرف سے ولاء ثابت ہو جائے تو باپ یہ ولاء اپنے موالی کی طرف کھینچ لاتا ہے کیونکہ ماں کی طرف نسبت تو ضرورتاً کی گئی تھی جیسا کہ ولد الزناء، کہ اس کا باپ شرعی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً اس کا نسب ماں کی طرف سے چلتا ہے۔

ولو ترک ابا المعتق وابنہ الخ

اگر کوئی آزاد کردہ (معتق) مر گیا اور اس نے ورثاء میں معتق کا باپ اور اس کا بیٹا چھوڑا ہو تو امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ معتق کے باپ کے لئے ولاء کا ''سدس'' ہے اور باقی بیٹے کے لئے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک تمام تر ولاء بیٹے کے لئے ہے۔

امام ابو یوسف کی دلیل

اگر معتق مال چھوڑتا تو ''سدس'' باپ کا اور ''باقی'' بیٹے کا ہوتا۔ اسی طرح ولاء میں بھی ہوگا کہ ''سدس'' باپ کے لئے اور باقی بیٹے کیلئے۔ کیونکہ ولاء ''ملک'' کا اثر ہوتا ہے۔ جب ملک میں باپ کا حصہ سدس ہوتا ہے تو ملک کے اثر میں بھی باپ کا سدس ہونا چاہئے۔

احناف کی طرف سے جواب

ولاء اگرچہ ملک کا اثر تو ہے۔ لیکن مال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر مال کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسا کہ قصاص کے لئے مال کے احکام ہیں جس کی بناء پر اس کے عوض مال لیا جاسکتا ہے۔ لیکن قصاص کی طرح ولاء کے لئے مال والے احکام نہیں ہیں اسی لئے ولاء میں سہام نہیں ہوا کرتے۔ معلوم ہوا کہ ولاء، نہ مال ہے اور نہ ہی مال کے حکم میں ہے بلکہ یہ تو ایک سبب ہے جس کی وجہ سے وراثت بطور عصوبت جاری ہوتی ہے۔ جب اس میں وراثت بطور عصوبت جاری ہوتی ہے تو عصبات کی طرح یہاں بھی جو اقرب ہوگا وہی زیادہ حقدار ہوگا۔ اور باپ و بیٹا میں سے اقرب، بیٹا ہے۔ اس لئے بیٹا ہی زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر ولاء میں وراثت کے فرضی حصوں کی طرح سہام جاری ہوتے تو ولاء کی وجہ سے عورتیں بھی وراثت کا حصہ پاتیں۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

الولاء لحمة كلحمة النسب لایباع ولایوهب

''ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے نہ بیچی جاسکتی ہے نہ ہبہ کی جاسکتی ہے''

اس بات پر بین ثبوت ہے کہ ولاء کے سہام نہیں ہونگے اور تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہوگی۔

اور اگر کسی معتق (آزاد کردہ) نے اپنے معتق (آزاد کنندہ) کا بیٹا اور دادا چھوڑا۔ تو اب بالاتفاق تمام تر ولاء اسی بیٹے ہی کی ہوگی۔

سوال

جب بیٹا دادا کے ساتھ ہے تو اختلاف نہیں ہے بلکہ سب بالاتفاق بیٹے کو ولاء دیتے ہیں تو پھر جب معتق کے بیٹے کے ساتھ اس کا باپ تھا تو وہاں اختلاف کیوں ہوا؟

جواب

اس لئے کہ باپ اور بیٹا دونوں بلاواسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے کہ دونوں ہی بلاواسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں تو پھر ان میں سے اقرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ اقرب ہونا یا ابعد ہونا ایک حکمی امر ہے جو ظاہراً معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ تو چونکہ یہاں زیادتیِ قرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہے اس لئے اختلاف ہوگیا کہ باپ بھی حصہ لے گا یا نہیں۔ جبکہ دادا اور بیٹے میں اس طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ کیونکہ بیٹا بلاواسطہ رشتہ دار ہے اور دادا بالواسطہ۔ اس لئے بیٹا یقیناً اقرب ہے اور دادا بیٹے سے یقیناً ابعد ہے۔ جب ان دونوں میں قرب وبعد کا تعین ہوگیا تو اس بات میں بھی شک نہ رہا کہ دادا محروم ہوگا۔ کیونکہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد محروم ہوا کرتا ہے۔

نوٹ

شروع میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے گئے تھے وہاں یہ کہا گیا تھا کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں باپ اور دادا کے احکام الگ الگ ہیں۔ اُن چار مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ معتق کا باپ اور بیٹا ہوں تو باپ کے حصہ پانے میں اختلاف ہے جبکہ دادا اور بیٹا ہوں تو دادا کے محروم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ومن ملک ذا رحم محرم منه عتق علیه الخ

مسئلہ

جو شخص کسی ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ ذی رحم اُس خریدار پر آزاد ہوجاتا ہے۔ اور اس کی ولاء خریدار کے لئے ہوتی ہے۔

مثال

جیسا کہ تین بہنیں ہوں، جن کا باپ غلام اور ماں آزاد ہو۔ ان میں سے دو بہنیں اپنے باپ کو خریدلیں۔ جس میں بڑی بہن نے 30 روپے اور چھوٹی بہن نے 20 روپے

شامل کر کے 50 روپے میں اپنے باپ کو خریدا۔ تو خریدتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء، ان خریدنے والیوں کے لئے ہوگی۔

اب اگر باپ مر جائے اور کچھ ترکہ چھوڑے تو اس ترکہ کا ''ثلثان'' تینوں بہنوں کے لئے فرضی حصہ ہوگا۔ اور باقی جو بچے گا وہ ان دونوں (خریدنے والیوں) کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اس طرح کہ اس ثلث کے پانچ حصے کریں گے جن میں سے 3 بڑی کو اور 2 چھوٹی کو دیں گے۔ اس طرح اصل مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔ جس میں سے ثلثان (2 سہام) تینوں بیٹیوں کو اور ایک ثلث (1) خریدنے والیوں کو دیں گے۔ اور یہ 2 حصے تین بہنوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ ان حصص (2) اور رؤس (3) کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔ تو ہم نے جمیع عدد رؤس (3) کو محفوظ کر لیا۔ یونہی ایک سہم دو خریدار بیٹیوں کے سہام الولاء (5) پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔

اب گویا کہ 5 رؤس اور 1 سہم ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے اور اس مجموعے کو محفوظ کر لیا۔ جبکہ ہمارے پاس اس سے قبل محفوظ شدہ عدد 3 تھا۔ حاصل شدہ دونوں عددوں میں نسبت تباین کی ہے۔ اس لئے دونوں کو آپس میں ضرب دی تو (۱۵=۵x۳) حاصل ضرب 15 ہوا۔ پھر اس 15 کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (۴۵=۳x۱۵) حاصل ضرب 45 ہوا۔ اس سے تصحیح کی جائے گی۔ اصل مسئلہ سے تینوں بیٹیوں کے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 15 کیساتھ ضرب دی تو (۳۰=۲x۱۵) حاصل ضرب 30 آیا۔ یہ حصہ (بطور فرض) ہے تینوں بیٹیوں کا۔ اس طرح کہ ہر بیٹی کو 10، 10 سہام آئیں۔ اصل مسئلہ سے صغریٰ اور کبریٰ کے لئے ولاء سے (1) سہم تھا۔ اس کو بھی 15 کے ساتھ ضرب دی تو (۱۵=۱x۱۵) حاصل ضرب 15 ہوا۔ یہ حصہ ہے تصحیح سے دو خریدار بیٹیوں کا۔ اب یہ سہام، ولاء کی مناسبت سے ان میں تقسیم کئے۔ بڑی کے تین اخماس (3/5) تھے اور چھوٹی کے دو اخماس (2/5) چنانچہ 15 کے 3 اخماس 9 ہیں کیونکہ پندرہ کا ایک خمس (3) ہوتا ہے اس لئے بڑی کو تین اخماس یعنی کہ 9 سہام دیئے اور چھوٹی کو 2 اخماس یعنی کہ 6 سہام دیئے۔ اب اس

تقسیم سے بڑی کے پاس کل سہام 19 ہو گئے۔ کیونکہ 10 سہام اس کو بطور فرض ملے تھے اور 9 سہام اس کو بطور ولاء ملے ہیں۔ چھوٹی کے لئے کل سہام 16 ہیں کیونکہ فرضی حصہ میں اس نے 10 سہام پائے تھے اور 6 سہام بطور ولاء پائے۔ کل سہام 16 ہو گئے۔ درمیانی بہن (جس نے باپ کو خریدنے میں شرکت نہیں کی تھی) کے کل سہام 10 ہیں جو کہ اس کو فرضی حصہ میں ملے تھے۔ اس طرح

بڑی کے سہام	10+9=19
چھوٹی کے سہام	10+6=16
درمیانی کے سہام	10.....=0
کل سہام:	45

سوال

ولاء کے سہام تو پچاس تھے آپ نے پانچ کیسے کر دیئے؟

جواب

اس لئے کہ چھوٹی اور بڑی بہن کے مالوں میں نسبت توافق بالعشر کی تھی۔ کیونکہ بڑے سے بڑا عدد جو دونوں کو فنا کر دے وہ 10 ہے۔ چنانچہ (30) کا عشر (3) ہے اور (20) کا عشر 2 ہے اور ان دونوں کا مجموعہ 5 ہے۔ اور یہ 5 ورثاء کے عدد روٗس کے قائم مقام ہے۔ اس لئے کہ باقی ماندہ ثلث کو کبریٰ (بڑی بیٹی) اور صغریٰ (چھوٹی بیٹی) پر تقسیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کے مالوں کے ساتھ کوئی مناسبت ہو۔ اور ان کے مالوں کی نسبت ان دونوں کے وفق ہیں۔

نوٹ

یہ مسئلہ دراصل عصباتِ نسبیہ کا تتمہ ہے اور اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ عتق اگرچہ غیر اختیاری ہو پھر بھی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ قرابت تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔

(i) قرابت قریبہ

جس میں ذی رحم محرم کی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس قرابت کی دوصورتیں ہیں کہ یا تو بطریق اصلیت ہوگی جیسا کہ ماں، باپ اور اجداد اوپر تک۔ یا بطریق فرعیت ہوگی جیسا کہ اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک۔

قرابتِ قریبہ کا حکم

کوئی شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو خواہ وہ آزاد کرنا چاہے یا نہ چاہے یہ آزاد ہو جائیں گے اور خریدار کو اس آزاد شدہ کی ولاء حاصل ہوگی۔

(ii) قرابتِ متوسطہ

وہ قرابت جو اصول وفروع کے علاوہ ہوتی ہے۔ اس قرابت میں بہن، بھائی، ان کی اولاد، چچے، پھوپھیاں، خالائیں اور ماموں شامل ہیں۔ ان کی اولاد شامل نہیں ہے۔

قرابتِ متوسطہ کا حکم

جو شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو وہ بھی اس پر آزاد ہو جاتے ہیں خواہ خریدنے والے کا آزاد کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

قرابت کی اس قسم کے حکم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہونگے۔

(iii) قرابتِ بعیدہ

یہ قرابت ان رشتہ داروں کی ہے جو ذی رحم تو ہیں لیکن محرم نہیں ہیں جیسا کہ چچاؤں، پھوپھیوں، خالاؤں اور ماموؤں کی اولاد ہیں۔

قرابتِ بعیدہ کا حکم

جب کوئی شخص ان کا مالک ہو جائے تو بالاتفاق یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہوتے۔

مولیٰ العتاقہ کے ذوی الارحام سے مقدم یا موخر ہونے میں اختلافِ ائمہ

مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام سے مقدم ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ مولیٰ العتاقہ ذوی الارحام سے مؤخر ہے۔ ان کے پاس اپنے مؤقف پر 2 دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والوالارحام بعضهم اولىٰ ببعض فى كتاب الله

”اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں“

(ترجمہ کنزالایمان)

اور میراث کی بنیاد قرابت پر ہے۔ لہٰذا جو ذی رحم ہوگا وہ مولیٰ العتاقہ پر مقدم ہوگا کیونکہ مولیٰ العتاقہ، رشتہ دار نہیں ہوا کرتا۔

دوسری دلیل

ایک شخص نے غلام آزاد کیا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تیرا مولیٰ (آزاد کردہ) ہے۔ اگر وہ تیرا شکریہ ادا کرے تو اس کے لئے بہت اچھا ہے اور اگر وہ تیری ناشکری کرے تو اُس کے لئے بہت بری بات ہے۔ اور اگر وہ (آزاد کردہ) مرجائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو تُو اس کا ”وراث“ ہوگا“[1]

اس حدیث میں آزادکنندہ کے وارث بننے کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ آزادکردہ کا اپنا کوئی وارث نہ ہو جبکہ ذوی الارحام، ورثاء میں سے ہوا کرتے ہیں اس لئے اگر ذوی الارحام میں سے بھی کوئی موجود ہوا تو بھی یہ آزاد کرنے والا ”مولیٰ العتاقہ“ عصبہ نہیں

---

[1] سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 468، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت۔

بنے گا۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ذوی الارحام، مولیٰ العتاقہ سے مقدم ہوا کرتے ہیں۔

احناف کا مؤقف

ہمارے نزدیک مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام اور ردعلیٰ ذوی الفروض پر مقدم ہے، حضرت علی اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مؤقف ہے۔

دلیل

مولیٰ العتاقہ، عصبات میں سے ہے اور ''عصبات'' مطلقاً ذوی الارحام اور ردعلیٰ ذوی الفروض پر مقدم ہوا کرتے ہیں اس لئے مولیٰ العتاقہ بھی ان سے مقدم ہوگا۔

آیت کا جواب

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار میں ایک عقد کروایا جس کی بناء پر مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا گیا تھا اس عقد کو ''عقدِ مواخاۃ'' کہا جاتا ہے۔ اس عقد کے بعد مہاجرین وانصار میں اس قدر محبت اور بھائی چارہ قائم ہوگیا کہ وہ ایک دوسرے کو وراثت میں بھی حصہ دینے لگے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو منسوخ فرمایا کہ عقد مواخاۃ ومولاۃ کی وجہ سے جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوسکتی بلکہ ان لوگوں کی بجائے ذوی الارحام تمہارے وارث ہیں۔[1]

اس آیت سے ثابت ہونے والے اس حکم کو تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ذوی الارحام مولیٰ الموالاۃ اور مواخاۃ پر مقدم ہوا کرتے ہیں۔ تاہم اس آیت سے مولیٰ العتاقہ کی تقدیم کی نفی نہیں ہوتی۔

حدیث کا جواب

حدیث شریف میں جو شرط ہے کہ '' آزاد کردہ'' کا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کنندہ

---

[1] ..... تفسیر نسفی، جلد 2، صفحہ 75

اس کا عصبہ ہوگا۔ یہاں پر وارث سے مراد ''عصبہ'' ہے۔ مطلق وارث نہیں ہے کہ ذو الارحام کو بھی ان میں شامل کیا جاسکے۔ کیونکہ پوری حدیث شریف پڑھیں تو آخر میں یہ کہ ''اگر کوئی وارث نہ ہو تو تُو اس کا عصبہ ہے'' یہ نہیں کہا کہ ''تو اس کا وارث ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو تُو اس کا عصبہ ہوگا۔ جبکہ آزاد کردہ کا جب کوئی اور عصبہ موجود نہ ہوگا تو پھر مولیٰ العتاقہ اس کا عصبہ ہوگا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ العتاقہ، مقدم ہے ذوی الارحام پر اور رد علیٰ **ذوی الفروض النسبیہ** پر۔

مسئلہ

گناہ کے لئے غلام آزاد کیا یا یہ کہہ کر کہ اس کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اس کی ولاء میرے لئے نہ ہوگی تو آیا اس صورت میں آزاد کنندہ کو ولاء حاصل ہوگی یا نہیں۔ اس سلسلہ میں امام مالک اور احناف کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اس شخص کو اِس آزاد کردہ کی ''ولاء'' حاصل نہ ہوگی۔

دلیل

اس لئے کہ ''ولاء'' ایک ''صلۂ شرعیہ'' ہے اور برے ارادے سے آزاد کرنے والا شخص معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس لئے معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے وہ اس صلۂ شرعی سے محروم ہو جائے گا۔ اور جس نے صراحتاً اپنی ولاء کی نفی کر دی ہے تو گویا کہ اس نے اپنا ثابت ہونے والا حق رد کر دیا۔ اور کوئی شخص بھی اپنا ثابت شدہ حق رد کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس رد کے بعد اب وہ آزاد کردہ کی ولاء کا حق دار نہ رہا۔

احناف کا موقف

ان مذکورہ دونوں صورتوں میں وہ شخص ''ولاء'' کا حقدار ہوگا۔

دلیل

ولاء کا سبب ''اعتاق'' ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الولاء لمن اعتق

''ولاء، آزادکنندہ کے لئے ہے''[1]

اور یہ سبب مذکورہ دونوں صورتوں میں پایا گیا ہے بلکہ کسی بھی صورت میں اعتاق متحقق ہوجائے تو آزادکنندہ کو ولاء حاصل ہوگی ۔ مثلاً کہا کہ تو اس شرط پر آزاد ہے کہ تو ''سائبہ'' ہے سائبہ کا مطلب یہ ہے کہ ''تو آزاد ہے اور تیری ولاء کا حق کسی کے پاس بھی نہ ہوگا'' یا کسی مال کے عوض آزاد کیا یا بطریق کتابت آزاد کیا۔ ہر صورت میں چونکہ اعتاق پایا گیا اس لئے ''ولاء'' کا حق ثابت ہوگا۔

---

[1] بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 999 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

باب الحجب

الحجب علی نوعین حجب نقصان وهوحجب عن سهم الی سهم وذلك لخمسة نفر للزوجين والام وبنت الابن والاخت لاب وقد مر بيانه وحجب حرمان والورثة فيه فريقان فريق لايحجبون بحال البتة وهم ستة الابن والاب والزوج والبنت والام والزوجة وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال وهذا مبنی علی اصلين احدهما هو ان كل من يد لی الی الميت بشخص لايرث مع وجود ذالك الشخص سوی اولاد الام فانهم يرثون معها لانعدام استحقاقها جميع التر كة والثانی الاقرب فالاقرب كما ذكرنا فی العصبات والمحروم لا يجب عندنا وعند ابن مسعود يحجب حجب النقصان كالكافر والقاتل والرقيق والمحجوب يحجب بالاتفاق كالاثنين من الاخوة والاخوات فصاعدا من ای جهة كانا فانهما لايرثان مع الاب ولكن يحجبان الام من الثلث الی السدس

ترجمہ

”حجب کی دو قسمیں ہیں حجبِ نقصان اور وہ ، محجوب ہونا ہے ایک سہم سے دوسرے سہم کی طرف اور یہ پانچ افراد کے لئے ہے ۔ شوہر، بیوی، ماں، پوتی اور علاتی بہن، اس کا بیان گزر چکا ہے اور (دوسری قسم) حجبِ حرمان (ہے) ۔ اور اس میں ورثہ کی دو قسمیں ہیں ایک فریق ایسا جو کہ کسی بھی حال میں (کلیۃً) محجوب نہیں ہوتا یہ 6 افراد ہیں ، بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی ، ماں اور بیوی ۔ اور ایک فریق ایسا ہے جو بعض احوال میں وراثت پاتا ہے اور بعض احوال میں محجوب ہوتا ہے اور یہ امور (دراصل) دو قاعدوں پر مبنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ دار جو میت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے وہ اس (واسطے) کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے سوائے اخیافی بہن بھائیوں کے کہ وہ (باوجودیکہ ماں کے واسطے سے رشتہ دار ہوتے ہیں) ماں کی موجودگی میں بھی حصہ پاتے ہیں کیونکہ ماں کسی طور بھی جمیع ترکہ

ں حقدار نہیں ہوتی (اس لئے اس سے بچ جانے والا مال اس کی اولاد کو ملتا ہے) اور دوسرا عدہ یہ ہے کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ زیادہ حقدار ہے جیسا کہ ہم نے عصبات کے باب میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے اور ہمارے نظریئے کے مطابق میراث سے محروم رہنے والا شخص کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ حجب نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلاً کافر، قاتل اور غلام اور (جو خود) مجوب (ہوتا ہے وہ دوسروں کے لئے) بالاتفاق حاجب بن سکتا ہے جیسا کہ دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی کسی بھی جہت سے ہوں کہ یہ باپ کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں پاتے لیکن ماں کو ثلث سے سدس کی طرف مجوب کردیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

«باب الحجب»

حجب کا معنی

حجب کا لغوی معنی ''روکنا'' ہے اسی لئے اُس چیز کو حجاب کہتے ہیں جس کے سا کسی چیز کو ڈھانپ لیا جائے کیونکہ وہ (حجاب بھی) نظروں کو اس چیز تک پہنچنے سے روک دیتا ہے۔ اصطلاح اہل فرائض میں کسی مخصوص شخص کو کسی دوسرے شخص کی موجودگی می وراثت سے کلی یا جزوی طور پر محروم کر دینا ''حجب'' کہلاتا ہے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں۔ (i) **حجبِ نقصان** (ii) **حجبِ حرمان**

حجب نقصان

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص وراثت کے زیادہ حصہ کا مستحق ہوتا ہے لیکن دوسرے آدمی کی موجودگی اس کے حصہ میں کمی کا باعث بن جاتی ہے یعنی کہ اس کی ع موجودگی میں جتنا ملنا تھا اب موجودگی میں اس سے کم ملے۔

حجب کی اس قسم سے 5 آدمی متاثر ہوتے ہیں۔

(i) شوہر، کہ اولاد نہ ہو تو اس کو نصف ملا کرتا ہے اور اولاد اس کو نصف سے محر کر دیتی ہے اور صرف ربع (1/4) پر گزارا کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

(ii) بیوی، کہ اولاد نہ ہو تو یہ ربع (1/4) کی مستحق ہوتی ہے لیکن اولاد اس کو ر (1/4) سے ثمن (1/8) تک لے جاتی ہے۔

(iii) ماں، کہ میت کی اولاد نہ ہو اور نہ ہی دو بہنیں یا دو بھائی ہوں تو ثلث پاتی اور ان میں سے کوئی موجود ہو تو اس صورت میں ماں کو ثلث نہیں بلکہ سدس لینا پڑتا ہے۔

(iv) پوتی، کہ صلبی بیٹی نہ ہو تو اکیلی نصف پاتی ہے لیکن جب کوئی صلبی بیٹی ساتھ ہو تو اس کو صرف سدس ملتا ہے۔

(v) علاتی بہن، کہ عینی بہن کی عدم موجودگی میں نصف پاتی ہے لیکن ایک

ں کی موجودگی میں نقصان کا شکار ہو جاتی ہے اور نصف کی بجائے سدس پاتی ہے۔

ب حرمان

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے وارث کو اس کی وراثت سے بالکل ہی محروم کردے اور کچھ بھی نہ حاصل کرنے دے۔

نوٹ

حجب کی اس قسم سے کچھ لوگ تو متاثر ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو حجب کی اس قسم سے کبھی بھی متاثر نہیں ہوتے۔ جو (مکمل طور پر) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے وہ کل 6 قسم کے لوگ ہیں تین مرد اور تین عورتیں۔

محجوب بحجب حرمان نہ ہونے والے ورثاء

وہ وارث جو حجب حرمان سے کبھی بھی محجوب نہیں ہوتے وہ تین مرد اور دو عورتیں ہیں۔

(i) بیٹا، باپ، شوہر

(ii) بیٹی، ماں، بیوی

یہ ایسے لوگ ہیں جو بالکلیہ (مکمل طور وراثت سے) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے۔

سوال

باپ نے اگر بیٹے کو قتل کردیا تو وراثت سے بالکلیہ محروم ہو جاتا ہے۔ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ لوگ کبھی حجب حرمان کے ساتھ محجوب نہیں ہوتے؟

جواب

ہماری بحث اس صورت میں ہے کہ کسی وارث کی موجودگی دوسرے کے لئے ومی کا باعث بن جائے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو محرومی بھی نہ ہو جبکہ پیش کردہ مثال محرومیت کی وجہ وہ نہیں ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

مذکورہ ورثاء کے علاوہ جتنے بھی ورثاء ہیں سب کے سب حجب حرمان کا شکار ہو ہیں سوائے ان کے کہ جو عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہوں۔ حجب حرمان سے ورثاء کے متاثر ہونے کی دو وجوہات میں کوئی ایک ہوتی ہے۔

علت نمبر...... 1۔

ہر وہ وارث جو میت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہو، تو اس واسطہ کی موجودگی میں یہ ذی واسطہ وارث نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ پوتا، کہ ایک شخص (بیٹے) کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لئے جب تک واسطہ (بیٹا) خود موجود ہوتا ہے یہ ذی واسطہ (پوتا) محروم رہتا ہے۔

سوال

اخیافی بھائی باوجودیکہ میت کی طرف منسوب تو ماں کے واسطے سے ہوتے ہیں لیکن ماں کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتے بلکہ ماں کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔ کیوں؟

جواب

اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی، بلکہ اس کو دینے کے بعد کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے۔ اس لئے وہ بچا ہوا ان کو مل جاتا ہے۔

فائدہ

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ مدلیٰ بہ دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ جمیع ترکہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ بصورتِ اول مدلی کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ خواہ مدلی اور مدلیٰ بہ کا سبب وراثت ایک ہو جیسا کہ باپ اور دادا بیٹا اور پوتا۔ خواہ دونوں کا سبب وراثت مختلف ہو۔ جیسا کہ باپ اور بہن بھائی۔ ان صورتوں میں جب مدلیٰ بہ سارا مال وصول کرلے گا تو مدلی کے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔ اور بصورتِ ثانی (جبکہ مدلیٰ بہ جمیع مال نہیں سمیٹے گا تو) دو حال سے خالی نہیں ہوگا کہ مدلیٰ بہ اور مدلی دونوں کا سبب وراثت ایک ہوگا یا مختلف ہونگے۔ بصورتِ اول، مدلی محروم ہو جائے گا کیونکہ جب سبب کی بناء پر مدلیٰ بہ نے حصہ وصول کرلیا تو اس سبب سے ج

حصہ بنتا تھا وہ اس نے لے لیا۔ اس سبب سے اب کوئی حصہ باقی ہیں نہیں رہا جو مدلی کو دیا جائے۔ جبکہ مدلی کے پاس کوئی دوسرا سبب نہیں ہے کہ اپنے لئے الگ حصہ نکلوا سکے۔ جیسا کہ ماں اور نانی اور بصورت ثانی (مدلی اور مدلیٰ بہ کا سبب وراثت الگ الگ ہو تو) مدلیٰ بہ اپنے سبب سے جو حصہ بنتا ہوگا وصول کرلے گا اور مدلی کا سبب چونکہ اس کے سبب سے الگ ہے اس لئے اپنے سبب کی وجہ سے جتنا حصہ اس کا بنتا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور بالکلیہ محروم نہ ہوگا۔

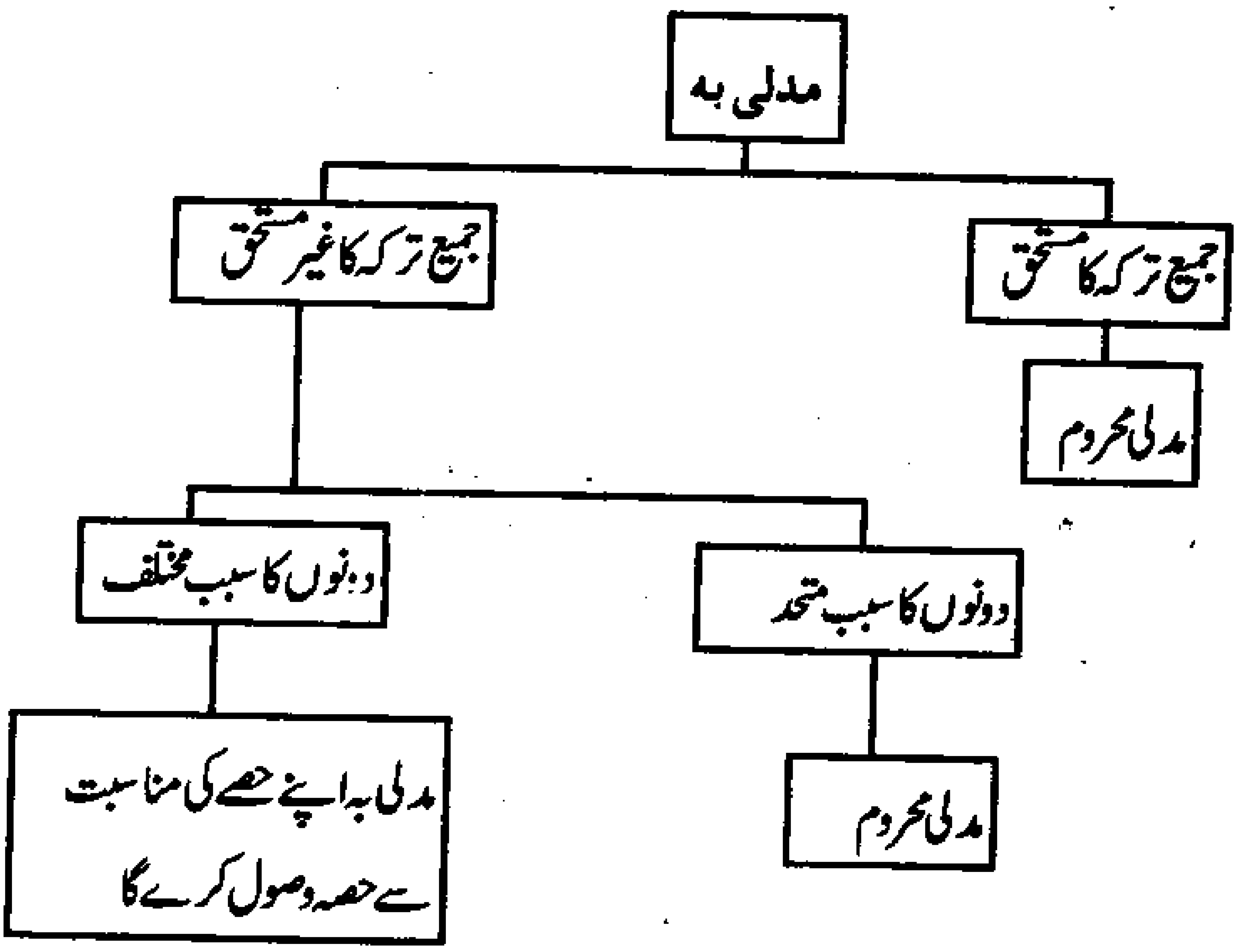
مدلی بہ
جمیع ترکہ کا مستحق
مدلی محروم
جمیع ترکہ کا غیر مستحق
دونوں کا سبب متحد
مدلی محروم
دونوں کا سبب مختلف
مدلی بہ اپنے حصے کی مناسبت سے حصہ وصول کرے گا

سوال

ماں بھی تو جمیع ترکہ کی مستحق ہو جاتی ہے مثلاً جب دیگر ورثاء اور اصحاب فرائض ساتھ نہ ہوں۔ تو آپ نے پیچھے یہ کیسے کہہ دیا کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی حقدار نہیں ہو سکتی۔

جواب

ہمارے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ماں ایک جہت سے کبھی بھی جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہو سکتی جبکہ آپ نے جو مثال دی ہے اس میں ماں، ایک جہت سے جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی بلکہ کچھ حصہ ذی فرض کے طور پر پاتی ہے اور باقی ردعلیٰ ذوی الفروض کے طور پر لیتی ہے۔ لہذا ہم نے جس چیز کا انکار کیا ہے آپ نے وہ ثابت نہیں کیا اور جو آپ نے ثابت کیا ہے ہم نے اس کا انکار نہیں کیا۔

علت نمبر......2۔

الاقرب فالاقرب

یعنی کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا ہے وہی زیادہ مستحق ہوتا ہے جیسا کہ باب العصبات میں گزرا کہ وہ قرب درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں چنانچہ ان میں سے اقرب، ابعد کو محروم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ باپ، دادا کو اور بیٹا، پوتے کو محروم کر دیتا ہے۔

یہی علت غیر عصبات میں بھی جاری ہوتی ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ اگر اقرب و ابعد کا سبب وراثت ایک ہو تو اقرب، ابعد کے لئے حاجب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ علاتی بہنیں جبکہ دو عینی بہنوں کے ساتھ ہوں، دادیاں جب کہ ماں کے ساتھ ہوں، پوتیاں جبکہ دو صلبی بیٹیوں کے ساتھ ہوں کہ ان میں ماں، دادیوں کو، بیٹیاں، پوتیوں کو، اور عینی بہنیں، علاتی بہنوں کو اس لئے محروم کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر قسم کا سبب وراثت ایک ہے۔

نوٹ

وراثت سے مکمل طور پر محروم شخص کے دوسروں کے لئے حاجب بننے یا نہ بننے کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔

احناف کا مذہب

جو شخص خود بالکلیہ وراثت سے محروم ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا نہ حجبِ نقصان کے ساتھ اور نہ ہی حجب حرمان کے ساتھ۔ احناف کا اور عام صحابہ کرام علیھم الرضوان کا یہی مذہب ہے۔

دلیل

روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت فوت ہوئی اور اس نے ایک مسلمان شوہر، دو مسلمان اخیافی بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ شوہر کو نصف اور دونوں بھائیوں کو ثلث دیا جائے اور باقی عصبہ کے لئے اگر بیٹے کے علاوہ کوئی ہو تو اس کو دے دیں گے ورنہ بھائیوں کو ردعلیٰ ذوی الفروض کے طور پر دیں گے۔ اگر کافر بیٹا حاجب ہوتا تو زوج کو نصف کی بجائے ربع ملتا اور بھائیوں کو بھی کچھ نہ ملتا۔ حالانکہ زوج نصف ملا اور بھائیوں کو بھی حصہ ملا، جس سے پتہ چلا کہ محروم عن الوراثت حاجب نہیں ہے نہ حاجبِ نقصان اور ہی حاجب حرمان جیسا کہ کافر، قاتل اور غلام۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں:

(i)............ جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجب نقصان تو ہو سکتا ہے، حاجب حرمان نہیں ہو سکتا جیسا کہ کافر، قاتل اور غلام۔

(ii)............ جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجبِ نقصان بھی ہو سکتا ہے اور حاجبِ حرمان

بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ کافر اور قاتل اور غلام کہ یہ خود محروم ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ حاجب نقصان بھی ہیں۔

محروم کے حاجب نقصان ہونے پر دلیل

یہ حجب نص سے ثابت ہے جو ''ولد'' اور ''اخ'' کے لفظوں کے ساتھ منقول ہے اور یہ لفظ (ولد اور اخ) ہر اولاد اور بھائی کو شامل ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام قاتل ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ مسلمان ہونے کی قید لگائیں گے تو نص پر زیادتی ہوگی جو کہ نسخ کے مترادف ہے اور نص کے کسی حکم کو خبر واحد کے ساتھ منسوخ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نسخ کے لئے نص، اجماع اور خبر مشہور کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

محروم عن الوراثت کے حاجبِ حرمان نہ ہونے کی دلیل

اس لئے کہ یہ حجب اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کلی طور پر محروم ہوجاتا ہے اور یہ صورت تبھی متحقق ہوسکتی ہے کہ اقرب، مستحق وراثت ہو۔ اس لئے حجب کی اس قسم میں محروم کے حاجب ہونے کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ جبکہ حجب نقصان میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ حاجب خود محروم ہو کیونکہ حجبِ نقصان اکثر سے اقل کی طرف منتقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور حجب کی یہ صورت پائے جانے کے لئے حاجب کے وارث ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ جو اس معنی کے اعتبار سے حاجب ہوگا وہ خود وارث ہو یا نہ ہو، بہر صورت محجوب کو اکثر حصہ سے اقل کی طرف تو منتقل کر ہی دیتا ہے۔

جمہور کا مذہب

جمہور فقہاء کے نزدیک محروم عن الوارثت کسی کے لئے حاجب نہیں ہوسکتا نہ حجب حرمان کے ساتھ اور نہ ہی حجب نقصان کے ساتھ۔

جمہور کی دلیل

لفظ ''ولد'' اور ''اخوۃ'' اگرچہ عام ہے جو کہ ہر بھائی اور اولاد کو شامل ہے لیکن

اس کا ذکر عام مقام پر نہیں ہوا بلکہ مخصوص وراثت کے باب میں اس کا ذکر ہوا ہے اور مخصوص بابِ وراثت میں "ولد" اور "اخوۃ" کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر اولاد اور بھائی سے مراد وہ اولاد اور بھائی ہے جو وارث ہوں کیونکہ جو بالکل وراثت کا اہل ہی نہ ہوگا اس کو تو وراثت کے مستحق ہونے کے سلسلہ میں مردے کی طرح سمجھتے ہیں تو اسی طرح حجب کے سلسلے میں بھی نااہل کو مردہ ہی سمجھیں گے کیونکہ اس میں وراثت کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ تو گویا کہ مردہ ہی ہوا۔

سوال

جب بھائی، باپ کے ساتھ ہوں تو ماں کو ثلث سے سدس کی طرف محروم کر دیتے ہیں اور خود محروم ہوتے ہیں۔ تو دیکھئے یہاں پر نااہل کو مردہ نہ سمجھا گیا۔ عجیب مردہ ہے کہ ماں کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کر گیا۔

جواب

یہ نااہل نہیں ہے بلکہ اس کا اہل ہونا ثابت ہے یہ وراثت کا اہل تو "ہے"۔ کیا ہوا کہ اس موجودہ صورت میں ایک شرط مفقود ہونے کی وجہ سے وراثت نہ پا سکا۔ تو کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اگر کوئی وراثت حصہ نہ پا سکے تو کیا اس کو ورثاء کی فہرست ہی سے نکال دیا جائے گا۔

نیز یہ کہ کافر جب حجبِ حرمان کا باعث نہیں بن سکتا تو حجبِ نقصان کا باعث بھی نہیں بن سکتا کیونکہ حجب حرمان ونقصان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ حجبِ حرمان میں **تقدیم الاقرب علیٰ الابعد** پورے حصص میں ہوتا ہے یعنی کہ جو اقرب ہوتا ہے وہ پوری کی پوری وراثت میں مقدم ہوتا جبکہ حجبِ نقصان میں حاجب کی بعض حصہ وراثت میں تقدیم ہوتی ہے یعنی کہ اس حجب میں بھی حاجب مقدم ہوتا ہے لیکن بعض حصۂ وراثت میں۔ چنانچہ جب حاجب میں صفتِ وراثت کا پایا جانا حاجب حرمان ہونے کے لئے شرط ہے تو حجبِ نقصان کے لئے بھی تو شرط ہونی چاہئے۔

جوشخص حجب حرمان سے محجوب ہو وہ حاجب حرمان بھی ہوسکتا ہے اور حاجب نقصان بھی ہوسکتا ہے اس میں ہمارا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ دو بھائی یا بہنیں عینی ہوں، علاتی یا اخیافی، یہ باپ کے ساتھ ہوں تو خود تو وراثت سے محروم ہوتے ہیں لیکن ماں کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کردیتے ہیں۔

یونہی محجوب بحجب حرمان دوسرے کے محجوب بحجب حرمان ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ کیونکہ باپ کی ماں، باپ کی موجودگی میں **محجوب (بحجبِ حرمان)** ہوتی ہے۔ اور ماں کی نانی کے لئے حاجب ہوتی ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے اگرچہ دلائل سب کے الگ الگ ہیں۔

مثلاً اسی فیصلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح مانتے ہے کہ محروم بالکلیہ بھی حاجب ہوتا ہے حالانکہ وہ تو کسی طرح وارث بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح محجوب بھی اگرچہ خود تو محروم ہے لیکن دوسرے کے لئے حاجب ہے۔ بلکہ یہ صورت تو سابقہ سے اولیٰ ہوگی کیونکہ سابقہ صورت میں تو وہ سرے سے وارث ہی نہیں۔ جبکہ موجودہ صورت میں وہ کم از کم وارث تو ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اس کو بدرجہ اولیٰ حاجب ہونا چاہئے۔

اور اسی کو جمہور اس طرح مانتے ہیں کہ جو محروم بالکلیہ ہو اس کو تو ہم بمنزلہ معدوم کردیتے ہیں کیونکہ وہ من کل الوجوہ وراثت سے نااہل ہے۔ جبکہ محجوب من وجہ اہل ہوتا ہے اور من وجہ نااہل ہوتا ہے۔ تو حقِ وراثت پانے میں اس کو میت کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے وراثت سے وہ محروم ہوتا ہے۔ اور حجب کے سلسلے میں اس کو زندہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ اپنے محجوب کے حق میں وارث ہے۔ کہ اگر اس کا موجودہ حاجب نہ ہوتا تو یہ خود حاجب ہوتا۔

محجوب ⇦ حاجب ⇩	ایک یا زیادہ پوتے	ایک یا زیادہ بیٹے کے پوتے	باپ کا باپ	دادا کا باپ	ایک یا زیادہ حقیقی بھائی	ایک یا زیادہ علاتی بھائی	حقیقی بھائی کے ایک یا زیادہ بیٹے	علاتی بھائی کے ایک یا زیادہ بیٹے	حقیقی بھائی کے ایک یا زیادہ پوتے	علاتی بھائی کے ایک یا زیادہ پوتے	ایک یا زیادہ حقیقی چچے	ایک یا زیادہ علاتی چچے	حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	باپ کے ایک یا زیادہ حقیقی چچے	باپ کے ایک یا زیادہ علاتی چچے	باپ کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	باپ کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	باپ کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	باپ کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	دادا کے ایک یا زیادہ حقیقی چچے	دادا کے ایک یا زیادہ علاتی چچے	دادا کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	دادا کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے	دادا کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	دادا کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے	آزاد کنندہ	ماں کی ماں	باپ کی ماں	نانی کی ماں	دادی کی ماں	دادا کی ماں	ایک یا زیادہ پوتیاں	بیٹے کی ایک یا زیادہ پوتیاں	ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں	ایک یا زیادہ علاتی بہنیں	ایک یا زیادہ اخیافی بھائی	ایک یا زیادہ اخیافی بہنیں۔
ایک یا زیادہ بیٹے	☆	☆			☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆						☆	☆	☆	☆	☆	☆
ایک یا زیادہ پوتے۔		☆			☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆								☆	☆	☆	☆
پوتے کے ایک یا زیادہ بیٹے۔						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆				☆	☆			☆	☆	☆	☆
باپ			☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆			☆	☆	☆	☆		☆	☆	☆	☆
باپ کا باپ				☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆				☆				☆	☆	☆	☆
دادا کا باپ					☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆								☆	☆	☆	☆
ایک یا زیادہ حقیقی بھائی						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆									☆		
ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ بیٹیاں ہوں۔						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆									☆	☆	☆
ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں جبکہ ساتھ بیٹے کی ایک یا زیادہ بیٹیاں ہوں						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆									☆	☆	☆
ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں جبکہ ساتھ پوتے کی ایک یا زیادہ بیٹیاں ہوں						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆									☆	☆	☆
ایک یا زیادہ علاتی بھائی							☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
ایک یا زیادہ علاتی بہنیں جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ بیٹیاں ہوں۔							☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆										☆	☆
ایک یا زیادہ علاتی بہنیں جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں۔							☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆										☆	☆
ایک یا زیادہ علاتی بہنیں جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ پوتے کی بیٹیاں ہوں۔							☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆										☆	☆
حقیقی بھائی کے ایک یا زیادہ بیٹے								☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
علاتی بھائی کے ایک یا زیادہ بیٹے۔									☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
حقیقی بھائی کے ایک یا زیادہ پوتے۔										☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
علاتی بھائی کے ایک یا زیادہ پوتے۔											☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
ایک یا زیادہ حقیقی چچے (باپ کے حقیقی بھائی)												☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
ایک یا زیادہ علاتی چچے۔													☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔														☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔															☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے ایک یا زیادہ حقیقی چچے۔																		☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے ایک یا زیادہ علاتی چچے۔																			☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔																				☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔																					☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																						☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
باپ کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																							☆	☆	☆	☆	☆	☆	☆											
دادا کے ایک یا زیادہ حقیقی چچے۔																								☆	☆	☆	☆	☆	☆											
دادا کے ایک یا زیادہ علاتی چچے۔																									☆	☆	☆	☆	☆											
دادا کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔																										☆	☆	☆	☆											
دادا کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ بیٹے۔																											☆	☆	☆											
دادا کے حقیقی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																												☆	☆											
دادا کے علاتی چچا کے ایک یا زیادہ پوتے۔																													☆											
ماں																														☆	[illegible]	☆	☆	☆						
ماں کی ماں																																☆	☆	☆						
باپ کی ماں																																☆	☆	☆						
ایک یا زیادہ بیٹیاں۔																																							☆	☆
ایک یا زیادہ پوتیاں																																							☆	☆
پوتے کی ایک یا زیادہ بیٹیاں۔																																							☆	☆
دو یا زیادہ بیٹیاں (جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ پوتے نہ ہوں)۔																																							☆	☆
دو یا زیادہ پوتیاں (جبکہ ساتھ پوتے کے ایک یا زیادہ بیٹے نہ ہوں)																																		☆	☆				☆	☆
دو یا زیادہ پڑپوتیاں (جبکہ ساتھ پوتے کا ایک یا زیادہ بیٹے نہ ہوں)																																		☆	☆				☆	☆
حقیقی بہن جبکہ ساتھ پوتے کے ایک یا زیادہ بیٹے نہ ہوں۔																																			☆				☆	☆
حقیقی بہن جبکہ ساتھ ایک یا زیادہ علاتی بھائی نہ ہو۔																																						☆		

باب مخارج الفروض

اعلم ان الفروض المذكورة في كتاب الله تعالىٰ نوعان الاول النصف والربع والثمن والثاني الثلثان والثلث والسدس علىٰ التضعيف والتنصيف فاذا جاء في المسائل من هذه الفروض احاداحاد فمخرج كل فرض سميه الا النصف وهو من اثنين كالربع من اربعة والثمن من ثمانية والثلث من ثلثة واذا جاء مثنىٰ او ثلث وهما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجا لجزء فذلك العدد ايضا يكون مخرجا لضعف ذلك الجزء ولضعف ضعفه كالستة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه واذا اختلط النصف من الاول بكل الثاني او ببعضه فهو من ستة واذا اختلط الربع بكل او ببعضه فهو من اثني عشر واذا اختلط الثمن بكل الثاني او ببعضه فهو من اربعة وعشرين ۔

ترجمہ

”کتاب اللہ میں مذکورہ فروض دو قسم کے ہیں پہلی قسم نصف، ربع اور ثمن اور دوسری قسم ثلثان، ثلث اور سدس ہے ان کو تضعیف اور تنصیف دونوں طریقوں سے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب مسائل میں ان فروض میں سے کوئی اکیلا اکیلا آئے تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج 2 ہوگا۔ مثلاً ربع (1/4) کا مخرج اربعہ (4)، ثمن (1/8) کا ثمانیہ (8) اور ثلث (1/3) کا ثلاثہ (3) ہوگا۔ اور جب دو یا تین فروض آجائیں اور وہ دونوں ایک ہی نوع سے متعلق ہوں تو ہر وہ عدد جو کسی ایک جزء کا مخرج ہو وہی اس جزء کے دگنے اور دگنے کے دگنے کا مخرج ہوگا مثلاً 6 کہ یہ سدس (1/6) کا عدد ہے اور اس (سدس یعنی 1/6) کے دگنے (ثلث یعنی 1/3) اور دگنے کے دگنے (ثلثان 2/3) کا بھی مخرج ہے۔ اور جب پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 6 سے بنے گا اور جب ربع (1/4) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے

ساتھ مل جائے تو مسئلہ 12 سے بنے گا اور جب ثمن (1/8) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 24 سے بنے گا“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب مخارج الفروض

مخرج کی تعریف

مخارج مخرج کی جمع ہے۔ مخرج کا معنیٰ ”نکلنے کی جگہ“ اصطلاح اہل فرائض میں اس عدد کو کہتے ہیں جس سے کوئی کسر صحیح نکل سکے۔ چونکہ سب فروض کسور ہیں اس لئے ان کے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں۔ جب تک مخرج نکالنے کا قاعدہ معلوم نہ ہو تقسیم وراثت ایک انتہائی مشکل ترین امر ہے۔ اس لئے تقسیم وراثت کے قوانین سے قبل مخرج نکالنے کا ضابطہ بیان کیا جارہا ہے۔

کتاب اللہ میں جن فروض (حصص) کا ذکر کیا گیا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔

پہلی نوع:............نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8)

دوسری نوع:..........ثلثان (2/3)، ثلث (1/3)، سدس (1/6)

قوله علىٰ التضعيف والتنصيف الخ

نوٹ: یہاں پر بھی مصنف نے تضعیف وتنصیف کہا ہے اس کی وضاحت پیچھے ”**باب معرفة الفروض ومستحقيها**“ میں گزر چکی ہے۔

قولہ فاذا جاء فی المسائل الخ

مخرج نکالنے کے قواعد

قاعدہ نمبر 1۔

جب کسی مسئلہ میں ان فروض میں سے ایک ایک آئے تو اس فرض کا مخرج اس کا ہمنام عدد ہوگا۔ مثلاً اگر مسئلہ میں صرف ''ربع'' ہو، تو مسئلہ ''اربعہ'' (4) سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور بیٹا چھوڑا ہو تو چونکہ ذی فرض صرف شوہر ہے اور اس کا حصہ ربع ہے تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹا
ربع	ماقی
1	3

اور اگر مسئلہ میں صرف ثمن (1/8) پایا جائے تو اس کے ہمنام عدد ثمانیہ (8) سے مسئلہ بنے گا جیسا کہ کسی نے بیوی اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ تو بیوی کا اس صورت میں ثمن ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنا کر ایک حصہ بیوی کو دیں گے اور ماقی 7 بیٹے کو۔

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹا
ثمن	ماقی
1	7

اور اگر مسئلہ میں صرف ''ثلثان'' یا صرف ''ثلث'' پایا جائے تو مسئلہ اس کے ہمنام مخرج ''ثلاثہ'' سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے دو بیٹیاں اور ایک چچا چھوڑے ہوں تو دو بیٹیوں کا اس صورت میں ''ثلثان'' ہوتا ہے اس لئے اس کے ہمنام ''ثلاثہ'' سے مسئلہ بنائیں گے۔ اس میں سے دو حصے دو بیٹیوں کو دیں گے اور باقی ماندہ ایک، چچا کو۔

مسئلہ 3

میت

2 بیٹیاں	چچا
ثلثان	مابقی
2	1

اوراگر مسئلہ میں صرف ''ثلث'' آئے تب بھی مسئلہ اس کے ہمنام عدد ''ثلاثہ'' سے مسئلہ بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں ماں کا چونکہ ثلث ہوا کرتا ہے اس لئے مسئلہ 3 سے بنائیں گے جس میں سے ماں کو ایک اور مابقی باپ کو دیا جائے گا۔

مسئلہ 3

میت

ماں	باپ
ثلث	مابقی
1	2

اوراگر مسئلہ میں صرف ''سدس'' آئے تو مسئلہ اس کے ہم نام عدد ''ستہ'' (یعنی 6) سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے باپ اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ اس صورت میں باپ کا فرضی حصہ ''سدس'' ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے ایک حصہ باپ کو اور مابقی 5 بیٹے کو دیں گے۔

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹا
سدس	مابقی
1	5

ان مذکورہ امثلہ سے یہ قاعدہ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ جب کسی مسئلہ میں فروض میں سے کوئی بھی تنہا پایا جائے تو اسی کسر کے ہمنام عدد سے مسئلہ بناتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات یادرہے کہ نصف کا ہمنام کوئی عدد نہیں ہے۔ اس لئے کسی مسئلہ میں اگر تنہا

"نصف" پایا جائے تو مسئلہ دو سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور چچا چھوڑے ہوں تو شوہر کا اس صورت میں نصف ہوتا ہے اسلئے مسئلہ 2 سے بنا کر ایک حصہ شوہر کو اور ماقی چچا کو دیں گے۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے واضح ہے۔

مسئلہ 2

میت

شوہر	چچا
نصف	ماقی
1	1

قاعدہ نمبر 2۔

اگر مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ فروض آجائیں تو پھر دیکھیں گے کہ وہ سب فروض ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں یا مختلف انواع سے۔ اگر ایک نوع سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں سے سب سے چھوٹے فرض کے مخرج سے مسئلہ بنائیں گے۔ کیونکہ جو مخرج چھوٹے فرض کا ہوگا اسی سے بڑا اور بڑے سے بڑا تقسیم ہو جائے گا یعنی اگر کسی مسئلہ میں نصف، ربع اور ثمن جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سب سے چھوٹا ثمن ہے اور اس کا مخرج 8 ہے۔ اس لئے اگر مسئلہ 8 سے بنالیا جائے تو اسی سے ربع بھی نکل آئے گا اور نصف بھی، کیونکہ 8 کا ربع 2 اور نصف 4 ہے اور یہ دونوں عدد 8 میں بلا کسر موجود ہیں۔

اب مذکورہ بالا قاعدہ کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ مسئلہ میں "نصف اور ربع" جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، بیٹی اور چچا چھوڑے ہوں۔ اس صورت میں شوہر کا ربع اور ایک بیٹی کا نصف ہے۔ ان دونوں میں چھوٹا ربع ہے اس لئے اسی کے مخرج (اربعہ) سے مسئلہ بنے گا۔ جس میں سے شوہر کو 1 اور بیٹی کو 2 اور ماقی (1) چچا کو

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹی	چچا
ربع	نصف	ماقی
1	2	1

2۔ مسئلہ میں ''نصف اور ثمن'' جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے بیوی، بیٹی اور چچا وارث چھوڑے ہوں۔ تو اس صورت میں بیوی کا ثمن، بیٹی کا نصف اور چچا کا ماقی ہوگا۔ یہاں پر ایک ہی نوع کے دو فرض ''نصف اور ثمن'' جمع ہو رہے ہیں اور ان میں سے چھوٹا ''ثمن'' ہے اس لئے اسی کے مخرج سے مسئلہ بنائیں گے اور اسی سے نصف بھی نکل آئے گا۔ چنانچہ 8 سے مسئلہ بنا کر 1 سہم بیوی کو، 4 سہام بیٹی کو اور باقی ماندہ 3 سہام چچا کو دیں گے۔

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹی	چچا
ثمن	نصف	ماقی
1	4	3

نوٹ:

''ربع'' اور ''ثمن'' جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ ''ثمن'' بیوی کا ہوا کرتا ہے تو یقیناً اس وقت شوہر فوت ہوا ہوگا اور ''ربع'' یا بیوی کا ہوتا ہے یا شوہر کا۔ تو جب بیوی ثمن کی حقدار ہوگی تو ربع کی نہیں ہوگی۔ کیونکہ یا تو میت کی اولاد ہوگی یا نہیں ہوگی۔ جب وہ ''ثمن'' کی حقدار ہوئی ہے تو اس کا مطلب لازمی طور پر یہی ہے کہ میت کی اولاد ہے۔ پس جب اولاد ہے تو وہ کسی طور بھی ''ربع'' کی حقدار نہیں ہو سکتی۔ اور ربع کا دوسرا حقدار شوہر ہوا کرتا ہے وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے ''ربع'' کے جو دو احتمالات تھے وہ دونوں ہی منتفی ہو گئے۔

3۔ ''سدس اور ثلث'' جمع ہونے کی مثال:

جیسا کہ کسی نے ماں اور دو اخیافی بہنیں اور ایک بھائی چھوڑا ہو۔ اس صورت میں

ماں کا سدس اور دو اخیافی بہنوں کا ''ثلث'' ہوگا۔ مسئلہ میں ایک نوع کے ''سدس'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں اور ان دونوں میں سے چھوٹا ''سدس'' ہے۔ اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔ جس میں سے ماں کو 1، اور دو اخیافی بہنوں کو 2 دیں گے اور بقیہ 3 بطور عصبہ بھائی کو ملیں گے۔

مسئلہ 6

میت

ماں	2 اخیافی بہنیں	بھائی
سدس	ثلث	ماںقی
1	2	3

4۔ ''سدس'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال۔

مثلاً کسی نے ماں، دو حقیقی بہنیں اور چچا چھوڑا ہو۔ ایسی صورت میں ماں کا سدس، دو حقیقی بہنوں کا ثلثان اور چچا کا ماںقی بطور عصبہ۔ اس مسئلہ میں ایک نوع کے سدس اور ثلثان جمع ہوئے۔ ان میں سے ''سدس'' چھوٹا ہے اس لئے اس کے مخرج (6) سے مسئلہ بنے گا۔ جس میں سے ماں کو 1، دو حقیقی بہنوں کو 4 اور ماںقی 1 چچا کو۔

مسئلہ 6

میت

ماں	2 حقیقی بہنیں	چچا
سدس	ثلثان	ماںقی
1	4	1

5۔ ''ثلث'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال۔

مثلاً کسی نے دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں دو عینی بہنوں کا ثلثان اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ہوگا۔ مسئلہ میں ''ثلثان'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے چھوٹا ''ثلث'' ہے اس لئے اس کے مخرج (3) سے مسئلہ بنایا، جس میں سے دو عینی بہنوں کو 4 اور دو اخیافی بہنوں کو 2 سہام ملیں گے۔

مسئلہ 6

میت

2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
ثلثان	ثلث
4	2

6۔ ''سدس، ثلث اور ثلثان'' جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے ماں، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں، ایسی صورت میں ماں کا سدس، دو حقیقی بہنوں کا ثلثان اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ہے اس مسئلہ میں ایک ہی نوع کے تمام فروض جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان میں سب سے چھوٹا ''سدس'' ہے اس لئے مسئلہ اس کے مخرج (6) بنایا گیا۔ جس میں سے ماں کو 1، دو حقیقی بہنوں کو 4 اور دو اخیافی بہنوں کو 2 دیں گے اس طرح مسئلہ میں عول ہو جائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 7

میت

ماں	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
سدس	ثلثان	ثلث
1	4	2

(فائدہ)

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فروض جمع ہو جائیں اور وہ سب ایک ہی نوع سے تعلق رکھنے والے نہ ہوں بلکہ بعض کا تعلق پہلی نوع کے ساتھ ہو اور بعض کا دوسری کے ساتھ تو پھر اس میں درج ذیل تفصیل ہے۔

(۱) پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

(۲) پہلی نوع کا ربع دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

(۳) پہلی نوع کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

قولہ واذااختلط النصف الخ

قاعدہ نمبر 3

پہلی نوع کا ’’نصف‘‘ دوسری نوع کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہورہا ہو۔ تو مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔

نصف، تمام نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، ماں، دوعینی بہنیں اور دواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں۔ تو اس صورت میں شوہر کا نصف، ماں کا سدس، دوعینی بہنوں کا ثلثان اور دواخیافی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہورہا ہے۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 سہام شوہر کو، 1 سہم ماں کو، 4 سہام دوعینی بہنوں کو اور 2 سہام دواخیافی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۱+۴+۲=۱۰) عول ہوگیا 10 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 10

میت

شوہر	ماں	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
3	1	4	2

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا نصف اور دواخیافی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ جمع ہورہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنا کر 3 سہام شوہر کو اور 2 سہام اخیافی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ 6

میت

شوہر	2اخیافی بہنیں
نصف	ثلث
3	3=1+2

نصف اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دوعینی بہنیں چھوڑی ہوں تو شوہر کا نصف اور 2 عینی بہنوں کا ثلثان ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ''ثلثان'' کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جن میں سے 3 سہام شوہر کو اور 4 سہام دوعینی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۴=۷) عول ہو جائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 7

میت

شوہر	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ماں اور بیٹی چھوڑی ہو کہ اس صورت میں بیٹی کا نصف اور ماں کا سدس ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے سدس کے ساتھ۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے بیٹی کو 3 اور ماں کو 1 دیں گے۔ باقی جو بچیں گے وہ بھی انہیں کو رد کے طور پر ملیں گے۔

مسئلہ 6 رد 2 تصحیح 4

میت

بیٹی	ماں
نصف	سدس
۳	۱

نصف، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 عینی بہنیں دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں شوہر کا نصف، اخیافی بہنوں کا ثلث اور عینی بہنوں کا ثلثان ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ثلث اور ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ اب قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 دیں گے، اخیافی بہنوں کو 2 اور عینی بہنوں کو 4۔ اس طرح (۲+۴+۳=۹) عول ہو جائے گا 9 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 9

میت

شوہر	2 اخیافی بہنیں	2 عینی بہنیں
نصف	ثلث	ثلثان
3	2	4

نصف، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں، اس صورت میں شوہر کا نصف، ماں کا سدس اور عینی بہنوں کا ثلثان ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے نصف کے ساتھ نوع ثانی کا سدس اور ثلثان جمع ہو رہا ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے 3 سہام شوہر کو، 1 سہم ماں کو اور 4 سہام عینی بہنوں کو دیں گے۔ اس طرح (۴+۱+۳=۸) عول ہو جائے گا 8 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 8

میت

شوہر	ماں	2 عینی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان
3	1	4

نصف، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 اخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہوں۔ شوہر کا نصف، اخیافی

بہنوں کا ثلث اور ماں کا سدس ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ثلث اور سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے شوہر کو 3 سہام، ماں کو 1 اور اخیافی بہنوں کو 2 سہام ملیں گے۔

مسئلہ 6

میت

شوہر	ماں	دو اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلث
3	1	2

قولہ واذا اختلط الربع الخ

قاعدہ نمبر 4

پہلی نوع کا ''ربع'' دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ 12 سے بناتے ہیں۔

ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں بیوی کا ربع، ماں کا سدس، عینی بہنوں کا ثلثان اور اخیافی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے سدس، ثلث اور ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے 3 سہام بیوی کو، 2 ماں کو، 8 عینی بہنوں کو اور 4 اخیافی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۲+۸+۴=۱۷) عول ہو جائے گا 17 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 17

میت

بیوی	ماں	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
3	2	8	4

ربع اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں شوہر کا ربع اور دو بیٹیوں کا ثلثان ہے، دیکھیے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 اور دو بیٹیوں کو 8 دیں گے۔ باقی جو ایک بچے گا وہ رد کے طور پر دوبارہ بیٹیوں کو دیا جائے گا۔

مسئلہ 12

میت

شوہر	2 بیٹیاں
ربع	ثلثان
3	9=1+8

ربع اور ثلث جمع ہونے کی مثال،

مثلاً کسی نے بیوی اور ماں چھوڑی ہو۔ بیوی کا ربع اور ماں کا ثلث ہوگا۔ دیکھیے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ''ثلث'' کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنایا جس میں سے بیوی کو 3 اور ماں کو 4 دیئے اس کے بعد باقی ماندہ ''ماں'' کو دوبارہ دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 12

میت

بیوی	ماں
ربع	ثلث
3	9=6+3

ربع اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو۔ تو بیوی کا ''ربع'' اور اخیافی بہن کا ''سدس'' ہوگا۔ دیکھیے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ''سدس'' کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو

3 اور اخیافی بہن کو 2 سہام دیں گے۔ اور جو باقی بچے گا اس میں رد کے قوانین کے مطابق عمل کریں گے۔

مسئلہ 12 رد 4

میت

بیوی	1 اخیافی بہن
ربع	سدس
1	ذی فرض وبالرد 3

ربع، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں۔ بیوی کا ربع، ماں کا ''سدس'' اور دو عینی بہنوں کا ''ثلثان'' ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے ربع کے ساتھ نوع ثانی کا ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہو رہے ہیں، تو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 2 اور عینی بہنوں کو 8 سہام دیں گے۔ اس طرح (۳+۲+۸=۱۳) عول ہو جائے گا 13 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 13

میت

بیوی	ماں	2 عینی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان
3	2	8

ربع، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی، دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں۔ بیوی کا ربع، عینی بہنوں کا ''ثلثان'' اور اخیافی بہنوں کا ''ثلث'' ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ''ثلثان'' اور ''ثلث'' کے ساتھ جمع ہو رہا ہے تو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، عینی بہنوں کو 8 اور اخیافی بہنوں کو 4 سہام دیں گے اس طرح (۸+۴+۳=۱۵) عول ہو جائے گا 15 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 15

میت

بیوی	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
ربع	ثلثان	ثلث
3	8	4

ربع، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس میں بیوی کا ربع، ماں کا ’’سدس‘‘ اور اخیافی بہنوں کا ’’ثلث‘‘ ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ’’ثلث‘‘ اور ’’سدس‘‘ کے ساتھ جمع ہو رہا ہے چنانچہ قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 2 اور اخیافی بہنوں کو 2 دیئے۔

مسئلہ 12 رد 3

میت

بیوی	ماں	2 اخیافی بہنیں
ربع	سدس	ثلث
3	3=1+2	6=2+4

واذا اختلط الثمن الخ

قاعدہ نمبر 5

نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہو تو مسئلہ 24 سے بنائیں گے۔

نوع اول کے ’’ثمن‘‘ کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونا احناف کے نزدیک متصور نہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک محروم شخص دوسرے کے لئے حجب نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلاً میت نے اپنا بیٹا کافر یا قاتل چھوڑا اور ساتھ بیوی، ماں، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو اس صورت میں محروم بیٹا زوجہ کے لئے حاجب ہوگا چنانچہ بیوی کو بجائے ’’ربع‘‘ کے ’’ثمن‘‘ ملے

گا اور ماں کا سدس، عینی بہنوں کا ثلثان اور اخیافی بہنوں کا ثلث۔

دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہوگیا۔ لیکن احناف کے نزدیک ثمن، نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ کسی طور بھی جمع نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے نزدیک محروم عن المیراث، دوسرے کے لئے حاجب نہیں ہوسکتا۔ تو جب بیٹا کافر یا قاتل ہے تو وہ بیوی کے لئے ربع سے ثمن کی طرف حاجب نہیں ہوسکے گا اور اگر بیٹا مسلمان فرض کریں تو بیوی کو اگرچہ ثمن مل جائے گا لیکن اس صورت میں ثلث والا کوئی نہیں رہتا کیونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے ماں کو بھی سدس ملتا ہے اور بہن بھائی تو ویسے ہی اس کے ہوتے ہوئے محروم ہوتے ہیں اور اگر بیوی کا ثمن رکھنے کے لئے ایک بیٹی فرض کریں تو اب بیوی کا ثمن ہوجائے گا، ماں کے لئے سدس بھی ہوجائے گا لیکن ثلثان نہیں پایا جائے گا۔

اور اگر ثلثان اور ثمن دونوں متحقق کرنے کے لئے دو بیٹیاں فرض کریں تو بیوی کو ثمن، بیٹیوں کو ثلثان اور ماں کو سدس تو مل جائے گا، لیکن ثلث پانے والا کوئی نہ رہا کیونکہ اولاد کے ہوتے ہوئے ماں سدس پاتی ہے اور اخیافی بہن بھائی ویسے ہی محروم ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ نوع اول کے ثمن کا نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ جمع ہونا ہمارے نزدیک متصور نہیں ہے۔

نوع اول کا "ثمن" جب نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہو تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(1) نوع اول کا ثمن, نوع ثانی کے ثلثان اور سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہو۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو بیٹیاں اور بھائی چھوڑے۔ اس کا مسئلہ قانون کے مطابق 24 سے بنایا جائے گا جس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 4، دو بیٹیوں کو 16 اور بھائیوں کو 1 ملے گا۔

مسئلہ 24

میت

بیوی	ماں	2 بیٹیاں	بھائی
ثمن	سدس	ثلثان	مابقی
3	4	16	1

نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہو، جیسا کہ کسی نے بیوی 2 بیٹیاں اور چچا چھوڑے ہوں۔ بیوی کا ثمن، دو بیٹیوں کا ثلثان اور چچوں کا مابقی ہے۔ دیکھئے یہاں پر نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنایا جس میں سے بیوی کو 3، دو بیٹیوں کو 16 اور مابقی 5 چچوں کو دیئے۔

مسئلہ 24

میت

بیوی	2 بیٹیاں	1 چچا
ثمن	ثلثان	مابقی
3	16	5

نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہو، جیسا کہ کسی نے بیوی ماں، اور بیٹا چھوڑے۔ بیوی کا ثمن، ماں کا سدس، اور مابقی بیٹے کا ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 4 اور بیٹے کو 17 ملیں گے۔

مسئلہ 24

میت

بیوی	ماں	بیٹا
ثمن	سدس	مابقی
3	4	17

فروض کے مخارج نکالنے کے متعلق نقشہ

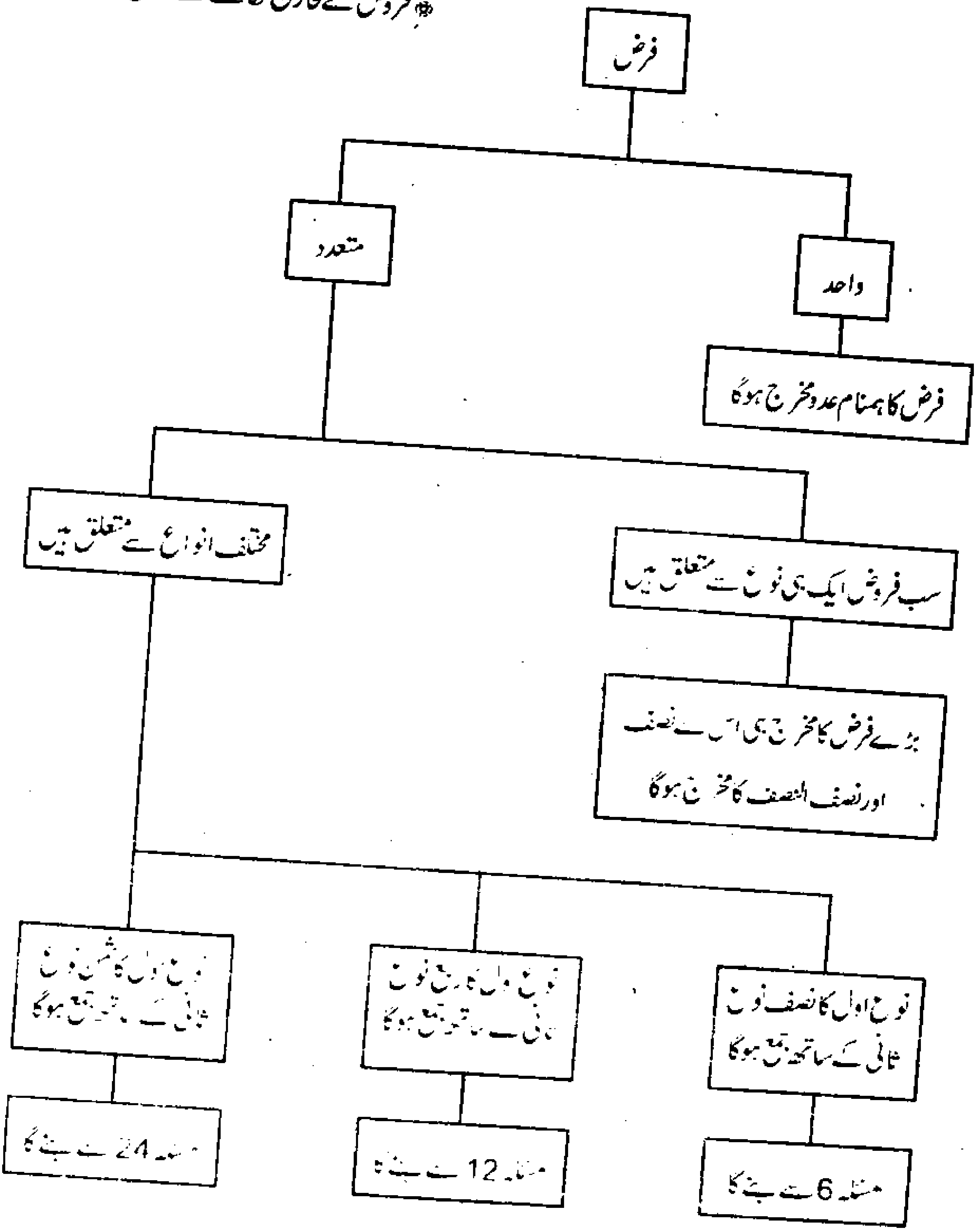
فرض
واحد
متعدد
فرض کا ہمنام عدد مخرج ہوگا
سب فروض ایک ہی نوع سے متعلق ہیں
مختلف انواع سے متعلق ہیں
بڑے فرض کا مخرج ہی اس نصف
اور نصف النصف کا مخرج ہوگا
نوع اول کا نصف نوع ثانی کے ساتھ جمع ہوگا
نوع اول کا ربع نوع ثانی کے ساتھ جمع ہوگا
نوع اول کا ثمن نوع ثانی کے ساتھ جمع ہوگا
مسئلہ 6 سے بنے گا
مسئلہ 12 سے بنے گا
مسئلہ 24 سے بنے گا

باب العول

العول ان يزاد على المخرج شيء من اجزائه اذاضاق عن فرض اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لاتعول وهى الاثنا ن والثلثة والاربعة والثمانية وثلاثة منها قد تعول اما الستة فانها تعول الى عشرة وترا وشفعا واما اثنا عشرفهى تعول الى سبعة عشر وترا لاشفعا واما اربعة وعُشرون فانها تعول الى سبعة وعشرين عولا واحدا كما فى المسألة المنبرية وهى امرأة وبنتان وابوان ولايزاد على هذا الا عند ابن مسعود رضى الله تعالى عنه فان عنده تعول الى احد وثلثين

ترجمہ

''عول یہ ہے کہ جب مخرج، فرض سے تنگ ہو جائے تو اس کے اجزاء میں سے بعض اجزاء کا اضافہ کر کے مخرج کو بڑا کرنا۔ جان لیجئے کہ کل مخارج 7 ہیں جن میں سے چار مخارج (2,3,4,8) میں عول نہیں ہوتا اور بقیہ تین مخارج (6,12,24) میں کبھی کبھی عول ہوتا ہے چنانچہ 6، کا عدد 12 تک طاق اور جفت اعداد میں عول کرتا ہے، 12 کا عدد 17 تک صرف طاق اعداد میں عول کرتا ہے جفت میں نہیں کرتا اور 24 کا عدد صرف ایک ہی عول کرتا ہے اور وہ بھی صرف 27 تک۔ جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں ہے اور وہ ایک بیوی، دو بیٹیاں، ماں اور باپ ہیں۔ اس عدد کا عول اس سے آگے نہیں بڑھتا البتہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس عدد کا عول 31 تک ہوتا ہے''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ العول ان یزاد الخ

عول کی تعریف

عَول کا لغوی معنی رفع ''بلندی'' ہے اور اہل فرائض کی اصطلاح میں جب مخرج تنگ ہو جائے اور اصحاب فرائض کے حصص پورے نہ نکل رہے ہوں بلکہ حصص زیادہ ہوں اور وہ مخرج سے بڑھ جائیں تو مخرج کو کچھ بڑھا دینے کا نام عول ہے۔

کل مخارج سات ہیں'' ۲، ۴، ۸، ۳، ۶، ۱۲، ۲۴''

ان میں سے پہلے چار ایسے ہیں جن میں عول ہوتا ہی نہیں، اور بقیہ تین (۶، ۱۲، ۲۴) میں کبھی عول ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ صرف تین مخارج (۶، ۱۲، ۲۴) میں عول ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی۔ تینوں مخارج میں عول کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قولہ اما الستۃ فانھا تعول الخ

''6'' کا عول

6 کا عدد 10 تک ''عول'' کرتا ہے۔ جفت میں بھی اور طاق میں بھی، یعنی کہ اس کا عول 10,9,8,7 میں ہوتا ہے۔

(1)

''6'' کا ''7'' کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اس کا اپنا سدس (16/) شامل ہو۔ عول کی یہ صورت حال مختلف طریقوں سے پائی جاسکتی ہے۔

(i) جب مسئلہ میں نصف اور ثلثان جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو حقیقی بہنیں چھوڑی ہوں۔

اس صورت کا مسئلہ 6 سے بنے گا۔ اس میں سے شوہر کے لئے 3 اور دو عینی بہنوں کے لئے 4۔ اس طرح مسئلہ ''7'' کی طرف عول کر جائے گا۔ چنانچہ کل مال کے سات حصے

میں تقسیم کر کے شوہر کو 3 اور دونوں عینی بہنوں کو 4 حصے دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7

میت

زوج	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

(ii) جب مسئلہ میں دو نصف اور ایک سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے زوج، ایک عینی بہن اور ایک اخیافی یا علاتی بہن چھوڑی ہو۔ اس کا مسئلہ بھی 6 سے بنے گا۔ اس میں سے 3 شوہر کو، 3 عینی بہن کو اور 1 اخیافی یا علاتی بہن کو دیئے جائیں گے۔ اس طرح (7=1+3+3) سات کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 7

میت

شوہر	عینی بہن	اخیافی بہن
نصف	نصف	سدس
3	3	1

(iii) مسئلہ میں ثلثان، ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بہن، دو اخیافی بہنیں اور ایک دادی چھوڑی ہو۔ اصل مسئلہ 6 سے بنے گا۔ کیونکہ نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ لہذا 6 سے مسئلہ بنایا، اس میں سے 3 حقیقی بہن کے لئے۔ 1 علاتی بہن کے لئے تکملة للثلثين (ثلثین مکمل کرنے کے لئے) 1 دادی کے لئے، 2 اخیافی بہنوں کے لئے۔ یوں 7=2+1+1+3 عول ہو گیا "7" کی طرف۔ اب تقسیم 6 سے نہیں کریں گے بلکہ 7 سے کریں گے۔ یعنی کہ کل مال کے سات حصے بنا لئے جائیں گے۔ جن میں سے حقیقی بہن کو 3، اخیافی بہنوں کو 2، 1 دادی کو اور 1 علاتی بہن کو۔ یوں ساتوں حصے تقسیم ہو جائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7

میت

عینی بہن	علاتی بہن	2 اخیافی بہنیں	دادی
نصف	سدس	ثلث	سدس
3	1	2	1

(2)

''6'' کا ''8'' کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ اس کے ساتھ اس کا اپنا ''ثلث'' ہو۔

اس کی بھی مختلف صورتیں ہونگی۔ مثلاً

(i)...... مسئلہ میں دو نصف اور ایک ثلث جمع ہو جائے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، حقیقی بہن، اور ماں چھوڑی ہو۔ ایسی صورت میں مسئلہ 6 سے بنے گا۔ جس میں سے 3 شوہر کے لئے، 3 بہن کے لئے اور 2 ماں کے لئے ہونگے۔ اس طرح (8=2+3+3 عول) ہوگیا ''8'' کی طرف۔ چنانچہ اب ان ورثاء میں اصل مسئلہ یعنی 6 کی بجائے ''8'' سے تقسیم ہوگی۔

مسئلہ 6 عول 8

میت

شوہر	عینی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث
3	3	2

(ii)...... جب مسئلہ میں نصف، ثلثان اور سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، دو عینی بہنیں، اور ماں چھوڑی ہو۔ تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے شوہر کے لئے، 4 حصے دو عینی بہنوں کے لئے اور 1 حصہ ماں کے لئے ہوگا، اس طرح (8=1+4+3) آٹھ کی طرف عول ہو جائے گا۔ اور تمام ورثاء میں تقسیم 8 سے ہوگی۔

مسئلہ 6 عول 8

میت

شوہر	دو عینی بہنیں	ماں
نصف	ثلثان	سدس
3	4	1

نوٹ

سب سے پہلے جس مسئلہ میں عول کیا گیا وہ یہی مسئلہ تھا۔

یہ مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ آپ نے اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ایک مسئلہ میں سہام 6 اور ذو سہام 8 ہیں۔ اس میں غور و خوض کر کے کوئی مناسب حل نکالا جائے؟ اور اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ یہ 6 سہام، 8 اصحابِ فرائض میں کیسے تقسیم کیے جائیں؟

جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ

اگر 6 سہام سے حصص پورے نہیں ہو پا رہے تو تمام سہام میں تھوڑی تھوڑی کمی کر کے سہام میں اصحاب فرائض کی تعداد کے مطابق اضافہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں بجائے 6 کے، 8 سے تقسیم کی جائے۔ اس طرح تمام میں پورے پورے سہام تقسیم ہو جائیں گے۔

اس مشورے کو تمام صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا، چنانچہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے 6 کا 8 کی طرف عول کر کے اسی کے مطابق وراثت تقسیم کر دی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا اس مسئلہ سے اختلاف

جناب سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس فیصلے سے انکار کر دیا اور عول کی مخالفت کی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ اس بات سے متفق نہ تھے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اختلاف کا اظہار کیوں نہ کیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ والد محترم کی ہیبت سے میں خوف زدہ تھا جس وجہ سے میں ان کی زندگی میں نہ بول سکا۔

اعتراض

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ جب آپ عول کے قائل ہی نہیں ہیں تو جن مسائل میں مخرج تنگ ہو جاتا ہے ان میں آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

جواب

جو وارث آخری درجہ کا ہوتا ہے۔ (جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں) ہم ان کے حصے میں کمی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حصہ مقرر سے غیر مقرر کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دلیل کی وضاحت

دراصل آپ اصحاب فرائض کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب فرائض جن کو صرف مقررہ حصہ ہی ملتا ہے۔ اور کچھ ایسے اصحاب فرائض جن کو حصہ تو ملتا ہے مگر وہ حصہ مقرر نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مخرج کی تنگی سے متاثر ہوتے ہیں۔

پہلی دلیل

وراثت کے حصص خود رب ذوالجلال نے مقرر فرمائے ہیں اور وہ ایسی ذات ہے جس سے کائنات کے صحراؤں میں موجود ریت کا کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں ہے۔ جو سمندر کے بے کنار پانی میں موجود قطروں کی تعداد جانتا ہے۔ جس کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔ جو جہل اور خطا سے منزہ ہے۔ ایسی ذات سے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی کے مال میں دو نصف اور ثلث ایک ساتھ رکھ دے کیونکہ جب کسی کل سے دو نصف نکال لیے جائیں تو پھر باقی کچھ نہیں بچتا۔ تو وہ ذات کسی کے مال میں ایسے حصے کیونکر مقرر فرما سکتی ہے جو کل مال سے نکل ہی نہ سکتے ہوں۔

دوسری دلیل

وراثت کا یہ قانون ہے کہ جب وراثت کے ساتھ اتنے حقوق متعلق ہو جائیں کہ

مال وراثت سے وہ پورے نہ کئے جاسکتے ہوں تو ایسی صورت میں جو مقدم ہوتا ہے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اور مؤخر کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تجہیز و تکفین اور ادائیگی دیون، کہ اگر مال صرف اتنا ہی ہو جس سے صرف تجہیز و تکفین ہی ہو سکتی ہو یا تجہیز کے بعد قرض خواہوں میں سارا مال تقسیم ہو جائے تو ایسی صورت میں تجہیز و تکفین اور ادائیگی دیون کو ترجیح دی جاتی ہے اور ورثاء کو کچھ نہیں ملتا۔

تیسری دلیل

اصحاب فرائض دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

(i)......ایسے اصحاب فرائض جن کو دو طرح کے مقرر حصوں میں سے کوئی ایک ملتا ہے۔ یعنی کہ یا تو ان کا ایک مقررہ حصہ ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو یہ اس حصہ سے دوسرے مقررہ حصہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ اور اگر اولاد ہو تو پھر یہ ربع (1/4) کا مستحق ہوتا ہے۔ اس میں دیکھیں کہ شوہر ''نصف'' سے ''ربع'' کی طرف منتقل ہوا۔ تو جس سے منتقل ہوا وہ بھی مقررہ ہے اور جس کی طرف منتقل ہوا وہ بھی مقرر ہے۔

(ii)......ایسے اصحاب فرائض کہ جب یہ اپنے حصہ سے منتقل ہوتے ہیں تو کوئی خاص معین حصہ نہیں پاتے بلکہ غیر معین حصہ پاتے ہیں جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ ان کا حصہ ''ثلثان'' ہوتا ہے لیکن اگر ان کے ساتھ مل کر کوئی ان کو عصبہ بنادے تو اس صورت میں ان کا حصہ معین نہیں رہتا بلکہ اب للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ان کو حصہ ملتا ہے۔

چونکہ پہلے نمبر کے اصحاب فرائض، دوسرے نمبر والوں سے اقوی ہوتے ہیں۔ لہذا جو وارث معین حصہ سے معین کی طرف منتقل ہوا، اس کو مقدم رکھیں گے۔ کیونکہ وہ قبل از انتقال اور بعد از انتقال معین حصے والا یعنی کہ ذی فرض ہی رہا اور جو ''معین'' حصے سے ''غیر معین'' کی طرف منتقل ہوا وہ من وجہ ''ذی فرض'' ہے اور من وجہٖ ''عصبہ'' ہے۔ لہذا جو من کل الوجوہ ذی فرض ہے وہ مقدم ہوگا اس پر جو من وجہٖ ذی فرض ہے اور من

وجہ عصبہ ہے، کیونکہ ذی فرض بہر حال عصبہ سے مقدم ہوا ہی کرتا ہے اور جب ذی فرض دو طرح کے ہوں ایک خالص ذی فرض اور دوسرا وہ جس میں خالص فرضیت نہیں ہے بلکہ اس میں عصوبت بھی ہے تو یقیناً جو خالص ذی فرض ہے اسی کو مقدم رکھیں گے لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو وارث کمزور ہوگا اس کا حصہ کم کر دیا جائے گا اور باقی تمام ورثاء کو پورا پورا حصہ دیں گے۔

جمہور کی فقہاء کرام کا مذہب اور دلیل

جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اصحاب فرائض جتنے بھی ہیں سب کے سب ترکہ میں برابر ہوتے ہیں کیونکہ وہ سببِ استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا سببِ استحقاق قرآن کریم کی نص ہے جیسا کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

ولابویہ لکل واحد منھما السدس

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا'' (ترجمہ کنزالایمان)

اور یہ قانون ہے کہ جو لوگ استحقاق کے سبب میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں۔ لہذا اگر مخرج میں وسعت ہو تو یہ سب اپنا اپنا حصہ لیں گے۔

اور اگر مخرج تنگ ہو جائے تو نقصان سب کو ہوگا کیونکہ سبب میں سب برابر ہیں اس بات کو یوں سمجھیں کہ اگر مال کم ہو اور قرض خواہ زیادہ، تو ایسی صورت میں یہ نہیں کرتے کہ بعض کو تو پورا پورا قرضہ دے دیا جائے اور بعض کو بالکل ہی محروم کر دیں یا بعض کو کم محروم کریں اور بعض کو زیادہ، بلکہ سب کو ان کے اصل حصہ کے تناسب سے جتنا حصہ میں آئے دیتے ہیں۔ یہاں پر غور کریں، جب مال تمام ''قرض خواہوں'' میں پورا نہ ہو سکا تو سب کے حصوں میں کمی کر دی۔ اسی طرح ''فرائض'' میں بھی ہوگا۔ جب مخرج تنگ ہو جائے تو ان سب کے حصص میں کمی کر کے کل حصص بڑھائے جائیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

اب رہا مسئلہ یہ کہ جو حصص پورے نہیں ہو سکتے وہ اللہ عزوجل نے مقرر کیے فرمادیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کا ''معین حصہ'' مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ

مراد یہ ہوتا ہے کہ اس ترکہ میں ان کا حصہ بھی ہے لیکن جتنا ظاہری نص میں ہے اتنا نہیں بلکہ اس کے تناسب کے مطابق حصہ ہوگا۔ کیونکہ جتنا حصہ ظاہری الفاظ سے سمجھ آیا وہ تو پورا پورا دیا ہی نہیں جاسکتا لہٰذا اب اس کا ایسا معنیٰ مراد لیں گے جس پر عمل کرنا ممکن ہو اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کے حصہ کا تناسب بیان کردیا ہے چنانچہ قرآن کے بیان کردہ تناسب سے ان سب کو حصہ ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قیاس کا جواب

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ تجہیز کو ادائیگی دیون پر مقدم اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ حقوق مترتبہ ہیں۔ یعنی یہ ایسے حقوق ہیں جن میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جبکہ اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی اس طرح مقدم ومؤخر نہیں ہے۔ بلکہ سب استحقاق میں برابر ہیں کیونکہ ان سب کی وجہ استحقاق برابر ہے اور یہ قانون ہے کہ جو افراد وجہ استحقاق میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں۔ اب جبکہ تجہیز واصحاب فرائض میں فرق ہے تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

ذی فرض مطلق کو ذی فرض وعصبہ پر تقدیم کے اعتراض کا جواب

فرض سے عصوبت کی طرف انتقال سے ضعف اس صورت میں آسکتا ہے کہ عصبہ ہونا ذی فرض ہونے سے ضعیف سبب ہو جبکہ یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ عصوبت اسبابِ وراثت میں سب سے مضبوط اور قوی سبب ہے۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب تک کمزور سبب تھا تب تک تو مقدم تھا اور جب اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ قوی حق شامل ہوگیا تو اب یہ دو سببوں کے ہوتے ہوئے کمزور ہو جائے۔

بذا حق وہی ہے جو ہم نے کہا کہ جب مخرج تنگ ہو جائے اور حصص کے اعتبار سے تمام میں سہام تقسیم نہ ہوسکیں تو ایسی صورت میں تمام کے سہام میں کچھ کچھ کمی کرکے سہام میں اتنا اضافہ کرلیا جائے کہ ان تمام اصحاب فرائض پر سہام پورے ہو جائیں۔

سوال

جب عصوبت سب سے قوی سبب ہے تو پھر اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب

قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ عصبات کو ہی مقدم کریں لیکن ''ذی الفروض'' کے متعلق چونکہ نص آگئی ہے اس لئے ہم نے قیاس کو چھوڑ کر پہلے ''ذوی الفروض'' کو حصہ دیا۔ جب نص پر بقدر ضرورت عمل ہو چکا تو اب ہم اپنے قیاس پر لوٹ آئے اور عصبات میں ترکہ تقسیم کر دیا۔

﴾''6'' کا ''9'' کی طرف عول﴿

6، 9 کی طرف عول کرتا ہے (اپنے نصف کے اضافہ کے ساتھ) اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں نصف، ثلثان، اور ثلث جمع ہو رہے ہوں۔

مثلاً کسی نے شوہر، 2 عینی بہنیں اور 2 اخیافی بہنیں چھوڑیں ہوں، اصل مسئلہ 6 سے بنے گا، جس میں سے 3 سہام شوہر کے لئے، 4 سہام دو حقیقی بہنوں کے لئے اور 2 اخیافی بہنوں کے لئے ہونگے۔ اس طرح (3+4+2=9) کل 9 حصص ہو جائیں گے چنانچہ مسئلہ 9 کی طرف عول کر جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 9

میت

شوہر	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
3	4	2

(ii) جب مسئلہ میں 2 نصف، ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، ایک عینی بہن، دو اخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہو تو اصل

مسئلہ 6 سے بنے گا شوہر کو 3، ایک عینی بہن کو 3، دو اخیافی بہنوں کو 2 اور ماں کو 1۔ اس طرح (9=1+2+3+3) کل سہام 9 ہوئے، لہذا اب 6 کی بجائے 9 سہام بنائیں گے اور درج ذیل طریقہ کے مطابق ورثاء میں تقسیم کر دیں گے۔

مسئلہ 6 عول 9

میت

شوہر	1 حقیقی بہن	2 اخیافی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث	سدس
3	3	2	1

﴿"6" کا "10" کی طرف عول﴾

"6" اپنے ثلثان کے ساتھ مل کر "10" کی طرف عول کرتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب مسئلہ میں نصف، 2 ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 حقیقی بہنیں، 2 اخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہو، تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا، 3 حصے شوہر کے لئے، 4 چار حصے دو حقیقی بہنوں کے لئے اور ایک حصہ ماں کے لئے اور 2 حصے اخیافی بھائیوں کے لئے ہونگے۔ اس طرح کل سہام (10=2+1+4+3) دس ہو جائیں گے، لہذا 6 کی بجائے اب ترکہ درج ذیل صورت کے مطابق 10 سے تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 10

میت

شوہر	2 حقیقی بہنیں	2 اخیافی بھائی	ماں
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
3	4	2	1

قولہ واما اثنا عشر الخ

﴿12 کا عول﴾

12 کا عدد 17 تک عول کرتا ہے لیکن تمام اعداد میں نہیں بلکہ صرف طاق اعداد میں یعنی کہ 13، 15 اور 17 کی طرف۔ یہ عدد 12 اور 14 کی طرف عول نہیں کرتا۔

﴿"12" کا "13" کی طرف عول﴾

"12" کا عدد "13" کی طرف عول کرتا ہے چھٹے حصے (۲) کا نصف (۱) بڑھا کر۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کسی مسئلہ میں ربع، ثلثان اور سدس جمع ہو رہے ہوں جیسا کہ کسی نے زوجہ، 2 عینی بہنیں، اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو، اس صورت میں چونکہ بیوی کا حصہ ربع، نوع ثانی کے بعض حصص کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا، جس میں سے بیوی کو 3، دو حقیقی بہنوں کو 8 اور اخیافی بہن کو 2 حصے ملیں گے اس طرح کل حصص (13=8+2+3) ہو جائیں گے اور 13 کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 12 عول 13

یت

بیوی	1 اخیافی بہن	2 حقیقی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان
3	2	8

﴿"12" کا "15" کی طرف عول﴾

"12" کا عدد "15" کی طرف عول کرتا ہے 12 پر اس کے ایک چوتھائی کے اضافہ کے ساتھ۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں ربع ثلثان اور ثلث جمع ہو رہے ہوں جیسا کہ کسی نے بیوی، 2 اخیافی بھائی اور 2 حقیقی بہنیں چھوڑی ہوں، ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3، دو اخیافی بھائیوں کے لئے 4 اور دو حقیقی بہنوں کے لئے 8 حصص ہونگے۔ اس طرح کل حصص (15=8+4+3) ہونگے جس کی وجہ سے 15 کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 12 عول 15

یت

بیوی	دو اخیافی بہنیں	دو حقیقی بہنیں
ربع	ثلث	ثلثان
3	4	8

(ii) جب مسئلہ میں ربع ،ثلثان اور 2 سدس جمع ہوجائیں ۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، دوعینی بہنیں ،ایک اخیافی بہن اور ماں چھوڑی ہو۔ ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے بیوی کے لئے ،8 حصے دوعینی بہنوں کے لئے ،2 اخیافی بہن کے لئے اور 2 حصے ماں کے لئے ہونگے ۔ اس طرح کل حصص (15=8+2+2+3) ہوجائیں گے اور ''15'' کی طرف عول ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی ۔

مسئلہ 12 عول 15

میت

ماں	ایک اخیافی بہن	دوعینی بہنیں	بیوی
سدس	سدس	ثلثان	ربع
2	2	8	3

﴿''12'' کا ''17'' کی طرف عول﴾

''12'' کا عدد ''17'' کی طرف عول کرتا ہے (بارہ کے چوتھائی اور اس کے نصف کے اضافہ کے ساتھ)

یہ اس صورت میں ہوگا جبکہ مسئلہ میں ربع ،ثلثان ،ثلث اور سدس جمع ہوجائیں ۔ جیسا کہ کسی نے بیوی ،ماں ،دوحقیقی بہنیں ،اور دواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔ تو ایسی صورت میں بھی مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3، ماں کے لئے 2، دو اخیافی بہنوں کے لئے 4، دوحقیقی بہنوں کے لئے 8۔ س طرح کل حصص (15=8+4+2+3) ہوجائیں گے اور ''15'' پندرہ کی طرف عول ہوگا ۔

مسئلہ 12 عول 15

میت

ماں	دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں	بیوی
سدس	ثلث	ثلثان	ربع
2	4	8	3

قولہ واما اربعۃ وعشرون الخ

﴿"24" کا عول﴾

"24" کا عدد صرف ایک ہی عدد کی طرف عول کرتا ہے اور وہ ہے "27" یہ اس وقت ہوگا جب مسئلہ میں ثمن، ثلثان، اور سدسان جمع ہو رہے ہوں۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، باپ اور دو بیٹیاں چھوڑی ہوں تو چونکہ مسئلہ میں بیوی کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنے گا، جس میں سے 3 بیوی کے لئے، 16 دو بیٹیوں کے لئے، 4 ماں کے لئے اور 4 باپ کے لئے۔ اس طرح (3+16+4+4=27) ستائیس (27) کی طرف عول ہو گیا، مسئلہ کی تقسیم 27 سے ہوگی۔

مسئلہ 24 عول 27

میت

بیوی	دو حقیقی بیٹیاں	ماں	باپ
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
3	16	4	4

﴿مسئلہ منبریہ﴾

نوٹ:۔ اس مسئلہ کو "مسئلہ منبریہ" کہتے ہیں۔ منبریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ یہ مسئلہ پوچھ لیا آپ نے اسی وقت توقف کئے بغیر برجستہ جواب دیا اور خطبہ کی روانی میں بھی فرق نہ آنے دیا۔ تو چونکہ یہ مسئلہ منبر پر بیان کیا گیا تھا اس لئے اس کو "منبریہ" کہتے ہیں۔

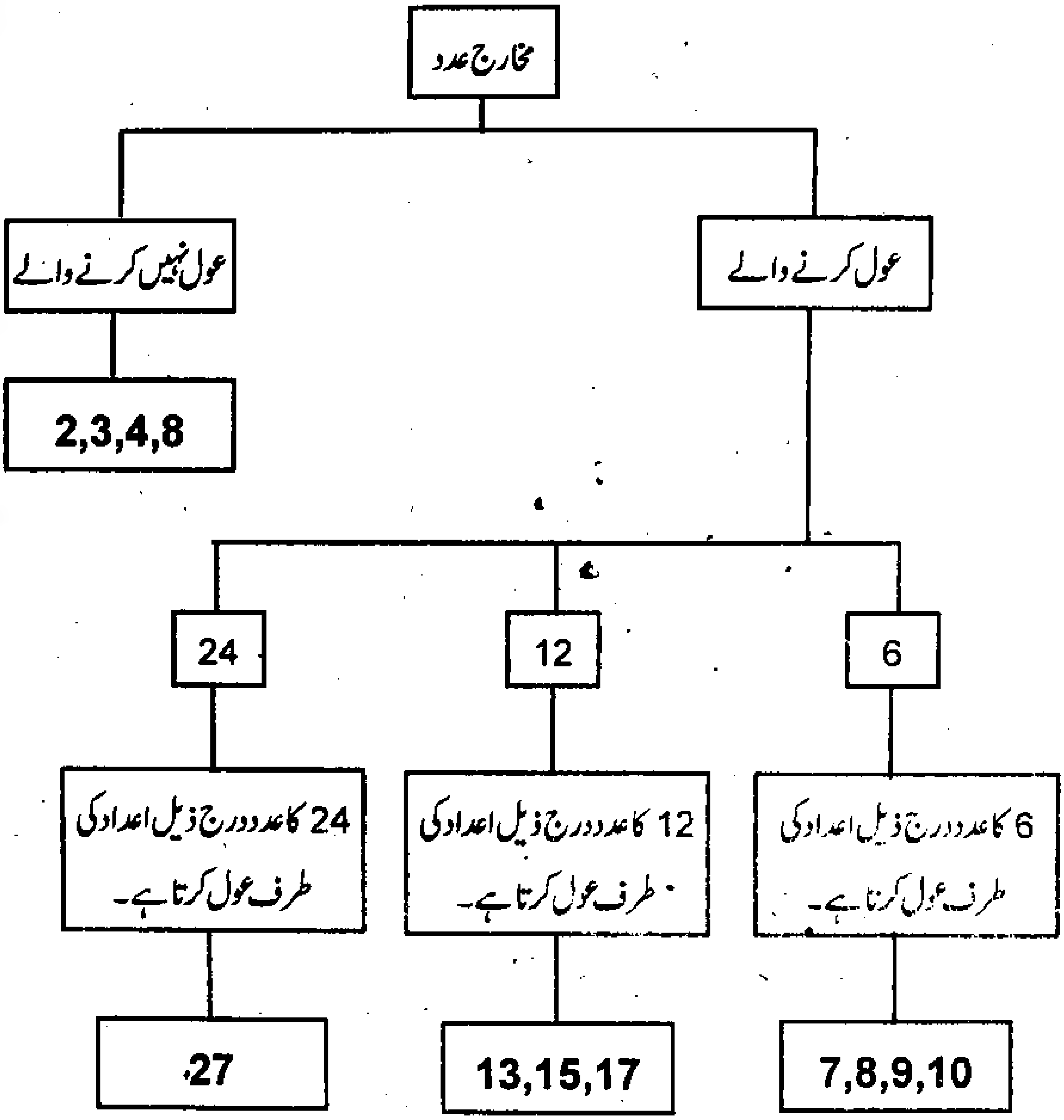
مخارج عدد
عول کرنے والے
عول نہیں کرنے والے
2,3,4,8
6
12
24
6 کا عدد درج ذیل اعداد کی طرف عول کرتا ہے۔
12 کا عدد درج ذیل اعداد کی طرف عول کرتا ہے۔
24 کا عدد درج ذیل اعداد کی طرف عول کرتا ہے۔
7,8,9,10
13,15,17
27

فصل

فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباين بين العددين

تماثل العددين كون احدهما مساويا للآخر وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه او نقول هو ان يكون اكثر العددين منقسما على الاقل قسمة صحيحة او نقول هو ان يزيد على الاقل مثله او امثاله فيساوى الاكثر او نقول هو ان يكون الاقل جزء للاكثر مثل ثلاثة وتسعة وتوافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثرولكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين تعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع لان العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفق وتباين العددين ان لا يعد العددين معا عدد ثالث كالتسعة مع العشرة وطريق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين المختلفين ان ينقص من الاكثر مقدارالاقل من الجانبين مرة اومرارا حتى اتفقا فی درجة واحدة فان اتفقا فی واحد فلاوفق بينهما وان اتفقا فی عدد فهما متوافقان بذالك العدد ففی الاثنين بالنصف وفی الثلثة بالثلث وفی الاربعة بالربع هكذا الى العشرة وفی ماوراء العشرة يتوافقان بجزء منه اعنی فی احد عشر بجزء من احد عشر وفی خمسة عشر بجزء من خمسة عشر فاعتبرهذا

ترجمہ

''دوعددوں میں تماثل ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے برابر ہونا ہے اور دومختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان میں سے چھوٹا بڑے کو فنا کرسکے۔ یا یوں کہیئے کہ بڑے عدد کا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہونا (تداخل) ہے۔ یا یوں کہیئے کہ چھوٹے پر اسی کی مثل اضافہ کرتے رہیں تو ایک وقت میں چھوٹا عدد بڑے کے برابر ہوجائے۔ یا یوں کہیئے کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہو جیسا کہ 3 اور 9۔ اور دوعددوں میں توافق یہ ہے کہ ان میں سے

چھوٹا عدد بڑے کو پورا پورا تقسیم نہ کر سکے لیکن ایک تیسرا عدد ایسا پایا جاتا ہو جو کہ ان دونوں کو تقسیم کر سکے جیسا کہ 8 اور 20 تو یہ دونوں متوافق بالربع ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا عدد وفق کے جزء کا مخرج ہے اور دو عددوں کے درمیان تباین یہ ہے کہ نہ تو دونوں عددوں میں سے ایک دوسرے کو تقسیم کر سکے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو ان دونوں کو تقسیم کر سکے جیسا کہ 9 اور 10۔ اور دو عددوں کے درمیان موافقت اور مباینت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد سے چھوٹے کی مقدار کے مطابق کمی کر دی جائے۔ یہ عمل دونوں جانب سے ایک ایک مرتبہ یا (ایک سے) زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک یہ دونوں عدد ایک درجے میں آکر برابر ہو جائیں، اگر یہ کسی ایک درجے میں برابر ہوں تو یہ عدد ''متوافق'' ہیں۔ چنانچہ 2 میں برابر ہوں تو ان کے درمیان ''توافق بالنصف'' ہے اور تین میں برابر ہوں تو ان کے درمیان ''توافق بالثلث'' ہے اور چار میں ''توافق بالربع'' ہے، دس تک یونہی توافق چلتا رہے گا اور دس کے بعد اوپر تک ہر عدد کے ایک جزء میں توافق ہوگا مثلاً گیارہ میں گیارہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اور پندرہ میں پندرہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اسی طرح آخر تک توافق شمار کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو عددوں کے درمیان نسبت کی پہچان

دو عددوں کے درمیان نسبت تین طرح کی ہوسکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں عدد ایک ہی جیسے ہونگے یا نہیں۔ اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت ”تماثل“ کی ہوگی اور وہ اعداد متماثلین کہلائیں گے اور اگر وہ دونوں عدد ایک ہی جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر دیکھیں گے کہ ان میں سے چھوٹا عدد، بڑے کو فنا کرسکتا ہے یا نہیں یعنی بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”تداخل“ کی ہے اور وہ دونوں متداخلین ہونگے اور اگر بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا تو پھر دیکھیں گے کہ کوئی تیسرا ایسا عدد ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کردے؟ اگر کوئی تیسرا ایسا عدد پایا جائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”توافق“ کی ہوگی اور یہ دونوں متوافقین ہونگے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہ ہو جو ان دونوں کو برابر تقسیم کردے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”تباین“ کی ہوگی اور یہ اعداد متبائنین ہونگے۔

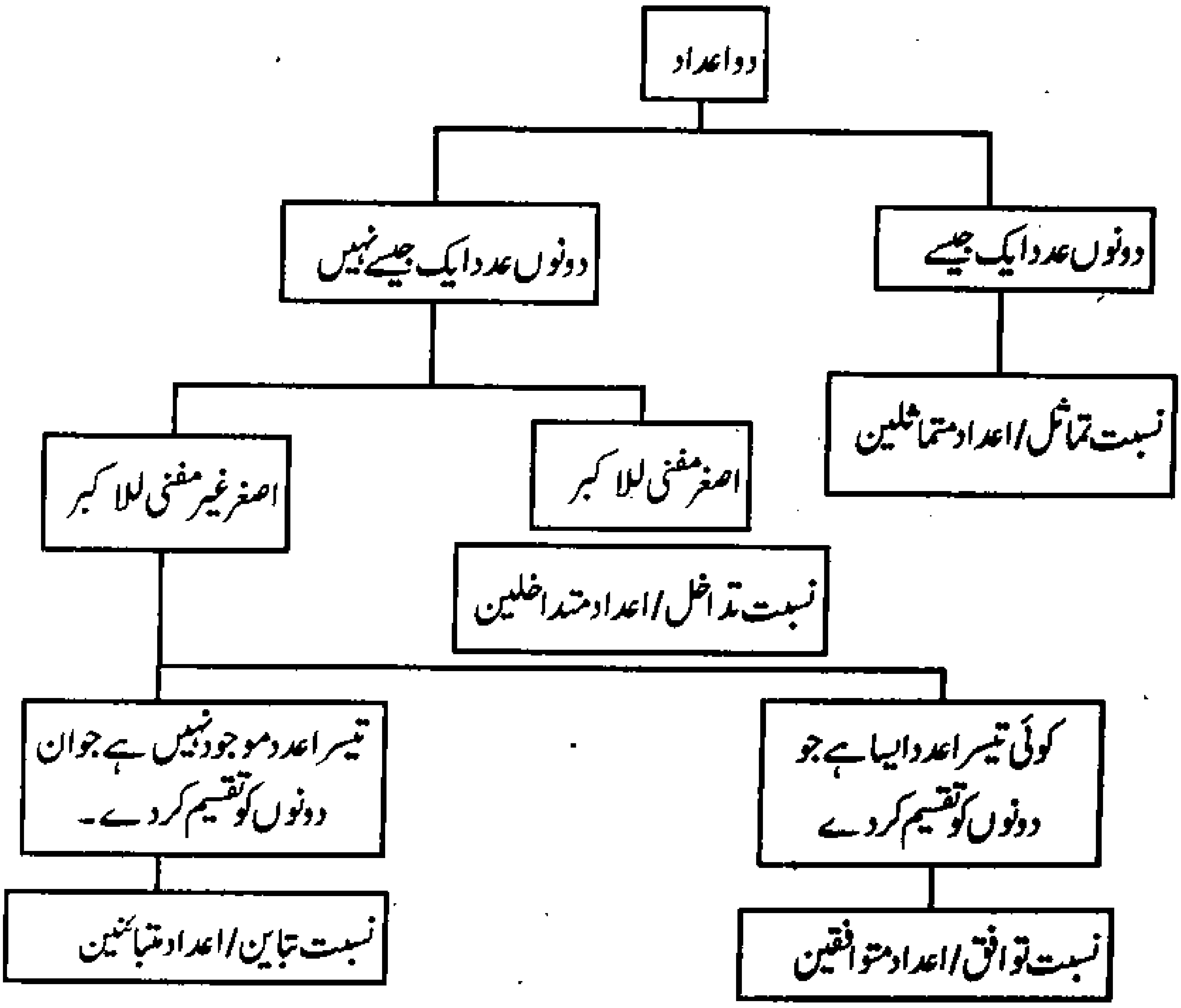
دو اعداد
دونوں عدد ایک جیسے
دونوں عدد ایک جیسے نہیں
نسبت تماثل/اعداد متماثلین
اصغر مفنی للاکبر
اصغر غیر مفنی للاکبر
نسبت تداخل/اعداد متداخلین
کوئی تیسرا عدد ایسا ہے جو دونوں کو تقسیم کردے
تیسرا عدد موجود نہیں ہے جو ان دونوں کو تقسیم کردے۔
نسبت توافق/اعداد متوافقین
نسبت تباین/اعداد متبائنین

تماثل

ایک عدد کا دوسرے عدد کے مساوی ہونا ''تماثل'' کہلاتا ہے جیسا کہ 4 اور 4۔ کہ دونوں عدد ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ جن دو عددوں میں نسبت ''تماثل'' کی ہو ان اعداد کو متماثلین کہا جاتا ہے۔

تداخل

اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

(i) دو عددوں میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہو اور بڑے عدد کو چھوٹے پر تقسیم کریں تو چھوٹا بڑے کو فنا کر دے۔

(ii) بڑا عدد چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے۔

(iii) چھوٹے کے ساتھ اسی کی مثل اضافہ کریں تو ایک مرتبہ میں وہ بڑے عدد کے برابر ہو جائے۔

(ix) بڑے عدد سے اس چھوٹے عدد کے برابر عدد نکالتے جائیں تو بڑا عدد ایک مقام میں اس چھوٹے عدد کے برابر رہ جائے۔

جیسا کہ 8 اور 16 کہ ان میں 8، 16 کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے اور سولہ میں سے دو مرتبہ 8 نکالیں تو سولہ فنا ہو جائے۔ یونہی اگر 8 میں اس جیسا ایک اور جز شامل کر دیں تو یہ 16 کے برابر ہو جائے۔ یونہی اگر 16 میں سے 8 کے برابر ایک جزء کم کریں تو وہ بڑا اجزء اس چھوٹے کے برابر چھوٹے جزء کے برابر رہ جائے۔ معلوم ہوا کہ 8 اور 16 میں نسبت تداخل کی ہے۔ اور جن دو اعداد میں نسبت تداخل کی ہو انہیں متداخلین کہا جاتا ہے۔

توافق

دو عددوں میں توافق یہ ہے کہ نہ تو وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور نہ ہی ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو فنا کر سکے بلکہ ایک تیسرا ایسا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دے۔ جیسا کہ 8 اور 12 کہ نہ تو 8، 12 کے برابر ہے کہ دونوں متماثلین کہلائیں اور نہ 8، 12 کو

پورا پورا تقسیم کرتا ہے کہ متداخلین کہلائیں ہاں ایک عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے اور وہ عدد "4" ہے۔ کیونکہ اگر 8 کو اس عدد پر تقسیم کیا جائے تو یہ 8 کو پورا پورا تقسیم کر دے گا یونہی 12 کو 4 پر تقسیم کریں تو یہ 4، 12 کو بھی پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ 8 اور 12 میں نسبت "توافق" کی ہے اور جن دو عددوں میں یہ نسبت پائی جائے ان کو متوافقین کہا جاتا ہے۔

تباین

دونوں عدد نہ تو ایک جیسے ہوں، نہ چھوٹا بڑے کو پورا پورا تقسیم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو تقسیم کرے، تو ایسے دو عددوں کے درمیان نسبت "تباین" ہوگی اور وہ دونوں عدد متبائنین ہونگے۔ جیسا کہ 5، 7 کہ یہ دونوں نہ تو متماثلین ہیں نہ متداخلین ھیں اور نہ ہی متوافقین ہیں بلکہ متباینین ہیں۔

قولہ معرفۃ الموافقۃ الخ

نسبتوں کی پہچان کا طریقہ

دو عددوں میں نسبت معلوم کرنی ہو تو پہلے یہ دیکھیں گے کہ دونوں عدد ایک جیسے ہیں یا نہیں اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت تماثل کی ہوگی جیسے 7 اور 7۔ اور اگر ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر ان میں کے چھوٹے کو بڑے میں سے نفی کریں۔ اب وہ عدد (جو پہلے بڑا تھا اب نفی کرنے کے بعد) اس چھوٹے سے کم ہو جائے گا اب اس چھوٹے کو بڑے (جو پہلے چھوٹا تھا) سے نفی کریں۔ یونہی ایک دوسرے سے نفی کرتے جائیں اور دیکھیں کہ آخر میں ایک بچتا ہے یا نہیں اگر بالکل آخر میں ایک بچ جائے تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت "تباین" ہے اور وہ دونوں عدد متبائنین ہونگے۔ جیسا کہ 7 اور 10 کہ پہلے 10 میں سے 7 نفی کئے تو باقی 3 بچے اب 3 چھوٹا ہے اور 7 بڑا، تو 7 سے 3 نفی کئے باقی 4 بچے اب پھر چونکہ 3 چھوٹا ہے اس لئے 3 کو پھر 4 سے نفی کیا تو باقی 1 بچا۔ اب 1 چھوٹا اور تین بڑا ہے تو 3 سے 1 نفی کیا تو 2 بچے۔ پھر اس 2 میں سے 1 نفی

توباقی 1 بچا۔ ان میں دیکھیں کہ بڑے اور چھوٹے دونوں عددوں کا اتفاق ایک پر ہوا اور جب اس طرح نفی کرتے رہنے کے بعد دونوں اعداد کا اتفاق ایک پر ہو تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت ''تباین'' ہوتی ہے لہذا 7 اور 10 دونوں عددوں میں نسبت ''تباین'' ہے۔

اور اگر چھوٹے کو بڑے سے نفی کرتے رہیں لیکن دونوں کا اتفاق ایک پر نہیں بلکہ اس سے اوپر کسی عدد پر ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ''توافق'' ہے اور وہ دونوں عدد متوافقین ہونگے جیسا کہ 8 اور 12 کہ ایک مرتبہ 12 سے 8 کو نفی کیا تو باقی 4 بچے اب 4 چھوٹا اور 8 بڑا ہے۔ لہذا 4 کو 8 سے نفی کیا تو باقی 4 بچے۔ اب دیکھیں کہ دونوں عدد 4 میں آ کر متفق ہو گئے تو معلوم ہوا کہ 8 اور 12 کے درمیان نسبت ''توافق'' ہے اور یہ دونوں عدد متوافقین ہیں۔

جس عدد پر اتفاق ہو اس کا جو مخرج ہوتا ہے اس پر دونوں کا توافق ہوتا ہے، چونکہ یہاں پر وہ عدد 4 ہے اور چار کا مخرج ''ربع'' ہے لہذا یوں کہیں گے کہ 8 اور 12 میں توافق بالربع ہے اور اس توافق کے ساتھ اسی جیسے کتنے اجزاء شامل کریں کہ یہ سب مل کر دوبارہ چھوٹا یا بڑا عدد پورا ہو جائے تو کل جتنے اجزاء مل کر اس کے برابر ہونگے ان کے مجموعے کو اس پورے ہونے والے عدد کا ''وفق'' کہیں گے مثلاً 8 اور 12 متوافق بالربع ہیں یعنی کہ ان کا توافق 4 پر ہوا اب اس 4 کے ساتھ اگر ایک اور اسی جیسا جزء یعنی کہ 4 شامل کر دیں تو دو 4 مل کر چھوٹا عدد پورا کر دیں گے معلوم ہوا کہ 8 کا وفق 2 ہے اور 4 کے ساتھ دو مزید 4 ہوں تو یہ تین اجزاء مل کر بارہ کا عدد پورا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ 12 کا وفق 3 ہے۔

﴿توافق کا قانون﴾

توافق کا قانون یہ ہے کہ جس عدد پر دونوں کا اتفاق ہوا دیکھیں گے کہ یہ کس کا مخرج تھا۔ یہ جس عدد کا مخرج تھا وہی عدد اس کا توافق ہوگا مثلاً اگر کوئی سے دو عدد 2 میں اتفاق کریں تو چونکہ 2، نصف کا مخرج ہے اس لئے وہ اعداد متوافق بالنصف ہونگے۔ اور اگر کوئی دو اعداد 3 پر آ کر متفق ہوتے ہیں تو چونکہ 3 ثلث کا مخرج ہے اس لئے وہ دونوں

عدد متوافقین بالثلث ہونگے جیسا کہ 9 اور 12 کہ 3 ایک ایسا عدد ہے جو دونوں کو پورا پورا تقسیم کر کے فناء کر سکتا ہے اور 3 مخرج ہے ثلث کا۔ لہذا 9 اور 12 متوافقین بالثلث ہونگے اور چونکہ 3 کے ساتھ اسی جیسے دو اجزاء اور بھی ملائیں تو یہ تینوں اجزاء مل کر چھوٹے عدد یعنی 9 کے برابر ہو جاتے ہیں لہذا یہ کہیں گے کہ 9 کا وفق 3 ہے اور اسی طرح کے 4 اجزاء ملیں تو بڑے عدد یعنی کہ 12 کے برابر ہوتے ہیں اس لئے یہ کہیں گے کہ 12 کا وفق 4 ہے

یونہی جو دو عدد 4 پر جمع ہونگے وہ متوافقین بالربع ہونگے جیسا کہ 8 اور 12 کہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا ایک عدد "4" موجود ہے۔ اور چونکہ 4، ربع کا مخرج ہے اس لئے 8 اور 12 متوافقین بالربع ہونگے اور چونکہ 4 جیسے کل دو اجزا مل جائیں تو چھوٹے عدد کے برابر ہوتا ہے اس لئے کہیں گے کہ 8 کا وفق 2 ہے اور 12 کا وفق 3 ہے۔ یونہی جو دو عدد 5 پر آ کر جمع ہونگے وہ متوافقین بالخمس ہونگے، جو 6 پر جمع ہونگے وہ متوافق بالسدس ہونگے اسی طرح دس تک اور دس سے آگے جہاں سے گیارہ اور بارہ کی گنتی شروع ہوتی ہے جو عدد وہاں جمع ہونگے ان کے بارے میں کہیں گے کہ یہ ایک ایسے جزء پر متوافق ہیں کہ اگر اس عدد کو اس جزء جیسے اجزاء پر تقسیم کریں تو یہ جزء ان میں سے ایک ہو مثلاً 44 اور 55 کہ دونوں کو 11 پورا پورا تقسیم کر سکتا ہے اور 44، 55 دونوں متوافق ہیں گیارہ پر جو کہ 44 اور 55 کا ایک جزء ہے۔

التصحیح

یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة اصول ثلثة بین السهام والرؤس واربعة بین الرؤس والرؤس اما الثلاثة فاحدها ان کانت سهام کل فریق منقسمة علیهم بلاکسر فلاحاجة الی الضرب کابوین وبنتین والثانی ان انکسر علی طائفة واحدة ولکن بین سهامهم ورؤسهم موافقة فیضرب وفق عدد رؤس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولها ان کانت عائلة کابوین وعشر بنات او زوج وابوین وست بنات والثالث ان لاتکون بین سهامهم ورؤسهم موافقة فیضرب کل عدد رؤس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولها ان کانت عائلة کاب وام وخمس بنات اور زوج وخمس اخوات لاب وام واماالاربعة فاحدها ان یکون الکسر علی طائفتین او اکثر ولکن بین اعداد رؤسهم مماثلة فالحکم فیها ان یضرب احدالاعداد فی اصل المسألة مثل ست بنات وثلث جدات وثلثة اعمام والثانی ان یکون بعض الاعداد متداخلا فی البعض فالحکم فیها ان یضرب اکثر الاعداد فی اصل المسألة مثل اربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر عما والثالث ان یوافق بعض الاعداد بعضا فالحکم فیها ان یضرب وفق احد الاعداد فی جمیع الثانی ثم مابلغ فی وفق الثالث ان وافق المبلغ الثالث والافالمبلغ فی جمیع الثالث ثم المبلغ فی الرابع کذالک ثم المبلغ فی اصل المسألة کاربع زوجات وثمانی عشربنتا وخمس عشرة جدة وستة اعمام والرابع ان تکون الاعداد متبائنة لایوافق بعضها بعضا فالحکم فیها ان یضرب احدالاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم ما بلغ فی جمیع الرابع ثم مااجتمع فی اصل المسألة کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام

ترجمہ

مسائل کی تصحیح میں سات اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے تین اصول تو سہام اوررؤوس کے متعلق ہیں اور چار اصول رؤوس اوررؤوس کے متعلق۔ تین کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ہر فریق کے سہام ان پر بغیر کسر کے پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو ایسی صورت میں کسی ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑے گی جیسا کہ ماں، باپ اوردو بیٹیاں۔ اوردوسرا یہ ہے کہ اگرایک طائفہ پر ان کے سہام ٹوٹ جائیں لیکن ان کے سہام اوررؤوس کے درمیان موافقت ہوتو جس طائفہ کے سہام ٹوٹے ہیں ان کے عدد رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اوراس کے عول سے ضرب دیں گے اگر مسئلہ عائلہ ہو۔ جیسا کہ ماں، باپ اوردس بیٹیاں یا شوہر ماں، باپ اور چھ بیٹیاں۔ اورتیسرا یہ کہ ان کے سہام اوررؤوس کے درمیان نسبت موافقت کی نہ ہوتو جس فریق پر ان کے سہام ٹوٹ رہے ہیں ان کے جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے اوراگر مسئلہ عائلہ ہوتو اس کے عول سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ ماں باپ، اور پانچ بیٹیاں یا شوہر اور پانچ عینی بہنیں۔

بقیہ چار قوانین میں سے ایک یہ ہے کہ کسر دو یا دو سے زیادہ فریقوں میں واقع ہو رہی ہو لیکن ان فریقوں کے عدد رؤوس میں مماثلت ہو تو ان کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ چھ بیٹیاں، تین دادیاں، اور تین چچے۔

دوسرا یہ ہے کہ بعد اعداد دیگر بعض میں متداخل ہوں تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ 4 بیویاں، 3 دادیاں اور 12 چچے۔

تیسرا یہ ہے کہ بعض اعداد بعض سے متوافق ہوں تو ان کے لئے حکم یہ ہے کہ اعداد کے وفق کو دوسرے عدد کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے پھر مبلغ کو تیسرے عدد کے وفق میں ضرب دیں گے اگر تیسرا عدد اس مبلغ کے متوافق ہے ورنہ مبلغ کو تیسرے کے جمیع سے

ساتھ ضرب دیں گے پھر اس کے مبلغ کو چوتھے کے ساتھ اسی طرح تمام اعداد کے ساتھ کریں گے پھر سب کے مبلغ کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جیسا کہ 4 بیویاں، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 دادے

چوتھا یہ ہے کہ تمام فریقوں کے عدد رؤس کی آپس میں نسبت تباین کی ہو تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ایک فریق کے اعداد کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر جو جواب آئے اس کو تیسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر اس ضرب سے جو جواب آئے اس کو چوتھے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر تمام فریقوں کا مجموعی حاصل ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں جیسا کہ دو بیویاں، 6 دادیاں، 10 بیٹیاں اور 7 چچے"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب التصحیح

قولہ یحتاج فی تصحیح المسائل الیٰ الخ

جب ورثاء میں تقسیم ہونے والے سہام کسی ایک فریق یا کئی فریقوں میں پورے پورے تقسیم نہ ہوسکیں تو پھر ان میں تصحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ تصحیح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن اجزاء میں تقسیم کرنے کے لئے کسر لازم آتی ہو وہ کسر ختم کردی جائے اسی کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی جگہ تقسیم انعامات میں پانچ آدمی نعام کے حقدار قرار پائے اور انعام کے لئے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ ہے۔ اب یہ ایک نوٹ پانچ افراد میں کیسے تقسیم کریں گے یا تو پھاڑ کر تین ٹکڑے کردیں اور سب کو ایک ایک ٹکڑا دے دیں تو اس انعام کا کسی کو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ایک ایک سو روپے کے پانچ نوٹ لئے جائیں اور ہر ایک کو ایک ایک نوٹ دے دیا جائے۔ اب نہ نوٹ پھاڑنا پڑے گا اور نہ کوئی خرابی لازم آئے گی۔ یہ جو ہم نے پانچ سو والے نوٹ کے انعام کو ایک ایک سو والے پانچ نوٹوں میں تقسیم کیا اسی کا نام تصحیح ہے

وراثت میں بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک فریق میں افراد 6 ہیں، ان کے لئے سہام 4 ہیں۔ تو یہ 4 سہام اگر 6 افراد پر پورے پورے تقسیم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے لہذا پورے پورے تقسیم کرنے کے لئے ہم سہام ہی اتنے بنالیتے ہیں کہ کوئی سہم کاٹ کر نہ دینا پڑے۔

چنانچہ تصحیح کے کل 7 قواعد ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قولہ اما الثلاثة فاحدها ان کانت سہام الخ

قاعدہ نمبر (1)

ورثاء میں جتنے فریق ہیں ان میں اور ان کے سہام میں نسبت تماثل کی ہو ایسی صورت میں تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی اور چونکہ سہام اور رؤس برابر ہیں اس لئے سب پر برابر تقسیم ہوجائیں گے۔ جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دو بہنیں چھوڑ کر مرا ہو۔ ایسی صورت

میں چونکہ سدس، ماں کا، سدس باپ کا اور ثلثان دو بہنوں کا ہے، اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا، جس میں سے 1 سہم ماں کا، 1 سہم باپ کا اور 4 سہام دو بہنوں کے ہونگے، دونوں بہنوں کو 2,2 سہم آجائیں گے۔ اور کسی قسم کی تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

مسئلہ 6
میت

ماں	باپ	2 بیٹیاں
سدس	سدس	ثلثان
1	1	4

اس کے علاوہ 6 قاعدے ہیں، ان میں سے دو کا تعلق ایسے مسئلہ کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ایک فریق ایسا ہو جس کے سہام ان کے رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور چار کا تعلق ایسی صورت کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں ایک سے زیادہ فریق متاثر ہو رہے ہیں اور ان کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔

قولہ والثانی ان انکسر علی طائفۃ واحدۃ الخ

قاعدہ نمبر (2)

”تصحیح = اصل مسئلہ ÷ عول x وفق رؤوس“

جب ورثاء میں سے ایک فریق ایسا ہو جس کے سہام ان کے درمیان پورے پورے تقسیم نہ ہو سکتے ہوں تو ایسی صورت میں دیکھیں گے کہ اس فریق کے افراد کتنے ہیں؟ (ان افراد کو ہم رؤوس کہتے ہیں) ان کے حصہ میں آتے سہام کتنے ہیں؟ اور ان رؤوس اور سہام کے درمیان نسبت کیا ہے؟ اگر ان کے درمیان نسبت ”توافق“ کی ہو تو یہ قاعدہ نمبر 2 ہے۔ ایسی صورت میں تصحیح کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ رؤوس کا وفق نکالیں، جب وفق نکل آئے تو دیکھیں کہ مسئلہ میں عول ہے یا نہیں؟ اگر مسئلہ میں عول نہیں ہے تو پھر رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں اور حاصلِ ضرب سے حصص تقسیم کریں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ یا عول کو ضرب دیں گے اسی عدد سے تمام فریقوں کے سہام کو بھی ضرب دیں گے اور جو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کریں، ان شاء اللہ

سہام پورے پورے تقسیم ہوجائیں گے۔

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال

جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دس بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ اس صورت میں ماں کا سدس، باپ کا سدس، اور دس بیٹیوں کا ثلثان ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا۔ 1 حصہ ماں کے لئے، 1 حصہ باپ کے لئے اور بقیہ 4 حصے دس بیٹیوں کے لئے۔ اب دس بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہوسکتے تو چونکہ ایک ہی فریق متاثر ہورہا ہے اس لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق حل کریں گے، حل کرنے کے لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق متاثرہ فریق کے رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو وہ ''توافق'' کی تھی اور یہ متوافقین بالنصف ہیں، اس طرح 10 کا وفق 5 آئے گا اور چونکہ مسئلہ غیر عائلہ ہے اس لئے رؤوس کے وفق ''5'' کو اصل مسئلہ ''6'' کے ساتھ ضرب دی تو (5x6=30) حاصل ضرب 30 ہوا۔ اب ماں اور باپ کے سہام ''ایک'' کو بھی ''5'' ہی سے ضرب دی تو (۵=۱×۵) حاصل ضرب 15 ہوا۔ لہذا ماں کو اور باپ کو پانچ پانچ سہام دیئے۔ باقی 20 بچے۔ جبکہ 10 بیٹیوں کے سہام ''4'' تھے ان چار کو بھی پانچ سے ضرب دی تو (۲۰=۵×۴) ہوا۔ لہذا دس بیٹیوں کو دو، دو سہام دیئے تو اب یہ سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔ اور کوئی سہم بھی کاٹنا نہیں پڑا۔

مسئلہ 6 تصحیح 30

میت

ماں	باپ	10 بیٹیاں
سدس	سدس	ثلثان
۵=۵×۱	۵=۵×۱	۲۰=۵×۴

مسئلہ عائلہ کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں، باپ اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مرے۔ اس میں شوہر کا ربع، ماں باپ کا ''سدس'' اور 6 بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہوگا۔ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ربع جمع ہورہا ہے نوع ثانی کے بعض کے ساتھ۔ اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا۔

اس میں سے ربع (3 سہام) شوہر کے۔ سدس (2 سہام) ماں کے اور اتنے ہی باپ کے اور ثلثان (8 سہام) ۶ بیٹیوں کے لئے ہیں۔ اس طرح اصل مسئلہ تو 12 سے بنا تھا پھر (3+2+2+8=15) پندرہ کی طرف عول ہو گیا۔

شوہر اور ماں باپ کے سہام تو ان میں برابر تقسیم ہو گئے لیکن 6 بیٹیوں میں 8 سہام کی تقسیم مشکل ہو گئی۔ بیٹیوں کے رؤوس اور ان کے سہام یعنی 8 اور 6 میں نسبت دیکھی تو ''توافق'' تھی۔ رؤوس کا وفق نکالا تو ''3'' نکلا۔ اور مسئلہ میں چونکہ عول ہے اس لئے اصل مسئلہ (12) کے ساتھ ضرب دینے کی بجائے ہم نے رؤوس کے وفق کو عول کے ساتھ ضرب دی، تو (۳×۱۵=۴۵) حاصل ضرب 45 ہوا۔ شوہر کے 3 سہام کو بھی 3 ہی کے ساتھ ضرب دی (تو ۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ لہذا 9 سہام شوہر کو دیئے۔ ماں اور باپ کے 2،2 سہام تھے ان کو بھی 3 سے ضرب دی۔ تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 ہوا۔ لہذا ماں اور باپ دونوں کو 6،6 سہام دیئے۔ 45 میں سے 21 نکالے تو باقی 24 بچے۔ بیٹیوں کے 8 سہام کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۸=۲۴) حاصل ضرب 24 ہوا۔ لہذا یہ چوبیس سہام 8 بیٹیوں کے لئے ہونگے۔ ہر بیٹی کے لئے تین تین۔ دیکھئے! تمام سہام ورثاء میں پورے پورے تقسیم ہو گئے اور کسی قسم کی کٹوتی وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

مسئلہ 12 عول 15×3= تصحیح 45

میت

شوہر	ماں	باپ	6 بیٹیاں
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۹=۳×۳	۶=۳×۲	۶=۳×۲	۲۴=۳×۸

قولہ والثالث ان لاتکون الخ

قاعدہ نمبر (۳)

"تصحیح = جمیع عدد رؤوس x اصل مسئلہ ÷ عول"

ایک فریق کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اور اس متاثرہ فریق کے رؤوس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت تباین کی ہو تو ایسی صورت میں جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور ما حصل سے تمام افراد کے حصص نکال لیں گے اور اگر مسئلہ میں "عول" ہو تو جمیع عدد رؤوس کو "عول" سے ضرب دیں گے، جو حاصل ضرب آئے گا اس سے حصص کی تقسیم ہوگی۔

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال

کسی نے شوہر، دادی، اور 3 اخیافی بھائی چھوڑے ہوں، اس صورت میں زوج کا حصہ "نصف" ہوگا کیونکہ اولاد نہیں ہے اور اولاد نہ ہو تو شوہر کو "نصف" ملا کرتا ہے، دادی کا "سدس" اور تین اخیافی بہنوں کا "ثلث"۔ چونکہ مسئلہ میں ایک ہی نوع کے فرائض ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا حصہ "سدس" ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ "6" سے بنے گا، اس میں سے 3 حصے شوہر کو ملیں گے، 1 حصہ دادی کو اور 2 حصے تینوں اخیافی بہنوں کو۔

اس مسئلہ میں غور کیجئے! تین اخیافی بہنوں کے لئے 2 حصے ہیں۔ 2 حصوں کو 3 پر پورا پورا تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت "تباین" کی ہے اس لئے جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دی تو (۳×۶=۱۸) حاصل ضرب 18 ہوا، لہذا مسئلہ 18 سے حل ہوگا۔ اب جس طرح اصل مسئلہ کو 3 سے ضرب دی اسی طرح تمام سہام کو بھی 3 سے ضرب دیں گے۔ چنانچہ شوہر کے 3 سہام کو 3 سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ اس لئے شوہر کو 18 میں سے 9 سہام دیئے جائیں گے۔ باقی 9 بچے۔ یونہی دادی کے ایک سہم کو بھی 3 سے ضرب دی تو وہ (۱×۳=۳) تین ہو گئے لہذا تین سہام دادی کو دیئے۔ باقی 6 بچے۔ یونہی اخیافی بہنوں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۲×۳=۶) ان

کے کل سہام 6 ہوگئے۔ لہٰذا جو 6 باقی بچے ہوئے تھے وہ تین بہنوں کو اس طرح دے دیئے کہ ہر بہن کے دو سہام ہوں (۶÷۳=۲) اس طرح وہ کسر جو اس فریق کے رؤوس پر سہام تقسیم کرنے میں آرہی تھی اس سے بچ گئے اور تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

مسئلہ 6×3= تصحیح 18

میت

شوہر	دادی	3 اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلث
۹=۳×۳	۳=۳×۱	۶=۳×۲

حصص کی پڑتال ۹+۳+۶=۱۸

مسئلہ عائلہ کی مثال

کسی نے شوہر اور پانچ بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا حصہ ''نصف'' ہوگا اور پانچ بہنوں کے لئے ''ثلثان'' چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا اس میں سے ''نصف'' (یعنی 3) شوہر کا، اور ثلثان'' (یعنی کہ 4)، بہنوں کا ہے۔ اس طرح (۳+۴=۷) 7 کی طرف عول ہوجائے گا۔ پانچ بہنوں کے لئے چار حصے تھے جو کہ ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے ہے اور ان کے رؤوس و سہام میں نسبت تباین کی ہے۔ چنانچہ متاثرہ فریق کے جمیع عدد کو عول سے ضرب دی تو (۵×۷=۳۵) حاصل ضرب 35 ہوا۔ چنانچہ مسئلہ کی تصحیح 35 سے ہوگی۔ شوہر کے سہام (3) کو بھی 5 سے ضرب دیں گے تو (۳×۵=۱۵) 35 میں سے 15 سہام شوہر کو دیں گے۔ یونہی بہنوں کے سہام (4) کو بھی 5 سے ضرب دی تو (۴×۵=۲۰) کل سہام 20 ہوئے۔ شوہر کو 15 سہام دے کر باقی 20 بچے تھے تو یہ بیس سہام پانچ بہنوں کے لئے ہیں اس طرح کہ ہر بیٹی کو 4، 4 ملیں گے اس طرح (۴×۵=۲۰) یہ سہام جو اس تصحیح سے پہلے پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے اب ہوجائیں گے۔

مسئلہ ۶ عول ۷×۵=تصحیح ۳۵

میت

شوہر	5 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
۳×۵=۱۵	۴×۵=۲۰÷۵=۴

حصص کی پڑتال ۱۵+۲۰=۳۵

قولہ واما الاربعۃ الخ

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فریق ایسے ہوجائیں جن کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو پا رہے تو ان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے چار قاعدے مقرر کئے گئے ہیں

قولہ فاحدھاان یکون الخ

قاعدہ نمبر 1

تصحیح= کسی ایک فریق کے جمیع عدد رؤوس×اصل مسئلہ÷عول''

جتنے فریق متاثر ہورہے ہیں ان کی آپس میں نسبت تماثل کی ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ مماثلت سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایک فریق کے رؤوس کی تعداد اور دوسرے فریق کے رؤوس کی تعداد میں نسبت تماثل کی ہو یا اگر بعض فریقوں کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق بنتی ہو تو پھر ایسے رؤوس کے وفق کی نسبت دیگر فریقوں کے رؤوس کے ساتھ تماثل کی بنتی ہو۔ ایسی دونوں صورتوں میں کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں پھر سب فریقوں کے سہام کو اسی عدد سے ضرب دیں، جو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کردیں۔

جیسا کہ کوئی شخص 6 بیٹیاں، 3 دادیاں اور 3 چچے چھوڑ کر مرا۔ بیٹیوں کا ''ثلثان'' دادیوں کا ''سدس'' اور ماقی چچوں کا۔ چونکہ تمام سہام ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور چھٹا ''سدس'' ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ بیٹیوں کا ثلثان (۴) دادیوں کا سدس (۱) اور ماقی (۱) چچوں کا۔

اس مسئلہ میں غور کریں۔ نہ تو 6 بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم ہورہے

ہیں، نہ تین دادیوں میں ایک سہم تقسیم ہورہا ہے اور نہ ہی تین چچوں میں ایک سہم پورا پورا تقسیم ہورہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر ایک سے زیادہ فریق ایسے ہیں جن کے سہام ان پر تقسیم نہیں ہو پارہے۔

چنانچہ ان فریقوں کے رؤس کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت دیکھی تو وہ ''تماثل'' کی تھی یعنی کہ 3 چچے، 3 دادیاں اور 6 بیٹیوں کے رؤس کی نسبت ان کے سہام (۴) کے ساتھ توافق بالنصف کی ہے اور 6 کا وفق 3 ہے۔ تو جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ اگر کسی فریق کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق کی ہو تو اصل رؤس کی بجائے ان کے وفق کی دیگر فریقوں کے رؤس کے ساتھ نسبت دیکھتے ہیں۔ چنانچہ 6 کے وفق 3 کی نسبت 3 اور 3 کے ساتھ تماثل کی ہے۔ موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اصل مسئلہ 6 تھا تو 3 کو 6 سے ضرب دی تو ۳×۶=۱۸ ہوئے۔

اب اس مسئلہ کی تصحیح 18 سے ہوگی۔ اور اصل مسئلہ کو چونکہ 3 سے ضرب دی تھی اس لئے تمام فریقوں کے سہام کو بھی تین سے ضرب دی۔ اس طرح بیٹیوں کا حصہ (۴×۳=۱۲) ہوا۔ دادیوں کا حصہ (۱×۳=۳) ہوا اور چچوں کا حصہ (۱×۳=۳) ہوا۔ اور 18 میں سے 12 حصے بیٹیوں کو اس طرح دیئے کہ ہر بیٹی کو 2،2 حصے آئیں (۲+۲+۲+۲+۲+۲=۱۲) باقی بچے 6 حصے۔ ان میں سے دادیوں کو 3 اس طرح دیئے کہ ہر دادی کو ایک ایک حصہ آیا (۱+۱+۱=۳) باقی بچے 3۔ یہ تینوں حصے تین چچوں کو اس طرح دیئے کہ ہر ایک چچا کو ایک ایک حصہ آیا (۱+۱+۱=۳)۔ لیجئے جن سہام کو تقسیم کرنے میں کسر آرہی تھی اب ان فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہورہے ہیں۔

مسئلہ ۶×۳ تصحیح ۱۸

میت

6 بیٹیاں	3 دادیاں	3 چچے
ثلثان	سدس	باقی
۴×۳=۱۲÷۶=۲	۱×۳=۳÷۳=۱	۱×۳=÷۳=۱

حصص کی پڑتال ۱۲+۳+۳=۱۸

قولہ والثانی ان یکون بعض الاعداد الخ

قاعدہ نمبر۲

''تصحیح=سب سے بڑا عدد x اصل مسئلہ ÷ عول''

جن ایک سے زیادہ فریقوں کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے ان کی آپس میں نسبت تداخل کی ہو۔ ایسی صورت میں جو عدد، سب سے بڑا ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور ماحصل سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔

جیسا کہ کسی نے 4 بیویاں، 3 دادیاں اور 12 چچے چھوڑے ہوں۔ چاروں بیویوں کے لئے ربع، دادیوں کے لئے سدس اور چچوں کے لئے ماقی۔ چونکہ نوع اول کا ''سدس،، نوع ثانی کے ساتھ جمع ہورہا ہے، اس لئے 12 سے مسئلہ بنایا۔ بارہ میں سے ربع (3) بیویوں کو، سدس (2) دادیوں کو اور ماقی (7) چچوں کو۔

دیکھئے! 4 بیویوں میں 3 حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اور چار بیویوں میں اوران کے سہام (3) میں نسبت ''تباین،، کی ہے، اس لئے یہاں سے اصل رؤوس (۴) کو محفوظ کرلیا۔ تین دادیوں اوران کے سہام (۲) میں بھی نسبت ''تباین،، کی ہے، اس لئے ان کے بھی رؤوس (3) کو محفوظ کرلیا اور 12 چچوں اوران کے سہام (7) میں بھی نسبت ''تباین،، کی ہے، اس لئے ان کا بھی کل (12) محفوظ کرلیا۔ محفوظ شدہ اعداد ''۴،۳،۱۲'' ہیں، ان تینوں میں سے 3 اور 4 دونوں کی 12 کے ساتھ نسبت ''تداخل،، کی ہے، کیونکہ ان میں سے 3 بھی 12 کو فنا کرسکتا ہے اور 4 بھی۔ لہذا موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے بڑے عدد (12) کو اصل مسئلہ (12) سے ضرب دی تو (۱۲x۱۲=۱۴۴) حاصل ضرب 144 آیا، معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی تصحیح 144 ہے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 12 سے ضرب دی تھی اس لئے اب تمام فریقوں کے سہام کو بھی 12 سے ضرب دیں گے اور جو جواب آئے گا اس کو 144 سے نفی کردیں گے۔

چار بیویوں کے سہام 3 تھے۔ ان کو بارہ سے ضرب دی تو (۱۲x۳=۳۶) جواب 36 آیا، ان

کو 36 سہام دیئے۔ اس طرح کہ ہر ایک کو (۹=۴÷۳۶) سہام آئے۔ باقی (۱۰۸=۳۶-۱۴۴) 108 سہام بچے۔ دادیوں کے سہام 2 تھے ان کو بھی 12 سے ضرب دی تو (۲۴=۲×۱۲) جواب 24 آیا۔ چنانچہ دادیوں کو 24 سہام دیئے اس طرح کہ ہر دادی کو (۸=۳÷۲۴) 8 سہام آئیں گے۔ باقی (۸۴=۲۴-۱۰۸) 84 سہام بچے۔ چچوں کے سہام 7 تھے ان کو بھی 12 سے ضرب دی تو (۸۴=۷×۱۲) 84 جواب آیا۔ لہذا جو 84 باقی تھے وہ ان چچوں کو دیئے۔ اس طرح کہ ہر چچا کو (۷=۱۲÷۸۴) 7 سہام آئیں گے۔ اس طرح اس مسئلہ میں موجودہ تمام فریقوں کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ ۱۲ ×۱۲ = تصحیح ۱۴۴

میت

4 بیویاں	3 دادیاں	12 چچے
ربع	سدس	باقی
۹=۴÷۳۶=۱۲×۳	۸=۳÷۲۴=۱۲×۲	۷=۱۲÷۸۴=۱۲×۷

حصص کی پڑتال (۱۴۴=۸۴+۲۴+۳۶)

قولہ والثالث یوافق بعض الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 3

"تصحیح = جمیع فریقوں کی ضربوں کا ماحصل × اصل مسئلہ ÷ عول"

جب متاثرہ فریقوں کی آپس میں نسبت توافق کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے یہ دیکھیں کہ کون کون سے رؤس ایسے ہیں جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق کی ہے اور کون کون سے رؤس کی "تباین"۔ جن رؤس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت "تباین" کی ہے ان کو بعینہ محفوظ کرلیں اور جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت "توافق" کی ہے ان کا وفق محفوظ کرلیں پھر جو اعداد محفوظ شدہ ہوں ان کی آپس میں نسبت پر غور کریں اگر اس ماحصل میں اور اس عدد میں توافق ہو تو اس کے وفق میں ورنہ جمیع میں ضرب دیں۔ جو جواب آئے اس کو اگلے عدد کے ساتھ دیکھ لیں اگر وہ کسی رؤس کا وفق ہو تو اس کے ساتھ اور اصل رؤس

ہوں تو اس کے ساتھ ضرب دے دیں اس کا جو جواب آئے گا اس کی اگلے فریق کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر وہ وفق ہے تو اس کے ساتھ۔ نہیں تو بعینہ رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے، اسی طرح سب فریقوں کے ساتھ کریں گے، جو جواب آئے اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو اس کا جواب آئے گا اُس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

مثلاً کسی نے 4 بیویاں، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 چچے چھوڑے۔ چار بیویوں کا حصہ ثمن، اٹھارہ بیٹیوں کا ثلثان، پندرہ دادیوں کا سدس اور چھ چچوں کے لئے باقی۔ غور کریں مسئلہ میں ''ثمن'' دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے مسئلہ 24 سے بنے گا۔ بیویوں کے 3۔ باقی بچے 21۔ بیٹیوں کے 16۔ باقی بچے 5۔ دادیوں کے لئے 4۔ باقی بچا ایک یہ چچوں کے لئے۔

ان رؤوس اور سہام پر غور کریں! چار بیویوں پر تین سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان رؤوس اور سہام میں نسبت ''تباین'' کی ہے چنانچہ بعینہ رؤوس (4) کو محفوظ کرلیا۔ 18 بیٹیوں پر 16 سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان رؤوس وسہام میں نسبت ''توافق بالنصف'' کی ہے اور رؤوس کا وفق 9 ہے، لہذا ''9'' کو بھی محفوظ کرلیا، پندرہ دادیوں پر 4 سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے رؤوس اور سہام میں نسبت ''تباین' کی ہے اس لئے ان کے رؤوس کو بعینہ محفوظ کرلیا۔ 6 چچوں پر ان کے سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''تباین' کی ہے چنانچہ ان کا بھی بعینہ رؤوس کو محفوظ کرلیا۔ کل محفوظ شدہ اعداد (۴،۹،۱۵،۶) ہیں۔

اب ان کی آپس میں نسبت دیکھی تو 4 اور 6 میں نسبت ''توافق بالنصف'' ہے اس لئے موجودہ قاعدہ کے مطابق ایک (6) کے وفق (3) کو دوسرے (۴) کے جمیع کے ساتھ ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) 12 حاصل ضرب ہوا۔ اب 12 اور 9 میں نسبت توافق بالثلث ہے، اس لئے 12 کو 9 کے وفق (۳) کے ساتھ ضرب دی تو (۱۲×۳=۳۶) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اب 36 اور 15 میں نسبت دیکھی تو توافق بالثلث کی ہے اور 15 کا وفق 5 ہے۔

تو36 کو5 سے ضرب دی تو(۱۸۰=۵×۳۶) حاصل ضرب180 ہوا۔ اس 180 کو اصل مسئلہ (۲۴) سے ضرب دی تو (۴۳۲۰=۲۴×۱۸۰) حاصل ضرب 4320 ہوا۔ لہذا مسئلہ کی تصحیح 4320 سے ہوگی۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 180 سے ضرب دی تھی اس لئے قانون کے مطابق تمام فریقوں کے سہام کو بھی 180 ہی سے ضرب دیں گے، چنانچہ بیویوں کے 3 سہام کو 180 سے ضرب دی تو (۵۴۰=۳×۱۸۰) حاصل ضرب 540 ہوا۔ لہذا 540 سہام چار بیویوں کو دیئے اس طرح کہ (۱۳۵=۴÷۵۴۰) ہر بیوی کو 135 سہام آئیں گے۔ جب 4320 سے 540 نفی کئے تو (۳۷۸۰=۵۴۰-۴۳۲۰) 3780 سہام باقی بچے۔ اب بیٹیوں کے 16 سہام کو 180 سے ضرب دیں تو (۲۸۸۰=۱۶×۱۸۰) حاصل ضرب 2880 لہذا بیٹیوں کو یہ سہام اس طرح دیئے کہ (۱۶۰=۱۸÷۲۸۸۰) ہر بیٹی کو 160 سہام آئیں۔ یہ حصہ بھی نکالا تو (۹۰۰=۲۸۸۰-۳۷۸۰) باقی 900 سہام بچے۔ اب دادیوں کے سہام 4 کو بھی 180 کیساتھ ضرب دی تو (۷۲۰=۴×۱۸۰) حاصل ضرب 720 ہوا۔ لہذا یہ 720 پندرہ دادیوں میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ (۴۸=۱۵÷۷۲۰) ہر ایک دادی کو 48 سہام آئیں گے۔ چچوں کے سہام کو بھی 180 سے ضرب دی تو (۱۸۰=۱×۱۸۰) حاصل ضرب 180 ہی رہا۔ لہذا 6 چچوں میں یہ سہام اس طرح تقسیم کئے کہ ہر چچا کو (30) سہام آئے (۳۰=۶÷۱۸۰) لیجئے جن فریقوں پر ان کے سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے اب وہ بلا کسر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ۲۴×۱۸۰= تصحیح ۴۳۲۰

میت

4 بیویاں	18 بیٹیاں	15 دادیاں	6 چچے
ثمن	ثلثان	سدس	باقی
۱۳۵=۴÷۵۴۰=۱۸۰×۳	۱۶۰=۱۸÷۲۸۸۰=۱۸۰×۱۶	۴۸=۱۵÷۷۲۰=۱۸۰×۴	۳۰=۶÷۱۸۰=۱۸۰×۱

حصص کی پڑتال (۴۳۲۰=۱۸۰+۷۲۰+۲۸۸۰+۵۴۰)

قولہ والرابع ان تکون الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 4

”تصحیح = ایک فریق کا عدد رؤوس x دوسرے فریق کا عدد رؤوس x اصل مسئلہ ÷ عول“

جب متاثرہ فریقوں کے رؤوس کی آپس میں نسبت تباین کی ہو تو ایسی صورت میں ہر فریق کے جمیع رؤوس کو دوسرے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ضرب ہو اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے پھر اس سے جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے ان سے جو حاصل ضرب آئے گا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے اسی طرح تمام رؤوس کے ساتھ کریں گے پھر جب جمیع رؤوس پورے ہو جائیں گے تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور پھر حسب سابق تمام سہام کو اسی عدد سے ضرب دے کر سہام تقسیم کر دیں گے۔

جیسا کہ کسی شخص نے 2 بیویاں، 6 دادیاں، 10 بیٹیاں اور 7 چچے چھوڑے ہوں۔ ان میں دو بیویوں کا حصہ ”ثمن“ ہے، چھ دادیوں کا حصہ ”سدس“ ہے، دس بیٹیوں کا حصہ ”ثلثان“ ہے اور چھ چچوں کا حصہ ”ما بقی“ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ”ثمن“ دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ 24 سے بنا۔ بیویوں کو 3، دادیوں کو 4، بیٹیوں کو 16 اور چچوں کو ما بقی (1)

اس مسئلہ میں غور کریں! دو بیویوں پر 3 سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ”تباین“ کی ہے، لہذا ان کے اصل رؤوس ”2“ کو محفوظ کر لیا، یونہی 6 دادیوں پر 4 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ”توافق بالنصف“ کی ہے۔ لہذا اصل رؤوس کی بجائے ان کے وفق ”3“ کو محفوظ کر لیا، یونہی 10 بیٹیوں میں ان کے سہام ”16“ پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور 10 کی 16 کے ساتھ ”نسبت“ ”توافق بالنصف“ کی ہے اور ”10“ کا وفق ”5“ ہے۔ لہذا یہاں

بھی اصل عددرؤس کی بجائے ان کا وفق ''5'' محفوظ کرلیا، یونہی ''7'' چچوں پر ''1'' پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا اوران کی اپنے سہم کے ساتھ نسبت تباین کی ہے لہذا ان کا اصل عددرؤس ''7'' محفوظ کرلیا۔

اس طرح اب تک کل محفوظ شدہ اعداد ''۲، ۳، ۵، ۷'' ہوئے۔ ان اعداد کی آپس میں نسبت دیکھی تو ''تباین'' کی ہے لہذا، ایک ''عددرؤس'' کو دوسرے ''عددرؤس'' کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ ''2'' کو ''3'' کے ساتھ ضرب دی۔ تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو ''5'' سے ضرب دی تو (۵×۶=۳۰) ''30'' جواب آیا۔ اس حاصل ضرب کو ''7'' کے ساتھ ضرب دی تو (۷×۳۰=۲۱۰) ''210'' جواب آیا۔ اس جمیع حاصل ضرب کو اصل مسئلہ ''24'' کے ساتھ ضرب دی تو (۲۱۰×۳۰=۵۰۴۰) حاصل ضرب ''5040'' ہوا۔

اب مسئلہ کی تصحیح اسی حاصل ضرب (5040) سے ہوگی اور قانون کے مطابق تمام سہام کو بھی ''210'' کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ ''2'' بیویوں کے سہام ''3'' تھے ''3'' کو ''210'' کے ساتھ ضرب دی (۳×۲۱۰=۶۳۰) تو حاصل ضرب ''630'' ہوا۔ لہذا دو بیویوں کو ''630'' اس طرح دیئے کہ ہر ایک کو (۶۳۰÷۲=۳۱۵) ''315'' سہام آئیں۔ یونہی دادیوں کے سہام ''4'' تھے ان کو بھی ''210'' کے ساتھ ضرب دی تو (۴×۲۱۰=۸۴۰) حاصل ضرب ''840'' ہوا۔ یہ ''840'' چھ دادیوں میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر ایک دادی کو (۸۴۰÷۶=۱۴۰) ''ایک سو چالیس'' سہام آئیں گے۔

جب 5040 میں سے بیویوں کے 630 سہام نکالے تو (۵۰۴۰-۶۳۰=۴۴۱۰) 4410 سہام باقی بچے۔ پھر ان میں سے دادیوں کے 840 نکالے تو (۴۴۱۰-۸۴۰=۳۵۷۰) 3570 سہام باقی بچے۔

دس بیٹیوں کے سہام 16 تھے، ان کو بھی 210 کے ساتھ ضرب دی تو (۱۶×۲۱۰=۳۳۶۰) حاصل ضرب 3360 ہوا۔ لہذا یہ 3360 دس بیٹیوں میں اس طرح

تقسیم کئے کہ ہرایک بیٹی کو (۳۳۶=۱۰÷۳۳۶۰)336 آئیں۔ باقی ماندہ 3570 میں سے ان کا حصہ (۳۳۶۰) نکالا تو (۲۱۰=۳۳۶۰-۳۵۷۰)210 سہام باقی بچے۔

سات چچوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی دوسودس کے ساتھ ضرب دی تو (۲۱۰=۱x۲۱۰) حاصل ضرب 210 ہوا۔ چنانچہ 7 چچوں کو 210 سہام اس طرح دیئے کہ ہرایک چچا کو (۳۰=۷÷۲۱۰) 30 سہام آئے۔ اس طرح وہ تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے جو اپنے اپنے رؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے تھے

مسئلہ ۲۱۰x۲۴= تصحیح ۵۰۴۰

مــــــــــــــــیت

2 بیویاں	6 دادیاں	10 بیٹیاں	7 چچے
ثمن	سدس	ثلثان	مابقی
۳۱۵=۲÷۶۳۰=۲۱۰x۳	۱۴۰=۶÷۸۴۰=۲۱۰x۴	۳۳۶=۱۰÷۳۳۶۰=۲۱۰x۱۶	۳۰=۷÷۲۱۰=۲۱۰x۱

حصص کی پڑتال (۵۰۴۰=۲۱۰+۳۳۶۰+۸۴۰+۶۳۰)

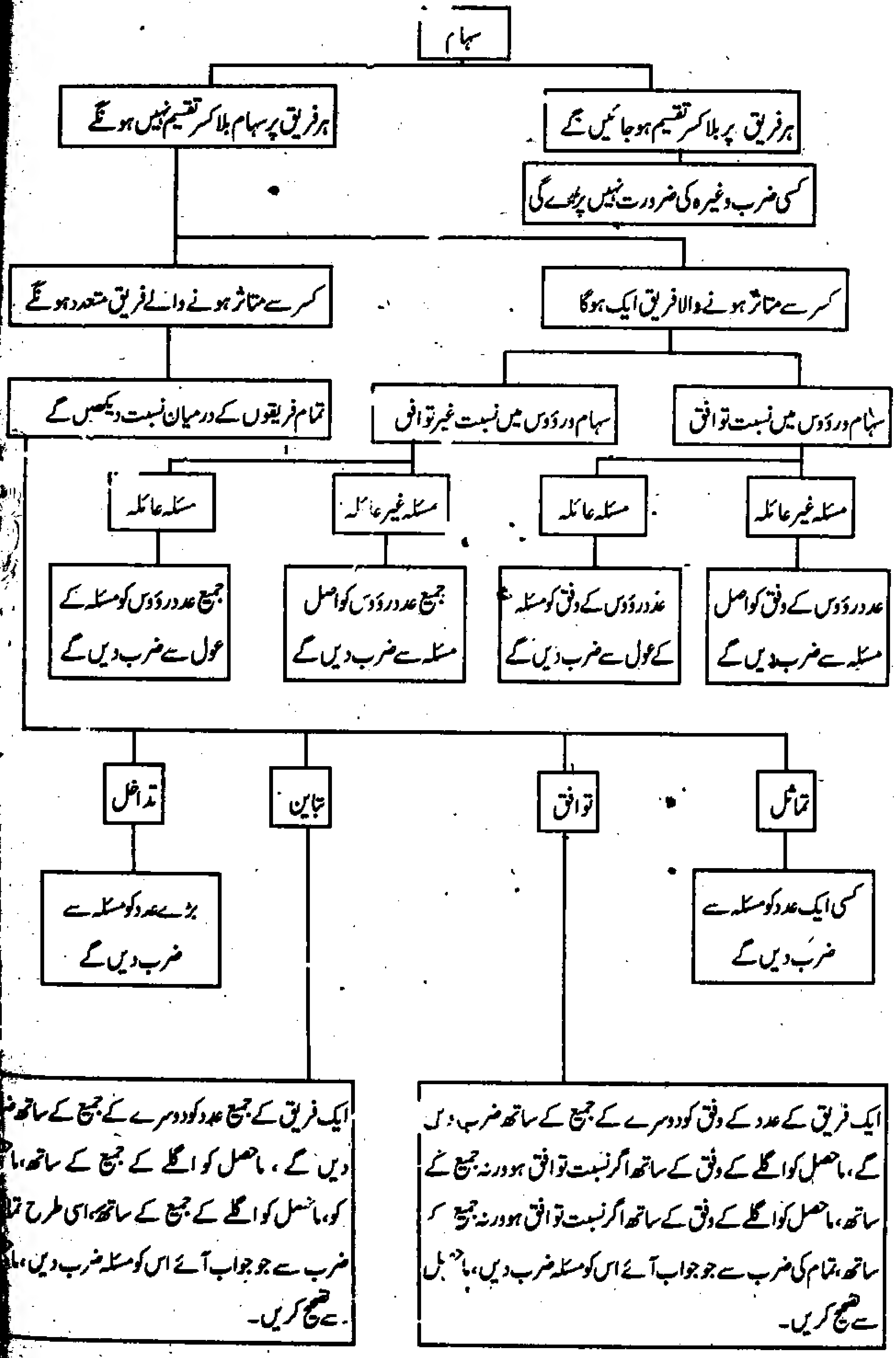
سہام
ہر فریق پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں گے
کسی ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑے گی
ہر فریق پر سہام بلا کسر تقسیم نہیں ہونگے
کسر سے متاثر ہونے والا فریق ایک ہوگا
کسر سے متاثر ہونے والے فریق متعدد ہونگے
سہام و رؤس میں نسبت توافق
سہام و رؤس میں نسبت غیر توافق
تمام فریقوں کے درمیان نسبت دیکھیں گے
مسئلہ غیر عائلہ
مسئلہ عائلہ
مسئلہ غیر عائلہ
مسئلہ عائلہ
عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے
عدد رؤس کے وفق کو مسئلہ کے عول سے ضرب دیں گے
جمیع عدد رؤس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے
جمیع عدد رؤس کو مسئلہ کے عول سے ضرب دیں گے
تماثل
توافق
تباین
تداخل
کسی ایک عدد کو مسئلہ سے ضرب دیں گے
بڑے عدد کو مسئلہ سے ضرب دیں گے

ایک فریق کے عدد کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں
گے، ماحصل کو اگلے کے وفق کے ساتھ اگر نسبت توافق ہو ورنہ جمیع کے
ساتھ، ماحصل کو اگلے کے وفق کے ساتھ اگر نسبت توافق ہو ورنہ جمیع کے
ساتھ، تمام کی ضرب سے جو جواب آئے اس کو مسئلہ ضرب دیں، ماحصل
سے تصحیح کریں۔

ایک فریق کے جمیع عدد کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ض
دیں گے ، ماحصل کو اگلے کے جمیع کے ساتھ، ما
کو، ماحصل کو اگلے کے جمیع کے ساتھ، اسی طرح تما
ضرب سے جو جواب آئے اس کو مسئلہ ضرب دیں، ما
سے تصحیح کریں۔

فصل

واذااردت ان تعرف نصیب کل فریق من التصحیح فاضرب ما کان لکل فریق من اصل المسألة فی ماضربته فی اصل المسئلة فما حصل کان نصیب ذلک الفریق واذا اردت ان تعرف نصیب کل واحد من اٰحاد ذالک الفریق فاقسم ما کان لکل فریق من اصل المسألة علی عدد رؤسهم ثم اضرب الخارج فی المضروب فالحاصل نصیب کل واحد من اٰحاد ذالک الفریق ووجه اٰخروهو ان تقسم المضروب علی ای فریق شئت ثم اضرب الخارج فی نصیب الفریق الذی قسمت علیهم المضروب فالحاصل نصیب کل واحد من اٰحاد ذالک الفریق ووجه اٰخر وهو طریق النسبة وهو الاوضح وهو ان تنسب سهام کل فریق من اصل المسألة الی عددرؤسهم مفردا ثم تعطی بمثل تلک النسبة من المضروب لکل واحد من اٰحاد ذالک الفریق

ترجمہ

جب تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا ارادہ ہو، تو ضرب دے ہر فریق کے اس حصہ کو جو اس کو اس اصل مسئلہ سے حاصل ہوا اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی ہے جو جواب آئے گا وہ اس متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا، پھر تقسیم کردے ان حصص کو جو اصل مسئلہ سے اس کو حاصل ہوئے اس فریق کے عددروؤس پر، پھر جو جواب آئے اس کو اس عدد سے ضرب دے جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی۔ جو جواب آئے گا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اوردوسرا طریقہ یہ ہے کہ مضروب کو جس فریق پر چاہیں اس پر تقسیم کردیں پھر جو جواب آئے اس کو اس فریق کے حصہ میں ضرب دیں جن پر مضروب کو تقسیم کیا تھا، جو جواب آئے گا، اس فریق کے افراد کا حصہ ہوگا، ایک اور طریقہ ہے، وہ طریقۂ نسبت ہے اور یہی سب سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے حاصل ہونے

والے سہام کی ان میں سے ہر فریق کے عدد رؤس کے ساتھ نسبت دیکھی جائے اور اسی تناسب سے مضروب میں سے اس متعلقہ فریق کے ہر فرد کا حصہ نکال لیا جائے''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ واذا اردت ان تعرف نصیب الخ

تصحیح میں سے ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا ایک طریقہ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تصحیح کے بعد فریق کا جتنا حصہ نکلا اس کو اس کے رؤس پر تقسیم کر دو۔ جو جواب آئے وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہے۔ جیسا کہ سابقہ مثال میں ہم نے 10 بیٹیوں کے حصہ میں آنے والے 3360 سہام کو ان کے عدد رؤس ''10'' پر تقسیم کیا تو ہر بیٹی کا حصہ 336 نکل آیا۔ یہ طریقہ انتہائی آسان اور عام فہم ہے اس کے علاوہ کتاب میں ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے جو طریقے بیان کئے گئے ہیں اب وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دے کر مسئلہ کی تصحیح کی تھی اسی عدد کے ساتھ اب ہر فریق کے سہام (جو کہ ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہی اس فریق کا حصہ ہوگا۔ جیسا کہ سابقہ مثالوں میں ہم نے جب مسئلہ 24 سے بنایا تو تصحیح کے لئے اس کو 210 سے ضرب دی تھی اس لئے 6 دادیوں کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ان کے سہام (جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی 210 ہی سے ضرب دی تو حاصل ضرب 840 آیا اور یہی دادیوں کا حصہ ہے۔

قولہ واذا اردت ان تعرف نصیب کل واحد الخ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

جب فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو صاحب کتاب نے اس کے تین قاعدے بیان کئے ہیں۔

قولہ فاقسم ما کان لکل فریق الخ

قاعدہ نمبر 1

''فریق کے اصل مسئلہ سے بننے والے سہام ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × وہ عدد جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی = ہر فریق کا حصہ''

یعنی ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے تھے ان سہام کو ان کے عدد رؤوس پر تقسیم کریں، جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کے ساتھ ضرب دیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دے کر تصحیح کی تھی، جو جواب آئے گا وہ ہر فریق کا حصہ ہوگا۔

اس قاعدے کے تحت اُسی مسئلہ میں 10 بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ نکال کر دیکھیں۔ چنانچہ ان کے سہام دیکھے تو 16 تھے ان کو دس پر تقسیم کیا کیونکہ اس فریق کے عدد رؤوس 10 ہیں، تو جواب (۱.۶=۱۰÷۱۶) 1.6 آیا۔ اب اس جواب کو 210 کے ساتھ ضرب دی کیونکہ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو اسی کے ساتھ ضرب دی تھی تو جواب (۳۳۶=۱.۶x۲۱۰) 336 آیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قولہ ووجہ آخر الخ

قاعدہ نمبر 2

''وہ عدد جس کے ساتھ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × اس فریق کے سہام = مطلوبہ فریق کے ہر فرد کا حصہ''

یعنی تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دی تھی اسی عدد کو اس فریق کے رؤوس پر تقسیم کردیں جس کے افراد کے حصص معلوم کرنا مقصود ہو۔ اس سے جو جواب آئے اس کو اس فریق کے سہام کے ساتھ ضرب دے دیں۔ اب جو جواب آئے گا وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ معلوم کرنا ہو تو 210 ، (جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی) 10 (جو کہ مطلوبہ فریق کا عدد رؤوس ہے) پر

کیا تو جواب (۲۱۰÷۱۰=۲۱) 21 آیا۔ اب اس حاصل جواب کو 16 (بیٹیوں کے سہام جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کے ساتھ ضرب دی تو جواب (۲۱×۱۶=۳۳۶) 336 آیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قولہ ووجہ آخر وھو طریق النسبة الخ

قاعدہ نمبر 3

ہر فریق کے بارے میں یہ دیکھ لیں کہ اس کے رؤوس اور سہام میں نسبت کیا ہے؟ جو نسبت اس عدد رؤوس کو اپنے سہام کے ساتھ ہو، وہی نسبت اس عدد سے نکال کر اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں گے وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں کا حصہ نکالنے کے لئے ہم نے بیٹیوں کے عدد رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو یہ تھی "رؤوس، سہام کی ایک مثل اور ایک مثل کے تین خمس ہے (کیونکہ 16 کو اگر 10 کے تناظر میں دیکھیں تو اس میں ایک 10 کی مثل موجود ہے اور اگر 10 کا پانچواں پانچواں حصہ نکالیں تو وہ 2 ہے۔ تو 6، 10 کے تین اخماس بنے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ 6، 10 کے تین اخماس کے برابر ہوتا ہے۔ (معلوم ہوا کہ 16 میں 10 کی ایک مثل اور 3 اخماس موجود ہیں) یہی ایک مثل اور تین اخماس اگر ہم اس عدد کے لے لیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو ہمیں ہر بیٹی کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔ تو جس عدد کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی وہ ہے 210۔ تو ہم نے 210 کی ایک تو مثل لی اور 210 کے اگر ہم 5، 5 حصے کریں تو (۲۱۰÷۵=۴۲) ایک خمس 42 بنا اب تین اخماس لینے کے لیے 42 کو 3 سے ضرب دیں گے چنانچہ تین اخماس (۴۲×۳=۱۲۶) 126 ہوئے اب دیکھیں کہ اس کی ایک مثل 210 تھی، اس کو اور تین اخماس کو جمع کریں تو (۲۱۰+۱۲۶=۳۳۶) جواب 336 آیا۔ یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے۔

فصل فی قسمة الترکات بین الورثة والغرماء

اذا کان بین التصحیح والترکة مباینة فاضرب سهام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکة ثم اقسم المبلغ علیٰ التصحیح مثاله بنتان وابوان والترکة سبعة دنانیر واذا کان بین التصحیح والترکة موافقة فاضرب سهام کل وارث من التصحیح فی وفق الترکة ثم اقسم المبلغ علی وفق التصحیح فالخارج نصیب ذلك الوارث فی الوجهین هذا لمعرفة نصیب کل فرد اما لمعرفة نصیب کل فریق منهم فاضرب ما کان لکل فریق من اصل المسألة فی وفق الترکة ثم اقسم المبلغ علی وفق المسألة ان کان بین الترکة والمسألة موافقة وان کان بینهما مباینة فاضرب فی کل الترکة ثم اقسم الحاصل علی جمیع المسألة فالخارج نصیب ذلك الفریق فی الوجهین اما فی قضاء الدیون فدین کل غریم بمنزلة سهام کل وارث فی العمل ومجموع الدیون بمنزلة التصحیح وان کان فی الترکة کسور فابسط الترکة والمسألة کلتیهما ای اجعلهما من جنس الکسر ثم قدم فیه ما رسمناه

ترجمہ

جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام کو جمیع ترکہ سے ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو ''تصحیح'' پر تقسیم کریں گے اس کی مثال دو بیٹیاں، ماں اور باپ اور ترکہ 7 دینار ہے۔ اور جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت ''توافق'' کی ہو تو تصحیح میں سے ہر فریق کے حصہ کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے، اس سے جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردیں گے، جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا دونوں وجہوں میں۔ یہ تو قانون ہے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا۔ ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو اصل مسئلہ سے حصہ حاصل ہوا اس کو ترکہ کے وفق

میں ضرب دیں اگرترکہ اورمسئلہ میں موافقت ہو۔ اوراگران کے درمیان نسبت تباین کی ہوتوکل ترکہ سے ضرب دیں اور جو جواب آئے اس کو جمیع مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں صورتوں میں متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا۔ اورقرضہ جات کی ادائیگی میں ہرقرض خواہ کے قرضہ کی حیثیت وارث کے سہام جیسی ہوگی۔ اورکل قرضہ جات کی حیثیت تصحیح جیسی ہوگی اوراگرترکہ میں کسریں ہوں توترکہ اورمسئلہ کو پھیلالیں یعنی ان دونوں کوکسر کی جنس سے کرلیاجائے پھر جیسے پیچھے قوانین بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق تقسیم وغیرہ کی جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم﴾

ترکہ اور تصحیح (وہ عدد جس سے سہام تقسیم کئے گئے خواہ اصل مسئلہ ہو یا عول ہو یا تصحیح) کے درمیان نسبت تماثل کی ہوگی یا نہیں اگر نسبت تماثل کی ہوگی تو پھر کام آسان ہے ہر ایک فریق کو ان کا حصہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور اگر نسبت تماثل کی نہیں ہے تو پھر تین حال سے خالی نہیں کہ یا تو نسبت تباین کی ہوگی یا توافق کی یا تداخل کی۔ تباین کی صورت میں ہر فرد کے سہام (جو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو جمیع ترکہ کے ساتھ ضرب دیں گے اور جو حاصل ضرب ہوگا اس کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں گے۔ اور اگر ترکہ و تصحیح میں نسبت توافق کی ہو تو ہر فرد کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں گے اور اگر نسبت تداخل کی ہو تو پھر بھی توافق والا عمل کریں گے۔

قولہ اذا کان بین التصحیح والترکۃ مباینۃ الخ

تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کا قانون

"ہر فریق کا وہ حصہ جو اس کو تصحیح سے ملا × کل ترکہ ÷ کل تصحیح = ہر فریق کا ترکہ سے حصہ"

یعنی ہر فریق کا جو حصہ تصحیح سے ملا ہے اس کو کل ترکہ سے ضرب دیں جو جواب آئے اس کو کل تصحیح پر تقسیم کریں جو جواب آئے وہ ہر فریق کا حصہ ہوگا۔

جیسے کہ کسی [illegible] نے زوج، ماں، [illegible] چھوڑیں [illegible] میں دو بہنوں کا [illegible] ماں کا سدس، اور زوج کا نصف ہے۔ [illegible] مسئلہ [illegible] ہے [illegible] اس میں چھوٹا مخرج [illegible] ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا [illegible] 3 سہام زوج کے [illegible] دو بہنوں کے 4 [illegible] (٨=٤+١+٣) عول [illegible] 8 [illegible] 25 [illegible] 25 (کل ترکہ) اور 8 (عول) کے درمیان تباین کی نسبت ہے۔

[illegible] ہر وارث کا حصہ [illegible] زوج کے سہام (3) کو ضرب دیں گے کل ترکہ (25) سے [illegible] تو حاصل ضرب 75 ہے

گا۔ پھر اس حاصل ضرب کو عول (7) پر تقسیم کردیں گے (۷۵÷۸=۹.۳۷۵) یعنی کہ نو دینار اور ایک دینار کے تین اثمان (ایک دینار کے اگر 8 حصے کئے جائیں تو ان 8 حصوں میں سے ''3'' تین اثمان کہلائیں گے) جواب آتا ہے۔ پچیس دیناروں سے شوہر کا یہی حصہ ہے۔ یونہی ماں کے حصہ (1 جو اس کو تصحیح سے ملا تھا) کو کل ترکہ سے ضرب دو (۲۵×۱=۲۵) تو جواب 25 آتا ہے۔ اب 25 کو کل تصحیح (8) پر تقسیم کردیں (۲۵÷۸=۳.۱۲۵) تو جواب 3 دینار اور ایک ثمن آئے گا۔ ماں کا یہی حصہ ہے۔

یونہی ہر بہن کے حصہ (2 جو ان کو تصحیح سے ملا تھا) کو ضرب دی کل ترکہ 25 کے ساتھ تو جواب (۲۵×۲=۵۰) پچاس آیا۔ اب اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا عول (8) پر تو جواب (۵۰÷۸=۶.۲۵) 6 دینار اور ایک ربع آیا۔ یہ ہر بہن کا حصہ ہے۔

اب ان تقسیم کردہ حصص کی پڑتال یوں کرتے ہیں کہ جتنے سہام ہر فریق کو دیئے ان کو جمع کر کے دیکھ لیں اگر حاصل جواب وہی آئے جس کو تقسیم کرنا شروع کیا تھا تو آپ کی تقسیم صحیح ہوگی۔ چنانچہ (9 دینار اور 3 اثمان + 3 دینار اور 1 ثمن + 6 دینار اور 1 ربع + 6 دینار اور ربع) = (۹+۳+۶+۶=۲۴ دینار، ۳ ثمن + ا ثمن + ربع + ربع = 1 دینار) = 24 دینار + 1 دینار = 25 دینار۔

اس پڑتال سے معلوم ہوا کہ تمام فریقوں کے سہام صحیح تقسیم ہوئے ہیں۔

قولہ واذا کان بین التصحیح والترکۃ موافقۃ الخ

تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق کا بیان اور یہی تداخل کا بھی ہے

''ہر فرد کا حصہ (جو ان کو تصحیح سے ملا) × ترکہ کا وفق ÷ تصحیح کا وفق = ہر فرد کا ترکہ سے حصہ''

یعنی ہر فرد کا وہ حصہ جو ان کو تصحیح سے ملا اس کو کل ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اس کا جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کریں جو جواب آئے گا وہ تصحیح میں سے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑ کر مری ہو، شوہر کا نصف، ماں کا سدس، اور دو بہنوں کا ثلثان، ایک ہی نوع کے حصص ہیں اور چھوٹا "سدس" ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا نصف (۳) شوہر کا سدس (1) ماں کا اور ثلثان (4) دو بہنوں کے (۲+۲=۴) اس طرح (۳+۱+۴=۸) عول ہو گیا 8 کی طرف۔

فرض کریں کہ کل ترکہ 50 دینار ہے 8 اور 50 میں توافق بالنصف کی نسبت ہے اس لئے شوہر کے سہام 3 کو ترکہ کے وفق 25 سے ضرب دی تو (۲۵×۳=۷۵) حاصل ضرب 75 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو تصحیح یعنی عول (8) کے وفق (4) پر تقسیم کیا تو (۷۵÷۴=۱۸.۷۵) 18 دینار اور 3 ربع جواب آیا۔ یہی حصہ شوہر کا ہے۔ یونہی ماں کے حصہ 1 کو ضرب دی کل ترکہ (50) کے ساتھ تو حاصل ضرب (۱×۵۰=۵۰) حاصل ضرب 50 آئے گا۔ پھر اس کو تصحیح (8) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 6 دینار اور ربع آیا یہ حصہ ہے ماں کا۔ اس تصحیح میں سے دو بہنوں کے دو، دو سہام تھے ان کو کل ترکہ (50) سے ضرب دی تو (۴×۵۰=۲۰۰) جواب 200 آیا۔ اس کو تصحیح (8) پر تقسیم کیا تو (۲۰۰÷۸=۲۵) تو 25 جواب آیا اور یہ حصہ ہے دو بہنوں کا پچاس دینار میں سے۔

اس تقسیم کی پڑتال کر لیں 18 دینار اور 3 ربع + 6 دینار اور 1 ربع + 25 دینار

=25 دینار + 18 دینار + 6 دینار + (3 ربع + 1 ربع = 1 دینار)

=50 دینار۔

قولہ فالخارج نصیب ذالک الوارث فی الوجھین الخ

مذکورہ دو قاعدے بیان کئے گئے ہیں ایک تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین والا اور دوسرا تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق والا دونوں قاعدے بیان کرنے کے بعد دونوں کے متعلق اکٹھا بیان کر دیا کہ اس طرح ضرب دینے سے جو جواب آئے گا اصل مسئلہ سے متعلقہ وارث کا وہی حصہ ہوگا۔ یعنی تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت تباین کی ہو یا توافق کی۔ جب مذکورہ قانون

کے مطابق ضرب اور تقسیم کی جائے گی تو جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا۔ ہم نے تباین کی مثال اس کے ساتھ الگ اور توافق اور تداخل کی مثال الگ بیان کر دی ہے۔

تداخل کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑ کر مرے تو شوہر کا نصف، ماں کا سدس اور دو بہنوں کا ثلثان ہے۔ یہ سب ایک ہی نوع کے حصص ہیں اور ان میں سے چھوٹا سدس ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ نصف (3) شوہر کو، سدس (1) ماں کو اور ثلثان (4) دو بہنوں کو (۲+۲=۴) دیئے۔ اس طرح (۳+۱+۴=۸) عول ہو گیا 8 کی طرف۔

فرض کریں کہ ترکہ 24 دینار ہیں اور تصحیح و ترکہ میں نسبت تداخل کی ہے یہاں پر اگر توافق دیکھیں تو سب سے بڑا عدد 4 ہے جو ان دونوں کو تقسیم کر سکتا ہے تو 24 کا وفق 6 ہوگا۔ شوہر کے سہام (3) کو ضرب دیں ترکہ کے وفق 6 کے ساتھ تو (۶×۳=۱۸) جواب 18 آیا۔ اس 18 کو تقسیم کریں تصحیح کے وفق (2) پر تو (۱۸÷۲=۹) جواب 9 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی ماں کے ایک سہم کو ضرب دیں 6 کے ساتھ تو (۶×۱=۶) جواب 6 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق (2) پر تقسیم کیا تو (۶÷۲=۳) جواب 3 آیا۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح ایک بہن کے حصہ (2) کو ضرب دی ترکہ کے وفق (6) کے ساتھ تو (۶×۲=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب حاصل ضرب کو تقسیم کیا تصحیح کے وفق (2) پر تو (۱۲÷۲=۶) حاصل تقسیم 6 ہوا۔ اسی طرح دوسری بہن کا حصہ بھی نکلے گا وہ بھی یقیناً 6 ہی ہوگا۔ یوں تمام افراد کو ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق ترکہ مل جائے گا۔

اب آخر میں اس تقسیم کی بھی پڑتال کر لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہماری تقسیم درست تھی پڑتال ـــــــ (۹+۳+۶+۶=۲۴)

نوٹ:

یہ تو طریقہ تھا اس صورت کے لئے کہ ترکہ میں کسر نہ ہو۔ اگر کسر ہو جیسا کہ ترکہ 25 دینار اور ثلث ہو تو اس کو تقسیم کرنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

صحیح اعداد × کسر کا مخرج +1 =کل ترکہ)، (تصحیح × کسر کا مخرج =کل تصحیح) اس کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔

(i) اگر تصحیح اور ترکہ میں توافق ہو تو ’’فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل ہوئے × ترکہ (جو کہ صحیح اعداد کو کسر کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) کا وفق ÷ تصحیح (جو کہ اصل تصحیح کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) کا وفق =مطلوبہ فرد کا حصہ‘‘

(ii) اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو ’’فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل ہوئے تھے × کل ترکہ (جو کہ صحیح اعداد اور کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) ÷ کل تصحیح (جو کہ کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) =مطلوبہ فرد کا حصہ‘‘

یعنی ایسی رقم جس میں کسر آ رہی ہو اس سے کسر کو الگ کر لیں، کسر کا مخرج دیکھیں کیا ہے؟ اگر کسر ثلث ہوئی تو اس کا مخرج 3 ہوگا اگر ربع ہوئی تو اس کا مخرج 4 ہوگا۔ اگر خمس ہوئی تو اس کا مخرج 5 ہوگا علیٰ ہذا القیاس جیسا کہ پیچھے مخرج کے باب میں گذرا۔ پھر بغیر کسر والی پوری رقم کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں جو جواب آئے اس میں کسر کو (یہاں یہ بات یاد رہے کہ کسر کو ایک پورا عدد کے طور پر) جمع کر دیں بلکہ یوں کہیں کہ حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں، اسی طرح جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی تھی اس کو بھی ترکہ کے کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں۔ اس طرح آپ کے پاس دو حاصل ضرب آ چکے ہیں ایک تو صحیح اعداد کو کسر کے مخرج سے جو ضرب دی تھی اس کا حاصل اور دوسرا وہ کہ جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح کی تھی اس کو ترکہ کی کسر کے مخرج سے ضرب دی تھی اس کا حاصل۔

اب جیسے سابقہ قاعدہ میں آپ نے پڑھا اسی طرح کریں، پہلے تو یہ دیکھیں کہ تصحیح کا جو حاصل ہے اس میں اور ترکہ کے حاصل میں نسبت کیا ہے؟ اگر توافق کی ہے تو ہر وارث کو جو حصہ تصحیح سے حاصل ہوا تھا اس کو ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور ما حصل کو تصحیح کے

وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا اور اگر تصحیح اور ترکہ میں تباین ہے تو پھر جس فرد کا حصہ معلوم کرنا مقصود ہے اس کے ان سہام کو جو اس کو تصحیح سے حاصل ہوئے ترکہ کے کل کے ساتھ ضرب دیں اور ما حصل کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا۔

مثال

جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں اگر ترکہ 25 دینار اور ثلث ہو تو پہلے صحیح اعداد (25) کو ضرب دیں گے کسر (ثلث) کے مخرج (3) کے ساتھ تو (۲۵×۳=۷۵) جواب 75 آئے گا۔ اس حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں گے تو (۷۵+۱=۷۶) جواب 76 آیا۔ چونکہ مسئلہ 6 سے بنا تھا اور عول ہوا تھا 8 کی طرف۔ تو 8 کو بھی کسر کے مخرج (3) سے ضرب دی تو (۸×۳=۲۴) حاصل ضرب 24 آیا۔ اب یوں سمجھیں گویا کہ ہمارے پاس کل ترکہ 76 سہام اور تصحیح 24 ہے۔ شوہر کے سہام 3 تھے ان کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو (۷۶×۳=۲۲۸) حاصل ضرب 228 آیا۔ اب اس 228 کو تقسیم کیا تصحیح (24) پر تو (۲۲۸÷۲۴=۹.۵) ”9 مکمل اور ایک آدھا“ جواب آیا یہی شوہر کا حصہ ہے۔ اسی طرح ماں کے ایک حصہ کو بھی ضرب دی 76 کے ساتھ تو (۷۶×۱=۷۶) جواب 76 آیا اب اس کو تقسیم کیا 24 پر تو (۷۶÷۲۴=۳.۱۶) تین مکمل اور ایک سدس۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح بہن کے دو سہام کو ضرب دی 76 سے تو (۷۶×۲=۱۵۲) حاصل ضرب 152 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا 24 پر تو (۱۵۲÷۲۴=۶.۳۳) 6 مکمل اور ایک ثلث جواب آیا۔ یہی حصہ ہے ایک بہن کا اسی طرح دوسری بہن کا بھی 6 اور ثلث حصہ ہوگا۔

پڑتال:

(9 اور نصف+3 اور 1 سدس+6 اور 1 ثلث+6 اور 1 ثلث)=

(24+ثلثان+سدس+نصف)=(24، ثلثان+ثلثان)=

(24+1+ثلث)=(25+ثلث)=کل ترکہ

تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ:

﴿تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کا بیان﴾

اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے، جو حصہ ملا اس کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا تصحیح میں سے حصہ ہوگا۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، چار عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دو ثلث (4 سہام) عینی بہنوں کے اور ثلث (2 سہام) اخیافی بہنوں کے ہونگے اس طرح (۳+۴+۲=۹) عول ہو جائے گا 9 کی طرف۔

اگر فرض کریں کہ کل ترکہ 30 دینار ہیں تو ترکہ اور تصحیح کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے۔ شوہر کے تصحیح میں سے 3 سہام تھے ان کو ترکہ (۳۰) کے وفق (۱۰) کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۱۰=۳۰) حاصل ضرب 30 آیا۔ اس 30 کو مسئلہ کے وفق (۳) پر تقسیم کیا تو جواب 10 آیا۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 30 میں سے۔ عینی بہنوں کے سہام اصل مسئلہ سے 4 تھے۔ ان کے سہام کو ضرب دی ترکہ کے وفق (10) کے ساتھ تو حاصل ضرب 40 آیا۔ پھر اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا مسئلہ (30) کے وفق (10) پر تو جواب 13 اور ایک ثلث آیا۔ یہ حصہ ہے چار عینی بہنوں کا تیس دیناروں میں سے۔ دو اخیافی بہنوں کے اصل مسئلہ میں سے 2 سہم تھے ان کو ترکہ (30) کے ثلث (10) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (20) آیا۔ اس کو تقسیم کیا مسئلہ کے ثلث پر تو حاصل تقسیم 6 اور دو ثلث آیا۔ یہ حصہ ہے دو اخیافی بہنوں کا ترکہ میں سے۔

نوٹ:

جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت تداخل کی ہو تو اس کے متعلق احکام نسبت توافق والے ہی ہیں اس لئے اس کو مصنف نے الگ بیان نہیں کیا ہے۔

تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کا بیان

اور اگر تصحیح و ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو جمیع تصحیح پر تقسیم کر دیں گے جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا حصہ ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر، چار عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دو ثلث (4 سہام) عینی بہنوں کے اور ایک ثلث (2 سہام) اخیافی بہنوں کے۔ اس طرح عول ہو جائے گا 9 کی طرف

فرض کریں کہ کل ترکہ 32 دینار ہیں تو تصحیح اور ترکہ میں نسبت ''تباین'' کی ہے۔ چنانچہ شوہر کے تصحیح سے حاصل شدہ سہام (3) کو جمیع ترکہ (32) سے ضرب دی تو حاصل ضرب 96 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمیع مسئلہ (9) پر تو حاصل تقسیم 10 اور دو ثلث آئے۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 32 دیناروں میں سے۔ عینی بہنوں کے چار سہام کو بھی جمیع ترکہ سے ضرب دی تو حاصل ضرب 128 آیا۔ اس کو جمیع مسئلہ (9) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 14 اور دو تُسع (1/9 ایک تُسع ہوتا ہے) اخیافی بہنوں کے دو سہام کو جمیع ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب 64 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمیع مسئلہ پر تو حاصل تقسیم 7 اور ایک تُسع آیا۔

قولہ واما فی قضاء الدیون الخ

قرض خواہوں کے درمیان وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ

اس کا بہت آسان طریقہ ہے وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کو ایک وارث کی طرح سمجھیں اور اس کا قرضہ ایسے سمجھیں جیسے وارث کے حصے میں سہام ہوتے ہیں اور تمام قرض خواہوں کا مجموعی قرضہ جو میت کے ذمہ تھا اس کو وراثت کی طرح سمجھیں اور وہی معاملہ کریں جو ورثاء کے ساتھ کیا تھا (یاد رہے کہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب میت نے اتنا مال نہ چھوڑا کہ تجہیز و تکفین کے بعد جو بچے وہ تمام قرض خواہوں کو پورا ہو سکے بلکہ قرضہ کی بہ نسبت

مال کم چھوڑا ہو، اگر تجہیز و تکفین کے بعد مال اتنا ہے کہ تمام قرض خواہوں کے قرضے ادا ہو سکتے ہیں تو پھر اس تقسیم وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

مثال

جیسا کہ کوئی شخص مرا، اس نے 9 دینار چھوڑے اور اس پر دو آدمیوں کا قرضہ تھا، ان میں سے ایک کے 10 دینار، دوسرے کے 5۔ ہم نے یوں کیا کہ دونوں کے قرضوں کو جمع کیا تو 15 دینار ہو گئے یہ سمجھو کہ تصحیح ہوگئی۔ اب 9 اور 15 میں نسبت دیکھی تو وہ توافق بالثلث کی تھی۔ اب اس طرح کیا کہ جس قرض خواہ کے 10 دینار قرضہ تھا اس کے دس کو ضرب دی 15 کے وفق 3 کے ساتھ تو (۱۰×۳=۳۰) حاصل ضرب 30 آیا۔ اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا تصحیح کے وفق (مجموع دیون کا وفق جو کہ 5 ہے) پر تو جواب (۳۰÷۵=۶) 6 آیا یہ حصہ اس قرض خواہ کو دیا جائے گا جس کا قرضہ 10 دینار تھا۔ اور جس کے 5 دینار قرضہ تھا جب اس کے 5 کو ہم نے ضرب دی ترکہ کے وفق (3) کے ساتھ تو (۵×۳=۱۵) جواب 15 آیا۔ پھر جب اس کو تصحیح کے وفق (5) پر تقسیم کیا تو (۱۵÷۵=۳) جواب 3 آئے گا یہی حصہ ہوگا اس قرضہ خواہ کا جس کا قرضہ 5 دینار تھا۔

تباین کی مثال

مثال مذکورہ مثال ہی میں اگر ترکہ 13 دینار فرض کریں۔ تو تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت تباین کی ہوئی، اب دس دیناروں والے کے 10 دیناروں کو ضرب دیں گے کل ترکہ (13) کے ساتھ تو (۱۰×۱۳=۱۳۰) حاصل ضرب 130 ہوگا۔ اس حاصل ضرب کو کل تصحیح پر تو (۱۳۰÷۱۵=۸.۶۶) جواب 8 اور 2 ثلث آئے گا۔ یہی حصہ [illegible] قرض خواہ کو جس کا قرض 10 دینار تھا۔ اور جس کا قرض 5 دینار تھا اس کے 5 [illegible] کے کل ترکہ (13) کے ساتھ تو (۱۳×۵=۶۵) حاصل ضرب 65 آئے گا [illegible] ضرب کو تقسیم کریں گے تصحیح (قرضوں کا مجموعہ جو کہ 15 ہے) پر تو (۶۵÷۱۵ [illegible]) جواب 4 اور ثلث آیا اس قرض خواہ کو یہ حصہ دیا جائے گا۔

پڑتال:

=8اور 2 ثلث+4اور 1 ثلث

=12 دینار+2 ثلث+1 ثلث

=12 دینار+(3 ثلث=1 دینار)

=(13) دینار

فصل فی التخارج

من صالح على شئ من التركة فاطرح سهامه من التصحيح ثم اقسم ما بقى من التركة على سهام الباقين كزوج وام وعم فصالح الزوج على ما فى ذمته من المهر وخرج من البين فتقسم باقى التركة بين الام والعم اثلاثا بقدر سهامهما سهمان للام سهم للعم او زوجة واربعة بنين فصالح احد البنين على شئ وخرج من البين فيقسم باقى التركة على خمسة وعشرين سهما للمرأة اربعة اسهم ولكل ابن سبعة

ترجمہ

”جو شخص کسی چیز پر صلح کر لے ترکہ سے تو تصحیح میں سے اس کے سہام ختم کر دیئے جائیں پھر بقیہ ترکہ باقی ماندہ ورثاء پر ان کے سہام کے مطابق تقسیم کر دیا جائے۔ جیسا کہ شوہر ماں اور چچا، تو شوہر نے صلح کر لی اس حق مہر پر جو اس کے ذمہ تھا اور ورثاء میں سے نکل گیا۔ تو باقی ترکہ ماں اور چچا کے درمیان ان کے سہام کے مطابق اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا۔ دو سہام ماں کے لئے اور ایک سہم چچا کے لئے۔ یا بیوی اور چار بیٹے ہوں ان میں سے ایک بیٹے نے کسی چیز پر صلح کر لی اور ورثاء میں سے نکل گیا تو باقی ترکہ پچیس سہام میں تقسیم کر کے چار سہم بیوی کو دیں گے اور ہر بیٹے کو سات سہام“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تخارج کا بیان

تخارج کا مطلب یہ ہے کہ تمام ورثاء کی رضا مندی سے کوئی ایک وراث کوئی چیز لے کر اپنے حصۂ وراثت سے دست بردار ہو جائے۔ ایسی صورت میں جب مسئلہ بنائیں گے تو اس کو ''وارث'' فرض کریں گے، پھر جب تقسیم کریں گے تو کل مال کو انہی حصص پر تقسیم کریں گے جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے مثلاً کوئی عورت، شوہر، ماں اور چچا چھوڑ کر مری، شوہر کہے کہ میرے ذمہ جو عورت کا مہر واجب تھا وہ مجھے معاف کر دیں اس کے بدلے میں اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تمام ورثاء بھی اس بات پر راضی ہو جائیں تو ایسا کرنا صحیح ہے اسی کا نام ''تخارج'' ہے۔ ورثاء میں چونکہ شوہر کا نصف اور ماں کا ثلث ہے اسلئے مسئلہ 6 سے بنا، جن میں سے 3 شوہر کے، 2 ماں کے اور ماقی یعنی 1 چچا کا ہے۔

اب اصل مسئلہ میں ماں کے 2 اور چچا کا 1 ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چچا کو ایک سہم ملے گا تو ماں کو دو، چچا کو دو ملیں گے تو ماں کو چار)۔ اس لئے اب کل ترکہ کے 3 حصے کر لئے جائیں گے جن میں 2 ماں کو اور ایک چچا کو دیں گے۔ جیسا کہ کسی نے 45 دینار چھوڑے، شوہر نے مہر پر صلح کر لی، اب ماں اور چچا کے درمیان یہ ترکہ تقسیم کرنا ہے تو یوں کریں گے کہ کل ترکہ کے 3 حصے کریں گے تو 15، 15 کے تین حصے ہو جائیں گے اب ان میں سے دو حصے (30 دیناز) ماں کو اور ایک حصہ (15 دینار) چچا کو دیئے جائیں گے۔

مسئلہ ۶ طرح ۳ ر د ۳

میت

شوہر	ماں	چچا
نصف	ثلث	ماقی
x	۲	۱

یونہی اگر کسی نے زوجہ اور 4 بیٹے چھوڑے ہوں تو چونکہ زوجہ کا ثمن ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنائیں گے، اس میں سے ایک حصہ زوجہ کا اور باقی سات حصے چار بیٹوں کے۔ ان میں سے ایک بیٹے نے اپنے حصہ پر صلح کر لی تو اس کا حصہ بھی ساقط کر کے دوسروں کے ساتھ شامل کریں گے اور ان کے کل سہام 25 بنائیں گے جن میں سے 4 بیوی کو اور بقیہ 21 تین

بیٹوں کے لئے ہونگے اس طرح کہ ہر بیٹے کے لئے سات سات سہام ہونگے۔

مسئلہ ۲۵

میت

بیوی	3 بیٹے
ثمن	مابقی
۴	۷+۷+۷=۲۱

باب الرد

الرد ضد العول مافضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا علی الزوجین وهو قول عامة الصحابة رضی الله تعالی عنهم وبه اخذاصحابنا رحمهم الله تعالی وقال زید بن ثابت رضی الله تعالی عنه الفاضل لبیت المال وبه اخذ مالك والشافعی رحمهما الله تعالی ثم مسائل الباب علی اقسام اربعة احدها ان یکون فی المسألة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من رؤسهم کمالوترك بنتین او اختین اوجدتین فاجعل المسألة من اثنین والثانی اذااجتمع فی المسئلة جنسان او ثلثة اجناس ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسألة من سهامهم اعنی من اثنین اذا کان فی المسألة سدسان او من ثلثة اذا کان فیها ثلث وسدس او من اربعة اذا کان فیها نصف وسدس او من خمسة اذا کان فیهاثلثان وسدس او نصف وسدسان اونصف وثلث والثالث ان یکون مع الاول من لایرد علیه فاعط فرض من لایرد علیه من اقل مخارجه فان استقام الباقی علی رؤس من یرد علیه فبها کزوج وثلث بنت وان لم یستقم فاضرب وفق رؤسهم الباقی کزوج وست بنات والا فاضرب کل رؤسهم فی مخرج فرض من لایرد علیه فالمبلغ تصحیح المسألة کزوج وخمس بنات والرابع ان یکون مع الثانی من لایرد علیه فاقسم مابقی من مخرج فرض من لایرد علیه علی مسألة من یرد علیه فان استقام فبها وهذافی صورة واحدة وهی ان یکون للزوجات الربع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجة واربع جدات وست اخوات لام وان لم یستقم فاضرب جمیع مسئلة من یرد علیه فی مخرج فرض من لا یرد علیه فالمبلغ مخرج فروض الفریقین کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات ثم اضرب سهام

من لایرد علیه فی مسئلة من یرد علیه وسهام من یرد علیه فیما بقی من مخرج فرض من لایرد علیه وان انکسر علی البعض فتصحیح المسائل بالاصول المذکورة

ترجمہ

ردعول کی ضد ہے، ذوی الفروض کے حصوں سے جو بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی حقدار نہ بچا ہو تو یہ ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق دوبارہ لوٹا دیا جائے گا۔ سوائے زوجین کے۔ یہی قول ہے عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اور اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ’’بیت المال‘‘ کے لئے ہے اور اسی کو امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے اختیار کیا ہے۔ پھر اس باب کے مسائل چار اقسام پر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسئلہ میں صرف ایک جنس ہو اور کوئی من لایرد علیہ موجود نہ ہو، تو دو سے مسئلہ بنائیں گے۔ جیسا کہ 2 بٹیاں یا 2 بہنیں یا 2 دادیاں چھوڑی ہوں۔ تو مسئلہ 2 سے بنائیں گے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب مسئلہ میں دو جنسیں یا تین اجناس جمع ہوں جن پر لوٹایا جاتا ہے جبکہ کوئی من لایرد علیہ موجود نہ ہو، تو مسئلہ ان کے سہام سے بنایا جائے گا۔ یعنی دو سے مسئلہ بنائیں گے جب کہ مسئلہ میں دو سدس ہوں یا تین سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں ایک ثلث اور ایک سدس ہو۔ یا 4 سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں نصف اور سدس ہو یا مسئلہ 5 سے بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں دو ثلث اور ایک سدس یا نصف اور دو سدس ہوں یا نصف اور ایک ثلث ہو۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ پہلے والوں کے ساتھ کوئی من لایرد علیہ موجود ہو تو من لایرد علیہم کو ان کا حصہ اقل مخارج سے دے دیا جائے گا۔ پھر باقی ماندہ سہام اگر من لایرد علیہم کے رؤس پر پورے پورے تقسیم ہو سکیں تو فبہا جیسا کہ شوہر اور تین بیٹیاں اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو رؤس کے وفق کو ضرب دیں من لایرد علیہم کے فرض کے مخرج میں اگر رؤس اور ماقی میں نسبت توافق کی ہو جیسا کہ شوہر اور چھ بیٹیاں ورنہ جمیع رؤس کو من لایرد علیہم کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں، جو

جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی، جیسا کہ شوہر اور پانچ بیٹیاں ۔ اور چوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے والوں کے ساتھ **من لایرد علیہم** موجود ہوں تو **من لایرد علیہم** کا حصہ نکالنے کے بعد مخرج سے. جو بچ رہے وہ ماقی پر تقسیم کریں اگر پورے پوزے تقسیم ہو جائیں تو فبھا اور یہ صرف ایک ہی صورت میں ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیویوں کے لئے ربع ہو اور باقی اہل الرد کے درمیان اثلاثا تقسیم کیا جائے جیسا کہ بیوی، چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں ۔ اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہوسکے تو **من یرد علیہم** کے جمیع مسئلہ کو **من لایرد علیہم** کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں فریقوں کے فروض کا مخرج ہوگا۔ جیسا کہ چار بیویاں، نو بیٹیاں اور چھ دادیاں پھر ضرب دیں **من لایرد علیہم** کے سہام کو **من یرد علیہم** کے مسئلہ میں اور **من یرد علیہم** کے سہام کو **من لایرد علیہم** کے فرض کے مخرج سے بچے ہوئے میں ضرب دیں گے اور اگر بعض پر سہام ٹوٹ جائیں تو مذکورہ اصول کے مطابق مسائل کی تصحیح کی جائے گی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب الرد

قولہ الرد ضد العول الخ

رد، عول کی ضد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سہام زیادہ ہو گئے اور ان کو لینے والے لوگ کم۔ یعنی کہ عول میں لینے والے زیادہ اور سہام کم ہوتے ہیں یہاں اس کا الٹ ہو گیا کہ سہام زیادہ ہیں اور لینے والے کم۔ چنانچہ اصحاب فرائض کو ان کے حصص دے دینے کے بعد جب کوئی عصبہ اور دوسرا وارث نہ ہو جس کو یہ مالِ وراثت دیا جائے تو اس بچے ہوئے مال کا کیا کیا جائے گا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جو بچ جائے وہ دوبارہ ''ذوی الفروض'' کو نہیں دیں گے بلکہ وہ ''بیت المال'' میں جمع کرا دیا جائے گا۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے اصحاب فرائض کے حصص نصِ صریح کے ساتھ بیان فرمائے ہیں لہٰذا ان پر اگر ہم اضافہ کریں گے تو یہ شرعی حدود کی خلاف ورزی ہوگی اور قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے:

من يعص الله ورسوله ويتعدحدوده يدخله ناراخالدافيها وله عذاب مهين

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے''[1] (ترجمہ کنزالایمان)

دوسری دلیل

جو مال زائد ہو اس کا کوئی مستحق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی اس کا مستحق ہوتا تو اس کو مل

---

[1] ..... النساء، 14

جاتا۔ اس کا بڑھ جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہے اور جس کا کوئی مستحق نہ ہو وہ ''بیت المال'' کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ کسی شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال ''بیت المال'' میں دے دیا جاتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب پورے مال کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ ''بیت المال'' میں دیا جاتا ہے تو جب بعض مال کوئی مستحق نہ ہوگا تو وہ بھی ''بیت المال'' میں ہی دیا جائے گا۔

احناف اور جمہور صحابہ کرام کا مذہب

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ مال دوبارہ اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا اور اس مرتبہ اصحاب فرائض میں سے زوج اور زوجہ کے علاوہ باقی سب کو ان کے حصہ کے مطابق دے دیں گے۔ یہی مسلک ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بھی یہی مذہب ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا[1] ہے:

والوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله ان الله بكل شیء علیم

''اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے'' (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی کہ میراث کے سلسلے میں رحم کی بنیاد پر الوالارحام میں سے بعض، بعض پر مقدم ہیں۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمیع میراث میں ''ذوی الارحام'' کا بھی حصہ ہے ان کو یہ مال بطور صلہ رحمی کے دیا جاتا ہے اور میراث کے سلسلہ میں جو آیات ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مقرر حصہ وراثت ہے جبکہ دونوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے ہم حتیٰ الامکان دونوں پر عمل کریں گے۔ اس لئے آیات میراث کی بناء پر ہم نے ان کو ان کا مقررہ حصہ دیا اور پھر جو بچ گیا وہ ان کو اولوالارحام والی آیت کے پیش نظر صلہ رحمی کے طور پر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ زوجین ذوی الارحام میں سے

---

[1] ......الانفال 75

نہیں ہیں اس لئے ان کو رد میں شامل نہیں کیا۔

دوسری دلیل

نبی اکرم ﷺ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کرنے کے لئے گئے تو حضرت سعد نے عرض کی: حضور ﷺ میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے جمیع مال کی وصیت کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کی: حضور! ﷺ کیا نصف مال کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے پھر بھی منع فرمایا۔ یہاں تک کہ جب حضرت سعد نے عرض کی حضور! ﷺ ثلثِ مال کی کر دوں؟ تو آپ نے فرمایا: ثلث بہتر ہے اور ثلث بہت ہے [۱]

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بیٹی جمیع مال کی وارث ہو جاتی ہے اور اس بات سے رسول اکرم ﷺ نے انکار بھی نہیں کیا

تیسری دلیل

حضرت سعد کو آقا علیہ السلام نے ''ثلث'' سے زائد کی وصیت کرنے سے منع کر دیا باوجودیکہ سوائے ایک بیٹی کے اور کوئی وارث بھی نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اگر نصف سے زائد کی **مستحق بالرد** نہ ہوتی تو حضرت سعد کے لئے **وصیت بالنصف** جائز ہوتا، لیکن آپ ﷺ نے **وصیت بالنصف** کو تو ان کے لئے جائز نہیں کیا، اس سے پتہ چلا کہ وہ لڑکی **مستحق بالرد** ہے اور یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ جو مال اصحاب فرائض سے بچ جائے اور اس کو لینے والا کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو وہ مال ان اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا۔

چوتھی دلیل

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاعنہ[۲] کے بیٹے کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ملاعنہ کو ان کے بیٹے کے جمیع مال کا وارث بنایا۔[۳]

---

[۱]...... بخاری، جلد 1، صفحہ 383، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۲]...... جس عورت پر اس کے شوہر نے زناء کی تہمت لگائی ہو، قاضی ان سے مخصوص شہادتیں لیتا ہے اس عورت کو ملاعنہ کہتے ہیں۔

[۳]...... سنن دارمی جلد 2، صفحہ 360 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کچھ حصہ تو اس کو بطور ذی فرض ملا اور باقی رد کے طور پر مل گیا اس کے علاوہ بیٹے کے جمیع مال کا وارث ہونے کی اور کوئی صورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح بقیہ اصحاب فرائض کو دوبارہ حصے دیئے جاتے ہیں اسی طرح زوجین کو بھی دیں گے اور کسی کو بھی محروم نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ارشاد فرماتے ہیں: تین اصحاب فرائض ایسے ہیں کہ جن کو دوبارہ تقسیم میں کچھ نہیں ملے گا۔

(i) زوج

(ii) زوجہ

(iii) دادی

قولہ ثم مسائل الباب علیٰ اقسام اربعة الخ

باب الرد کے مسائل

اس باب کے مسائل چار قسم کے ہیں اس لئے کہ مسئلہ میں موجود ورثہ جن پر مال رد کیا جارہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں کہ من یرد علیہم ایک جنس سے ہونگے یا متعدد اجناس سے۔ بصورت اول پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ورثاء میں کوئی من لا یرد علیہ ہے یا نہیں۔ بصورت اول تیسرا مسئلہ اور بصورت ثانی پہلا مسئلہ، یونہی بصورت ثانی بھی دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں کوئی من لا یرد علیہ موجود ہے یا نہیں بصورت اول چوتھا مسئلہ اور بصورت ثانی دوسرا۔ اس طرح کل چار مسائل ہوئے۔

(i) مسئلہ میں موجود ورثاء ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من لا یرد علیہ (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) نہ ہو

(ii) مسئلہ میں موجود ورثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) نہ ہو۔

(iii) مسئلہ میں موجود ورثاء ایک جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

(iv) مسئلہ میں موجود ورثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

پہلا مسئلہ

مسئلہ میں جنس ایک ہو اور کوئی **من لا یرد علیہ** نہ ہو۔

ایسی صورت میں اس جنس واحد کے جمیع رؤس کو دیکھیں گے کہ کتنے ہیں جتنے ان کے رؤس ہونگے اتنے سے مسئلہ بنائیں گے جیسا کہ میت نے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں ان کے سہام ایک جیسے ہیں۔ اور ان کی تعداد "2" ہے لہذا مسئلہ "2" سے بنائیں گے اور ایک ایک دونوں کو دے دیں گے۔ جیسا عصبات میں ہوتا ہے یعنی کوئی دو بیٹے یا دو بھائی چھوڑ کر مرا ہو تو مسئلہ "2" سے بنائیں گے اور دونوں کو ایک ایک دے دیں گے کیونکہ کوئی اور وارث تو موجود ہے نہیں جس کو مالِ وراثت دیا جائے گا۔ لینے والے یہی ہیں لہذا انہیں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے دو سے مسئلہ بنا کر ہر ایک کو ایک ایک دے دیا۔

مسئلہ۲
میت
2بیٹیاں یا 2دادیاں یا 2 بہنیں
۱+۱=۲ ، ۱+۱=۲ ، ۱+۱=۲

دوسرا مسئلہ

جب مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ اجناس جمع ہو جائیں اور ساتھ کوئی **من لا یرد علیہ** موجود نہ ہو، ایسی صورت میں مسئلہ **من یرد علیہ** کے سہام سے بنایا جائے گا یعنی کہ

مـن یـرد علیه کے کل سہام دیکھ لیں گے کہ کتنے ہیں سب کے مجموعے سے مسئلہ بنالیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مسئلہ میں دو سدس جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ دو سے بنے گا جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو، چونکہ دادی کا سدس، اور اخیافی بہن کا بھی سدس ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا ان میں سے ایک دادی اور ایک اخیافی بہن کا۔ چونکہ دونوں کے فرضی حصص برابر ہیں اسلئے اب جو بچا ہے وہ بھی ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا اس لئے بقیہ چار بھی ان پر برابر تقسیم کریں گے تو ان کو مزید 2،2 سہام مل جائیں گے، اس طرح ان کے کل سہام تین تین ہو گئے، تو کیوں نہ ہم آغاز ہی سے مسئلہ دو سے بنالیں تاکہ ان دونوں کو نصف نصف آجائے۔

مسئلہ ۶ رد ۲

میت

دادی	اخیافی بہن
سدس	سدس
1	1

اور اگر مسئلہ میں ثلث اور سدس ہوں تو مسئلہ 3 سے بنائیں گے جیسا کہ کسی نے ماں اور دو اخیافی بھائی چھوڑے اس میں ماں کا سدس اور دو اخیافی بھائیوں کا سدس ہے چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے اور اس میں سے ماں کو 1، اور دو اخیافی بھائیوں کو 2 سہام ملیں گے۔ کل سہام تین ہوئے۔ باقی بچے 3۔ اب یہ بھی ماں اور اخیافی بھائیوں کو ان کے سہام کے مطابق تقسیم کریں گے۔ ان کے سہام میں نسبت دو ایک کی ہے لہٰذا جس کے دو ہیں اس کو دو اور جس کا ایک ہے اس کو ایک دیں گے اب ماں کے پاس دو سدس یعنی کہ ثلث، اور بھائیوں کے پاس ثلثان ہے جب کہ ثلث اور ثلثان میں نسبت ایک اور دو کی ہے اور جہاں نسبت ایک اور دو کی ہو وہاں مسئلہ 3 سے حل ہوا کرتا ہے اس لئے ہم اول ہی سے کل سہام 3 کر لیتے ہیں، ان میں سے ایک ماں کو اور دو بھائیوں کو دے دیں گے۔

مسئلہ ٦ رد ٣

میت

ماں	2اخیافی بھائی
سدس	ثلث
١	٢

اوراگر مسئلہ میں نصف اور سدس ہوتوایسی صورت میں مسئلہ 4 سے بنائیں گے جیسا کہ کسی نے بیٹی اور پوتی چھوڑی ہو بیٹی کا نصف اور پوتی کا سدس تکملة للثلثین چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف جمع ہورہا ہے نوع ثانی کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ بیٹی کے 3 اور پوتی کا 1 سہم ہوگا۔ باقی بچے دو۔ نسبت تین اور ایک کی ہے اور جہاں نسبت تین اور ایک کی ہو وہاں مسئلہ 4 سے بنایا کرتے ہیں تا کہ ایک کو تین اور دوسرے کو ایک سہم مل سکے چنانچہ مسئلہ 4 سے بنایا۔ اس میں سے ایک پوتی کو اور تین بیٹی کو دیئے

مسئلہ ٦ رد ٤

میت

بیٹی	پوتی
نصف	سدس
٣	١

اوراگر مسئلہ میں ثلثان اور سدس، نصف اور سدسان یا نصف اور ثلث جمع ہورہے ہوں تو مسئلہ 5 سے بنائیں گے۔

ثلثان اور سدس کے جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دوبیٹیاں اور ماں چھوڑی ہو چونکہ مسئلہ میں سدس سب سے چھوٹا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے دوبیٹیوں کے لئے 4 اور ماں کے لئے 1۔ دونوں کے سہام میں نسبت ایک اور چار کی ہے اور جب نسبت ایک اور چار کی ہو تو مسئلہ 5 سے بنایا کرتے ہیں تا کہ اس میں سے 4 ایک کو اور 1 دوسرے کو مل جائے لہذا مسئلہ پانچ سے بنایا جس میں سے 4 دوبیٹیوں کو اور 1 ماں کو دیا۔

مسئلہ ۶ رد ۵

میت

ماں	2 بیٹیاں
سدس	ثلثان
1	4

نصف اور سدسان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیٹی، ایک اخیافی بہن اور ماں چھوڑی ہو۔ بیٹی کا نصف، اخیافی بہن کا سدس اور ماں کا سدس ہے۔ چونکہ مسئلہ میں ''سدس'' موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 بیٹی کے لئے، 1 اخیافی بہن کے لئے اور 1 ماں کے لئے۔ باقی بچا 1۔ چونکہ تینوں کے اصل سہام میں نسبت تین اور ایک، ایک (گویا کہ تین اور دو) کی ہے اس لئے مسئلہ 5 سے بنایا جس میں سے تین بیٹی کو اور ایک ایک ماں اور اخیافی بہن کو دیئے۔

مسئلہ ۶ رد ۵

میت

بیٹی	اخیافی بہن	ماں
نصف	سدس	سدس
3	1	1

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک عینی بہن اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو عینی بہن کا نصف، اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا۔ جس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیافی بہنوں کو دیئے، باقی بچا 1۔ یہ دونوں فریقوں میں دو اور تین کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں نسبت تین اور دو کی ہے اور جہاں نسبت 2 اور 3 کی ہو وہاں کل حصص پانچ بناتے ہیں تاکہ ایک فریق کو 3 اور دوسرے کو 2 حصے مل سکیں۔ چنانچہ ہم نے مسئلہ 5 سے بنایا اس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیافی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ ۶ رد ۵

میت

عینی بہن	2اخیافی بہنیں
نصف	ثلث
3	2

نوٹ:۔ مذکورہ مثالیں تو اس صورت کی ہیں کہ جتنے سے مسئلہ بنایا ہے وہ من یرد علیہ کے رؤوس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے اور اگر جس عدد سے مسئلہ بنایا گیا ہے وہ من یرد علیہ کے رؤوس پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا تو پھر ان پر تقسیم کرنے کے لئے سابقہ قانون کے مطابق عمل کریں گے یعنی کہ متاثرہ فریق کو دیکھیں گے کہ ایک ہے یا زیادہ، اگر ایک ہو تو اگر رؤوس وسہام میں نسبت ''توافق'' کی ہے تو رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے مسئلہ حل کریں گے اور اگر رؤوس وسہام میں نسبت تباین کی ہے تو پھر جمیع رؤوس کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ میں، جو حاصل ضرب ہوگا اس سے سہام تقسیم کریں گے۔

اور اگر متاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہوں تو پھر ان کے رؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر تداخل ہو تو سب سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو جواب آئے اس سے سہام تقسیم کریں۔ اور اگر نسبت توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس کو اگلے کے وفق میں ضرب دیں گے اگر اس فریق کے رؤوس اور اس کے سہام میں نسبت توافق کی ہو۔ ورنہ جمیع رؤوس سے ضرب دیں گے، یہاں سے جو جواب آئے اس کو اگلے فریق کے اس وفق میں ضرب دیں گے جو اس کے رؤوس اور سہام میں بنا تھا یہ صورت اس وقت ہے کہ اس فریق کے رؤوس اور سہام میں نسبت توافق کی ہو، اگر تباین کی ہو تو جمیع رؤوس سے ضرب دیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام فریقوں کے ساتھ کریں گے جب تمام کی ضربیں پوری ہو جائیں تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو یہاں سے جواب آئے گا اس سے سہام تقسیم کریں گے۔ سمجھانے کے لئے اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص ایک بیٹی اور تین پوتیاں چھوڑ کر مرا ہو تو بیٹی کا نصف اور پوتیوں

کے لئے سدس ہے۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اور پوتیوں کے لئے 1۔ چونکہ ان کے سہام میں نسبت 3 اور 1 کی ہے، اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اور تین پوتیوں کے لئے 1 سہم ہے۔ یہ ایک سہم تین پوتیوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا، چونکہ متاثرہ فریق صرف ایک اور اس فریق کے سہام (1) کی اس کے رؤس کے ساتھ نسبت "تباین" کی ہے، اس لئے جمیع رؤس کو اصل مسئلہ 4 سے ضرب دی تو (۱۲=۴×۳) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب بیٹی کے (3) سہام کو بھی 3 ہی سے ضرب دی تو (۹=۳×۳) حاصل ضرب 9 ہوا۔ تو بیٹی کو 9 سہام دیئے باقی بچے 3۔ اور پوتیوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۳=۳×۱) حاصل ضرب 3 ہوا۔ تو یہ پوتیوں کو ایک ایک کر کے دیں گے، اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ ۶ رد ۴ × ۳ = تصحیح ۱۲

میت

بیٹی	3 پوتیاں
نصف	سدس
۹=۳×۳	۱=۳÷۳=۳×۱

تیسرا مسئلہ

جب مسئلہ میں من یرد علیہ ایک جنس کے ہوں اور ساتھ کوئی من لایرد علیہ بھی موجود ہو، ایسی صورت میں من لایرد علیہ کو اس کے اقل مخارج سے حصہ دے کر فارغ کر دیں گے (اقل مخارج سے یہاں یہ مراد ہے کہ اگر من لایرد علیہ زوج ہے تو اس کا مخرج یا 2 ہوگا یا 4۔ اور اگر من لایرد علیہ زوجہ ہے تو اس کا اقل مخارج 4 یا 8 ہوگا چنانچہ وہ جس کا بھی مستحق ہو اس کو وہ دے کر فارغ کر دیا جائے گا) پھر اس کا حصہ نکالنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو سہام باقی بچے ہیں وہ من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فبہا ورنہ ان میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہوگی تو متاثرہ من یرد علیہ کے وفق کو ضرب دیں گے من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج میں

اور اگر نسبت تباین کی ہو تو **من یرد علیه** کے جمیع رؤس کو ضرب دیں گے **من لا یرد علیه** کے فرض کے مخرج میں جو جواب آئے اس سے سہام تقسیم کریں گے۔

مثال نمبر1

من لا یرد علیه کو اقل مخارج سے دے کر باقی ان کے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور تین بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو اس میں شوہر کا ''ربع'' اور تین بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہے اس میں اقل مخارج 4 ہے، لہذا اس میں سے شوہر کو ''ربع'' دیا۔ اصل مسئلہ میں سے اس کو نفی کر دیا، باقی بچے 3۔ یہ 3 تین بیٹیوں پر برابر تقسیم ہو جائیں گے ہر بیٹی کو ایک ایک سہم آئے گا اس طرح **من لا یرد علیه** کو دینے کے بعد باقی **من یرد علیه** کے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

مسئلہ ۴-۱=رد۳

میت

شوہر	3 بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	۳=۱+۱+۱

مثال نمبر2

من لا یرد علیه کا حصہ نکال کر باقی **من یرد علیه** پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان رؤس و باقی میں نسبت توافق کی ہے۔

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو شوہر کا ''ربع'' اور 6 بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہوگا، اس میں اقل مخرج 4 ہے۔ لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر شوہر کو اس کا حصہ (1) دے دیں گے باقی بچے 3۔ اب **من یرد علیه** پر باقی (3) پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ ان کے رؤس اور باقی میں نسبت ''توافق'' کی ہے اور 6 اور 3 متوافق بالثلث ہیں لہذا 6 کے وفق 2 کو ضرب دی **من لا یرد علیه** کے فرض (ربع) کے مخرج (۴) میں،

تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 ہوا۔ اب قانون کے مطابق شوہر کے سہم (1) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۱×۲=۲) حاصل ضرب 2 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (۳) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا، چنانچہ ہر بیٹی کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

مسئلہ ۴×۲=۸ تصحیح

میت

شوہر	6 بیٹیاں
ربع	ثلثان
۲	۶÷۶=۱

مثال نمبر 3

من لایرد علیہ کا حصہ نکال کر باقی **من یرد علیہ** پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا اور باقی اور رؤوس کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ شوہر کا ''ربع'' اور پانچ بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہے۔ ان کا اقل مخرج ''ربع'' ہے لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر **من لایرد علیہ** کا حصہ (1) نکالا تو باقی 3 بچے، تین سہام پانچ رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے جبکہ **من یرد علیہ** کے رؤوس (5) اور باقی (3) میں نسبت تباین کی ہے لہذا جمیع رؤوس (5) کو ضرب دی **من لایرد علیہ** کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کے ساتھ تو اس طرح (۵×۴=۲۰) حاصل ضرب 20 ہوا۔ اب چونکہ اصل مسئلہ کو ضرب دی 5 کے ساتھ اس لئے شوہر کے سہام (1) کو بھی اسی 5 سے ضرب دی تو (۱×۵=۵) حاصل ضرب 5 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (3) کو بھی ضرب دی 5 کے ساتھ تو (۳×۵=۱۵) حاصل ضرب 15 آیا۔ یہی حصہ پانچ بیٹیوں کا۔ اب اگر ہر بیٹی کا حصہ نکالنا ہو تو ان 15 کو تقسیم کردیں رؤوس (5) پر، چنانچہ 15 کو 5 پر تقسیم کیا تو (۱۵÷۵=۳) حاصل ضرب 3 آیا، معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ تین ہے (۳+۳+۳+۳+۳ = ۱۵) اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

مسئلہ ۴×۵=۲۰

میت

شوہر	5 بیٹیاں
ربع	ثلثان، رد
۱×۵=۵	۳×۵=۱۵

چوتھا مسئلہ

مسئلہ میں من یرد علیہ دو یا دو سے زیادہ جنس کے ہوں اور ساتھ کوئی من لا یرد علیہ بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں من لا یرد علیہ کا اقل مخرج سے حصہ نکال کر دیکھیں گے کہ باقی جو ہے وہ من یرد علیہ پر پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو کر دیں گے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو تو پھر من یرد علیہ کے جمیع مسئلہ کو من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس سے من لا یرد علیہ اور من یرد علیہ کے سہام تقسیم کریں گے۔

مثال نمبر 1

جب مسئلہ میں من لا یرد علیہ کا حصہ نکال کر باقی من یرد علیہ پر پورا پورا تقسیم ہو جائے جیسا کہ کوئی شخص بیوی، چار دادیاں اور 6 اخیافی بہنیں چھوڑ کر مرا ہو تو بیوی کا ربع، دادیوں کا سدس اور بہنوں کا ثلث ہے۔ ان میں اقل ''ربع'' ہے۔ اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا ان میں سے ایک بیوی کو ملا، باقی بچے 3۔ اور من یرد علیہ کے سہام میں نسبت دو اور ایک کی ہے کیونکہ دو سدس ہوں تو ایک ثلث بنتا ہے گویا کہ تین سدس تھے جن میں ایک سدس ایک طرف اور دو سدس ایک طرف۔ جس طرف دو سدس تھے وہ دو مل کر ایک ثلث ہو گئے، چونکہ دونوں سے سہام میں نسبت 1 اور 2 کی ہے اور جہاں ایسی نسبت ہو وہاں مسئلہ 3 سے بناتے ہیں تا کہ ایک کو 2 اور دوسرے کو 1 سہم مل جائے، چنانچہ بقیہ تین میں سے ایک ''سدس''

دادیوں کو اور دواخیافی بہنوں کو دے دیئے اس طرح تمام سہام ان کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

یہاں تک تو مسئلہ حل ہوگیا، لیکن دادیاں 4 ہیں، جبکہ ان کا سہم ایک، جو کہ چار پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے۔ ان کی تصحیح کے لئے پہلے ہم نے دیکھا کہ متاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہیں تو ان کے رؤوس میں نسبت دیکھی۔ دادیوں کے سہام پورے نہیں ہورہے اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت تباین کی ہے ہم نے ''جدات'' کے جمیع عدد رؤوس (4) کو محفوظ کرلیا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے تھے، جب کہ ان کے رؤوس اور سہام میں نسبت توافق بالنصف کی ہے۔ چنانچہ ان کے رؤوس کے وفق 3 کو محفوظ کرلیا۔ محفوظ شدہ اعداد ۴ اور ۳ ہیں اب ان محفوظ شدہ اعداد میں ہم نے نسبت دیکھی تو وہ ''تباین'' کی ہے۔ چنانچہ جمیع رؤوس کو جمیع سے ضرب دی تو (۱۲=۳×۴) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو **من لا یرد علیہ** کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کیساتھ ضرب دی تو (۴۸=۴×۱۲) حاصل ضرب 48 ہوا۔ اب اس سے تمام کے سہام تقسیم ہونگے۔

چنانچہ بیوی کا سہم ایک تھا اس کو بھی ضرب دی اسی عدد (12) کے ساتھ۔ تو (۱۲=۱×۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہی حصہ ہے بیوی کا۔ اور دادیوں کا بھی ایک ہی حصہ تھا اس کو بھی ضرب دی 12 سے تو (۱۲=۱×۱۲) یہاں بھی حاصل ضرب 12 آیا۔ یہی حصہ ہے دادیوں کا۔ (۱۲ = ۳ + ۳+۳+۳) ہر دادی کو تین تین سہام ملیں گے۔ یونہی 6 بہنوں کے 2 سہام کو بھی ضرب دی 12 سے تو (۲۴=۲×۱۲) حاصل ضرب 24 آیا۔ یہی حصہ ہے بہنوں کا (۲۴=۴+۴+۴+۴+۴+۴) ہر بہن کو 4 سہام ملیں گے۔

مسئلہ ۴×۱۲= تصحیح ۴۸

میت

بیوی	4 دادیاں	6 اخیافی بہنیں
ربع	سدس	ثلث
۱۲=۱۲×۱	۳=۴÷۱۲=۱۲×۱	۴=۶÷۲۴=۱۲×۲

مثال نمبر 2

جب باقی سہام من یرد علیہ کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں جیسا کہ کوئی چار بیویاں 9 بیٹیاں اور 6 دادیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ چار بیویوں کا ''ثمن'' 9 بیٹیوں کا ''ثلثان'' اور 6 دادیوں کا ''سدس'' ہے۔ اب قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بننا چاہئے۔ لیکن جیسا کہ پیچھے بھی ہم اقل مخرج ہی سے مسئلہ بناتے رہے ہیں اسی طرح یہاں بھی اقل مخرج سے مسئلہ بنائیں گے کیونکہ جس مسئلہ میں رد آ رہا ہو اس کو اقل مخرج ہی سے بناتے ہیں، چنانچہ اقل مخرج ''ثمن'' تھا اس لئے مسئلہ 8 سے بنایا۔ جس میں سے ایک ثمن بیویوں کا۔ اور باقی بچے 7۔ اب من یرد علیہ کے فریقوں کے سہام میں نسبت 4 اور 1 کی ہے، کیونکہ ایک فریق کا سدس ہے اور دوسرے کا ثلثان۔ اور سدس کو ڈبل کریں تو ثلث بنتا ہے اور ثلث کو ڈبل کریں تو ثلثان بنتا ہے جیسا کہ 1 کو ڈبل کریں تو 2 بنتا ہے اور 2 کو ڈبل کریں تو 4 بنتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کے سہام میں نسبت 4 اور 1 کی ہے اور جہاں نسبت 4 ور 1 کی ہو، وہاں مسئلہ 5 سے بنایا جاتا ہے تا کہ اس میں سے ایک کو 4 اور دوسرے کو 1 مل جائے، اور ویسے بھی یہاں پر ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہو رہا ہے اور پیچھے گزرا کہ جب مسئلہ میں ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ 5 سے بناتے ہیں لہذا مسئلہ 5 سے بنایا۔ اب باقی بچا ہے 7۔ یہ سات، پانچ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تو اب یوں کریں گے کہ من یرد علیہ کے جمیع مسئلہ (5) کو ضرب دیں گے من لایرد علیہ (بیوی) کے فرض (ثمن) کے مخرج (8) کے ساتھ۔ اس طرح (۸×۵=۴۰) حاصل ضرب 40 ہوا۔

اب چالیس سے دونوں فریقوں یعنی کہ من یرد علیہ اور من لایرد علیہ کے سہام تقسیم کئے جائیں گے، ان سہام کی تقسیم کے لئے سابقہ قانون کا سہارا لیں گے کہ من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج کو جس عدد سے ضرب دی ہے اسی عدد کے ساتھ تمام فریقوں کے سہام کو ضرب دیں گے جو جواب آئے وہی اس فریق کا حصہ ہو گا۔ چنانچہ بیویوں کا حصہ ایک تھا اس کو ضرب دی 5 کے ساتھ (کیونکہ اسی کے ساتھ ضرب دی تھی 8 کو)

تو (۱×۵=۵) حاصل ضرب 5 آیا۔ یہی حصہ ہے چار بیویوں کا۔ 40 میں سے 5 نکالے تو باقی 35 بچے یہ ہے حصہ من یرد علیہ کے جمیع فریقوں کا ان 35 کے پانچ حصے بنالو تو سات سات کے پانچ حصے بن جائیں گے (۳۵÷۵=۷) اب ان پانچ حصوں میں سے ایک حصہ (۷) دادیوں کو اور چار حصے (۲۸) 9 بیٹیوں کو دیں گے۔

یہاں تک یہ قانون مکمل ہوا ہے کہ تمام فریقوں کو اپنے اپنے سہام مل گئے لیکن ابھی ایک بات باقی ہے کہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ نہیں ملا۔ چنانچہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ دینے کے لئے سابقہ تصحیح کے قانون کا سہارا لینا پڑے گا، ہم نے دیکھا کہ نہ تو بیویوں پر ان کے سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں نہ دادیوں پر ان کے سہام اور نہ ہی بیٹیوں پر ان کے سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں۔ بیویوں کے سہام اور ان کے رؤس میں نسبت ''تباین'' کی ہے، اس لئے ان کے جمیع رؤس (۴) محفوظ کرلیا۔ بیٹیوں کے سہام بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے، جبکہ ان کے رؤس (۹) اور سہام (۲۷) میں بھی نسبت ''تباین'' کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمیع رؤس (۹) کو محفوظ کرلیا۔ یونہی دادیوں کے سہام (۷) بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے جب کہ اس فریق کے رؤس (۶) اور سہام (۷) کے درمیان بھی نسبت ''تباین'' کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمیع رؤس (۶) کو محفوظ کرلیا، اس طرح ہمارے پاس جمع شدہ اعداد (۴،۹،۶) ہوئے۔

اب ہم ان کے درمیان نسبتیں دیکھیں گے، چنانچہ 4 اور 6 کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے تو ہم نے 4 کے وفق (۲) کو ضرب دی دوسرے کے جمیع رؤس (۶) کے ساتھ تو (۶×۲=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب 12 اور 9 کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے اس حاصل ضرب 12 کو ضرب دی اس فریق کے رؤس (۹) کے وفق (۳) کے ساتھ تو (۱۲×۳=۳۶) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو ضرب دی اصل مسئلہ (۴۰) کے ساتھ تو (۳۶×۴۰=۱۴۴۰) حاصل ضرب 1440 ہوا۔ اس سے ہر فریق کے حصص تقسیم کئے جائیں گے۔

قانون کے مطابق تمام کے سہام کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے جس عدد

کے ساتھ اصل مسئلہ (۴۰) کو ضرب دی، چنانچہ بیویوں کے سہام چالیس میں سے پانچ تھے۔ اس 5 کو ضرب دی 36 کے ساتھ تو (۳۶x۵=۱۸۰) حاصل ضرب 180 آیا۔ یہ حصہ ہے بیویوں کا۔ اسطرح کہ ہر بیوی کو (۱۸۰÷۴=۴۵) 45 سہام ملیں گے۔ یوں (۴۵+۴۵+۴۵+۴۵=۱۸۰) تمام بیویوں کو ان کے سہام پورے پورے مل گئے۔ بیٹیوں کے 40 سہام میں سے 28 تھے ان کو بھی ضرب دی 36 کے ساتھ تو (۳۶x۲۸=۱۰۰۸) حاصل ضرب 1008 آیا۔ یہ 9 بیٹیوں کا حصہ ہے، اس طرح کہ ہر بیٹی کو (۱۰۰۸÷۹=۱۱۲) 112 سہام ملیں گے۔ دادیوں کے سہام 7 تھے، ان کو بھی 36 کے ساتھ ضرب دی تو (۳۶x۷=۲۵۲) تو حاصل ضرب 252 آیا۔ یہ حصہ ہے دادیوں کا۔ اس طرح کہ ہر دادی کو (۲۵۲÷۶=۴۲) 42 سہام ملیں گے۔ اس طریقے سے تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

آخر میں اس تقسیم کی اگر پڑتال کرنا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس میں ہم نے بیویوں کو 180۔ بیٹیوں کو 1008 اور دادیوں کو 252 سہام دیئے۔ اب ہم ان کو جمع کر کے دیکھتے ہیں کہ تقسیم صحیح ہوئی یا نہیں چنانچہ (۱۰۸+۱۰۰۸+۲۵۲=۱۴۴۰) سب کو جمع کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے جو تقسیم کی تھی وہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۸x۵=۴۰x۳۶=۱۴۴۰

میت

۴ بیویاں	۹ بیٹیاں	۶ دادیاں
ثمن	ثلثان	سدس
۱x۵=۵x۳۶=۱۸۰÷۴=۴۵	۲۸x۳۶=۱۰۰۸÷۹=۱۱۲	۷x۳۶=۲۵۲÷۶=۴۲

باب مقاسمة الجد

قال ابو بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه ومن تابعه من الصحابة بنوالاعيان وبنو العلات لايرثون مع الجد وهذاقول ابى حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه وبه يفتىٰ وقال زيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه يرثون مع الجد وهو قولهما وقول الشافعى رحمهما الله تعالىٰ وعند زيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه للجد مع بنى الاعيان وبنى العلات افضل الامرين من المقاسمة ومن ثلث جميع المال وتفسير المقاسمة ان يجعل الجد فى القسمة كاحدالاخوة وبنو العلات يدخلون فى القسمة مع بنى الاعيان اضرارا للجد فاذا اخذالجد نصيبه فبنوالعلات يخرجون من البين خائبين بغير شئ والباقى لبني الاعيانٰ الا اذا كانت من بنى الاعيان اٰخت واحدة فانها اذااخذت فرضها نصف الكل بعد نصيب الجد فان بقى شىء فلبنى العلات والا فلا شئ لهم كجد لاب وام واختين لاب فبقى للاختين لاب عشر المال وتصح من عشرين ولو كانت فى هذه المسألة اخت لاب لم يبق لها شئ وان اختلط بهم ذوسهم فللجد هنا افضل الامور الثلاثة بعد فرض ذى سهم اما المقاسمة كزوج وجد واخ واما ثلث مابقى كجد وجدة واخوين واخت واما سدس جميع المال كجد وجدة وبنت واخوين واذا كان ثلث الباقى خيرللجد وليس للباقى ثلث صحيح فاضرب مخرج الثلث فى اصل المسألة فان تركت جد او زوجا وبنتا واما واختا لاب وام او لاب فالسدس خير للجد وتعول المسئلة الىٰ ثلاثة عشر ولاشىء للاخت واعلم ان زيدبن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه لايجعل الاخت لاب وام او لاب صاحبة فرض مع الجد الافى المسئلة الاكدرية وهى زوج وام وجد واخت لاب وام او لاب فللزوج النصف وللام الثلث

وللجد السدس وللاخت النصف ثم يضم الجد نصيبه الى نصيب الاخت فيقسمان للذكر مثل حظ الانثيين لان المقاسمة خير للجد اصلها من ستة وتعول الى تسعة وتصح من سبعة وعشرين وسميت اكدرية لانها واقعة امرأة من بني اكدر وقال بعضهم سميت لانها كدرت على زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه مذهبه ولو كان مكان الاخت اخاو اختان فلاعول ولا اكدرية

ترجمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ان کے متبعین صحابہ کرام نے فرمایا: بنواعیان اور بنوعلات دادا کے ساتھ حصہ نہیں پاتے۔ یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ لوگ دادا کے ساتھ وراثت پاتے ہیں۔ صاحبین، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے لئے بنواعیان کے ساتھ اور بنوعلات کے ساتھ مقاسمہ اور جمیع مال کے ثلث (دونوں امور) میں سے جو بہتر ہو وہ ہے اور مقاسمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں ایک بھائی قرار دیں گے اور بنوعلات تقسیم میں بنواعیان کے ساتھ شریک ہونگے دادا کا حصہ کم کرنے کے لئے جب دادا اپنا حصہ لے لے گا تو بنوعلات بغیر کچھ لئے درمیان سے نکل جائیں گے۔ اور جو باقی ترکہ ہوگا وہ بنواعیان کے لئے ہوگا مگر جب کہ بنی اعیان میں ایک بہن ہو کیونکہ وہ اپنا فرضی حصہ کا نصف لے گی۔ دادا کے حصہ لینے کے بعد اگر کوئی چیز بچے تو وہ بنوعلات کے لئے ہوگی ورنہ ان کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ جیسا کہ دادا، عینی بہن، اور دو علاتی بہنیں۔ علاتی بہنوں کے لئے مال کا دسواں حصہ ہوگا اور 20 سے اس کی تصحیح ہوگی اور اگر اس مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو تو اس کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اگر ان میں کوئی ذی سہم شامل ہو تو دادا کے لئے ایسی صورت میں ذی سہم کا حصہ نکالنے کے بعد تین امور میں سے جو بہتر ہو، وہ ہوگا۔ یا تو مقاسمہ کیا جائے جیسا کہ شوہر، دادا

اور بھائی۔ یا ماقی کا ثلث دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن۔ یا جمیع مال کا سدس دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، بیٹی، اور دو بھائی۔ اور جب باقی کا ثلث بہتر ہو اور باقی کا ''صحیح ثلث'' بچتا نہ ہو تو ثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں۔ چنانچہ اگر کسی نے دادا، شوہر، ایک بیٹی، ماں، عینی بہن یا علاتی بہن چھوڑی ہو۔ تو دادا کے لئے سدس بہتر ہوگا اور مسئلہ 13 تک عول کر جائے گا اور بہن کے لئے کوئی چیز نہیں ہوگی اور یہ بھی جان لیجئے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عینی یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ مسئلہ اکدریہ کے علاوہ کہیں بھی ذی فرض نہیں بناتے اور وہ شوہر، ماں، دادی اور ایک عینی یا علاتی بہن ہے۔ شوہر کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث اور دادا کے لئے سدس ہوگا اور بہن کے لئے نصف پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا جائے گا اور للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اس کی اصل 6 سے ہے اور 9 کی طرف عول ہے اور اس کی تصحیح 27 سے ہے اور اس کو اکدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کا مذہب مکدر کر دیا تھا اور اگر بہن کی بجائے بھائی ہوتا یا دو بہنیں ہوتیں تو نہ عول ہوتا اور نہ اکدریت۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مقاسمة الجد

جب دادا کے ساتھ میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ان بہن بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں؟ اگر ملے گی تو کس قدر؟ اور دادا کو اس صورت میں کیا ملے گا؟ اس باب میں یہ تمام اختلافات ذکر کئے جائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

دادا کی موجودگی میں عینی بہن بھائیوں اور علاتی بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا بلکہ جس طرح یہ لوگ باپ کی وجہ سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہونگے اور وراثت میں حصہ نہیں پائیں گے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور کبار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جنہوں نے آپ کے اس مؤقف کی تائید کی ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن زبیر بن عوام بن خولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۱۰) حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳) قاضی شریح۔
(۱۴) حضرت عطاء۔
(۱۵) حضرت عروہ بن زبیر۔
(۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز۔
(۱۷) حضرت حسن بصری۔
(۱۸) حضرت عبداللہ ابن سیرین۔
(۱۹) حضرت قتادہ۔
(۲۰) حضرت جابر بن زید۔
(۲۱) حضرت عبادہ بن صامت۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ورحمھم اللہ تعالیٰ۔

صاحب کتاب کے نزدیک یہی قول مفتی بہ ہے۔ جبکہ مبسوط میں یہ ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔[1] یہی صحیح ہے۔

امام اعظم کی دلیل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اس نے بیٹے کے بیٹے کو بیٹا بنادیا لیکن باپ کے باپ کو باپ نہیں بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف اتصال اور قرب ایک ہی طرح کا ہے۔ لہذا جب دادا مر جائے تو بیٹے کا بیٹا، بیٹے کی جگہ آجاتا ہے اور بھائیوں کو محروم کر دیا جاتا ہے اسی طرح یوں بھی تو ہونا چاہئے کہ جب بیٹے کا بیٹا مر جائے تو باپ کا باپ، باپ کی جگہ آجائے تاکہ میت کے اخوات کو محروم کر سکے۔

صاحبین کا موقف

عینی اور علاتی بہن بھائی دادا کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔ جناب سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ

---

[1] کتاب المبسوط، جلد 29، صفحہ 205 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان۔

مؤقف ہے نیز حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

صاحبین کی دلیل

دادا کی دو مشابہتیں ہیں (جیسا کہ آگے آرہا ہے) اور دونوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ہم نے دادا کی، بھائیوں کے ساتھ مشابہت کا لحاظ کیا اور کہہ دیا کہ جب وہ مقاسمہ میں حصہ پائے گا تو ایک بھائی کے طور پر سمجھا جائے گا۔ اور چونکہ یہ ایک اعتبار سے باپ کے مثل ہے اس لئے اس کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے کہا کہ جس طرح باپ کی وجہ سے اخیافی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں اسی طرح دادا کے ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ محروم ہو جاتے ہیں۔

دادا کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ

دادا کے معاملہ میں اختلاف دراصل اس وجہ سے پیدا ہوا کہ دادا کے بارے میں احکام مختلف ہیں۔ بعض میں یہ بھائیوں کی مثل لگتا ہے اور بعض میں باپ کی مثل۔

دادا کی باپ کے ساتھ مشابہت

(i) باپ کی موجودگی میں اخیافی بھائی محروم ہوتے ہیں اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی اخیافی بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

(ii) باپ اگر صغیر یا صغیرہ کا نکاح کردے تو بالغ ہونے پر ان کو فسخ کا حق حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دادا ان کا نکاح کردے تو بھی ان کو فسخ کا حق نہیں رہتا۔

(iii) ظاہر الروایہ میں ہے کہ باپ کی موجودگی میں بھائی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی بھائیوں کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی۔

(iv) باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا تو قصاصاً باپ کو قتل نہیں کیا جاتا اسی طرح دادا کو بھی پوتے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا۔

(v) باپ کی بیوی بیٹے پر اور بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہے اسی طرح دادا کی بیوی پوتے پر اور پوتے کی بیوی دادا پر حرام ہے۔

(vi)باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں قبول نہیں اسی طرح دادا کی گواہی بھی پوتے کے حق میں قبول نہیں۔

(vii)باپ بیٹے کی کنیز سے صحبت کر کے اس پیدا ہونے والے بچے کو اپنی طرف منسوب کرے تو جائز ہے اور وہ کنیز باپ کی ام ولد بن جائے گی اسی طرح اگر دادا نے پوتے کی کنیز سے وطی کی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنی طرف منسوب کیا تو جائز ہے اور وہ کنیز دادا کی ''ام ولد'' بن جائے گی

(viii)باپ پر بیٹے کی زکوٰۃ جائز نہیں اسی طرح دادا پر پوتے کی زکوٰۃ جائز نہیں۔

(ix)باپ کو بیٹے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے اسی طرح دادا کو بھی پوتے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے[1]

بھائی کے ساتھ مشابہت

(i)اگر صغیر کا باپ نہ ہو بلکہ ماں اور بھائی ہو تو ماں اور بھائی پر اس کا نفقہ واجب ہے اور یہ وجوب اثلاثا ہوگا یعنی کہ جس قدر یہ لوگ وراثت کے مال کے حق دار ہیں اسی مقدار میں ان پر نفقہ واجب ہے۔ ماں کا حصہ ثلث ہوتا ہے اور ماقبی بھائی کا۔ اسی طرح دو تہائی نفقہ بھائی پر اور ایک تہائی ماں پر لازم ہے۔ یونہی اگر ماں اور دادا ہوں تو اس صغیر کا نفقہ ماں اور دادا پر اثلاثا ہوگا کیونکہ دادا پہلے تو ذی فرض کے طور پر اپنا فرضی حصہ (سدس) لے گا اور ماں کو اس کا حصہ ثلث دے کر ماقبی جو ہے وہ دادا بطور عصبہ لے گا۔ تو دادا کو دو تہائی ملا اور ماں کو ایک تہائی، اسی تناسب سے دونوں پر صغیر کا نفقہ واجب ہے چنانچہ دادا پر دو تہائی ہے جیسا کہ بھائی پر دو تہائی تھا اور ماں پر حسب سابق ایک تہائی۔

(ii)اگر بھائی تنگ دست ہو تو صغیر کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے اسی طرح دادا اگر تنگ دست ہے تو اس پر بھی صغیر کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔

(iii)صدقہ فطر، صغیر کی طرف سے بھائی پر واجب نہیں اسی طرح دادا پر بھی واجب نہیں ہے۔

---

[1] ..... کتاب المبسوط، جلد 29 صفحہ 203، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔

(iv) بھائی مسلمان ہوجائے تو اس کے صغیر بھائی کو تابعیت میں مسلمان نہیں سمجھا جاتا اسی طرح دادا مسلمان ہوجائے تو اس کی تابعیت میں پوتا مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔

(v) بھائی اپنے کسی بھتیجے کے نسب کا اقرار کرے کہ میرا بھتیجا ہے حالانکہ اس کا بھائی موجود ہو تو اس کا یہ اقرار اس کے بھائی کی موجودگی میں (جب کہ بھائی منکر ہو) نہیں مانا جائے گا اسی طرح اگر دادا کسی کے بارے میں اقرار کرے کہ وہ میرا پوتا ہے جب کہ اس کا باپ زندہ ہو (اور وہ اس سے منکر ہو) تو دادا کا یہ اقرار نہیں مانا جائے گا۔

دادا جب بہن بھائیوں کے ساتھ وارث بن رہا ہو تو اس کو کیا ملے گا اور کیا نہیں؟

اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے جب کہ اس کی مشابہتیں دوطرح کی موجود ہیں بعض اعتبارات سے بھائی کے ساتھ اور بعض اعتبارات سے باپ کے ساتھ۔ جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔ اس لئے فقہاء کا اس کے بارے میں شدید اختلاف ہوگیا کہ دادا کو کس کے ساتھ لاحق کریں چنانچہ

﴿1﴾ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح درج ذیل امور میں توقف کیا ہے اسی طرح دادا کی وراثت کی اس صورت میں بھی توقف فرمایا ہے۔

(الف) مسئلہ دہر میں توقف کیا اور فرمایا ”مجھے معلوم نہیں کہ دھر کیا ہے۔

(ب) ختنہ کرنے کے وقت کے بارے میں بھی آپ نے سکوت فرمایا۔

(ج) مشرکین کے بچوں کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے بھی سکوت فرمایا۔

(د) یزید کے ایمان وکفر کے متعلق بھی توقف فرمایا۔

﴿2﴾ بعض لوگوں نے دادا کے بارے میں فتویٰ کو ممتنع قرار دیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ ”مجھ سے ہر قسم کا سوال کرلو لیکن مسئلہ جد (دادا) کے بارے میں کوئی نہ پوچھے“ نیز یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہنم میں جانا چاہتا ہے وہ دادا کے مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر کردے۔

﴿3﴾ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غور کرلیا جائے کہ

{i} دادا تنگ دست اور بھائی اور بہنیں خوش حال ہیں۔

{ii} بہن و بھائی تنگ دست اور دادا خوشحال ہے۔

{iii} دونوں کا حال برابر ہے۔

اگر دادا تنگدست ہے تو پھر دادا کو وراثت دے دو اوران بہن بھائیوں کو کچھ نہ دو اوراگر بہن بھائی تنگ دست ہوں اور دادا خوشحال تو بہن بھائیوں کو دو اور دادا کو کچھ نہ دو۔ اوراگر سب کا حال برابر ہے تو پھر سب کو برابر تقسیم کردو۔

﴿4﴾ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دادا کے ''سدس'' کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اس لئے وہ ''سدس'' تو اس کو دے دو اور باقی سے دادا سے صلح یعنی تخارج کروالو۔

﴿5﴾ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو لیا ہے اور یہ قول ان کے علاوہ اور بھی تقریباً چودہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔ کیونکہ آپ کا مذہب بالکل واضح ہے اوراس سلسلہ میں آپ سے جو روایتیں ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے جبکہ حضرت عبیدہ السلمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دادا کے متعلق ستر کے قریب قصے سنے ہیں ان میں سے بعض ،بعض سے موافقت نہیں رکھتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے آپ نے پوچھا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس نے آقا علیہ السلام کو دادا کے متعلق فیصلہ فرماتے دیکھا ہو؟ تو ایک شخص کہنے لگا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادا کے بارے میں سدس کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون ورثاء تھے تو اس نے جواب دیا کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تجھے کچھ علم نہیں۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑا ہو کر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے دادا کے لئے ''ثلث'' کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون سے ورثاء تھے؟ اس نے بھی کہا: اس کا مجھے کچھ علم نہیں۔ آپ نے فرمایا: تجھے بھی کچھ علم نہیں۔ اسی طرح ایک نے ''نصف'' کی بات کی اور ایک نے

"جمیع مال" کی شہادت دی۔ پھر ایک مرتبہ صحابہ کرام کا دادا کے حصہ کے سلسلہ میں ایک گھر میں مشورہ ہو رہا تھا تا کہ دادا کے متعلق کوئی متفقہ رائے اختیار کی جائے، اچانک اس کمرہ کی چھت سے ایک سانپ گرا، تو سب لوگ وہاں سے نکل گئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم لوگ دادا کے متعلق ایک فیصلہ کرو۔[1]

دادا کے متعلق تقسیمِ حصص کی وجہ حصر

دادا تین حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہونگے یا صرف علاتی بہن بھائی ہونگے یا عینی بھی ہونگے اور علاتی بھی۔ اور ہر صورت میں ان کے ساتھ کوئی ذی سہم ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کل 6 اقسام بن گئیں۔

(۱) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔

(۲) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔

(۳) دادا کے ساتھ صرف علاتی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔

(۴) دادا کے ساتھ صرف علاتی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوی ذی فرض نہ ہو۔

(۵) دادا کے ساتھ علاتی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض ہو۔

(۶) دادا کے ساتھ علاتی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔

نوٹ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر تو متفق ہیں کہ دادا کے ساتھ عینی اور علاتی بہن بھائیوں کو حصہ ملے گا لیکن ان کو حصہ تقسیم کیسے کیا جائے گا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

مقاسمہ اس وقت تک کریں گے جب تک اس مقاسمہ کے ذریعے سے ملنے والا حصہ کل مال کے سدس سے زیادہ یا برابر ہو۔ اور اگر مقاسمہ کے ذریعے ملنے والا حصہ سدس

---

[1] ......سنن البیہقی الکبری، جلد 6 صفحہ 245، مطبوعہ مکتبہ دارالباز۔

سے کم ہوتو پھر مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ سدس ہی دیں گے کیونکہ دادا کا حصہ سدس سے کم نہیں ہوگا اس لئے جب دادا کے ساتھ دو تین یا چار عینی بھائی ہوں تو دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اور جب اس کے ساتھ پانچ بھائی ہوں تو مقاسمہ کرلیں یا سدس دے دیں دونوں طرح حصہ وہی ملے گا۔ اور اگر دادا کے ساتھ عینی بھائی 6 یا زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں اگر مقاسمہ کرتے ہیں تو دادا کا حصہ سدس سے بھی کم ہوجائے گا اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے سدس ہی ہوگا۔

(۲) نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو علات کو تقسیم میں ہی شمار نہیں کرتے لہذا اگر دادا کے ساتھ ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی ہو تو ایسی صورت میں دادا اور بھائی میں مقاسمہ ہوگا۔ دونوں کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا اور علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

(۳) آپ کے نزدیک دادا کے ساتھ بہنیں ہوں تو دادا ان کو عصبہ نہیں بنا سکتا بلکہ دادا کے ساتھ بہن ہو تو وہ ذی فرض بنے گی لہذا جب دادا کے ساتھ ایک عینی بہن ہو اور ایک علاتی بہن، تو عینی بہن کو نصف مال ملے گا اور علاتی بہن کو سدس تکملة للثلثين اور باقی دادا کو۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

(۱) جب دادا عینی یا علاتی بھائیوں کے ساتھ ہو تو مقاسمہ کریں گے اس وقت تک کہ مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ثلث کے برابر یا زائد ہو اور اگر ثلث سے کم ہو تو مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ کل مال کا ثلث دیں گے۔

(۲) بنو علات اولاً تو تقسیم میں بنی اعیان کے ساتھ داخل ہونگے جب حصص مقرر ہوجائیں گے تو یہ نکل جائیں گے کیونکہ یہ لوگ دادا کے لئے حاجب ہوتے ہیں لیکن اس حجب سے ان کو کچھ نہیں ملتا بلکہ دادا کا حصہ کم کرواکے یہ لوگ درمیان سے نکل جاتے ہیں اور دادا کے حصہ سے بچا ہوا مال ''بنی اعیان'' لے لیتے ہیں۔ کیونکہ ''بنو علات'' دادا کے ساتھ اس صورت میں وراثت پاتے ہیں جبکہ بنی اعیان نہ ہوں۔ اور بنی اعیان ہوں تو یہ محروم

ہوتے ہیں۔ تو جس کے ساتھ یہ حصہ پاتے ہیں ان کے ساتھ ان کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا اس لئے ہم نے دادا کے حق میں ان کی موجودگی کا اعتبار کیا۔ پھر جب دادا اپنا حصہ لے چکا تو اب عینی بھائی اور علاتی رہ گئے اور عینی کے ہوتے ہوئے علاتی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے حق میں ان کو ساقط مانا جائے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے ماں، ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی چھوڑا۔ اس صورت میں ماں کا سدس ہے۔ کیونکہ دو بھائی موجود ہوں تو وہ ماں کو ''ثلث'' سے ''سدس'' کی طرف محجوب کر دیتے ہیں کیونکہ جب یہ علاتی بھائی، عینی بھائیوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو وراثت پاتے ہیں اور جب یہ حصہ لیں گے تو یقیناً ماں کا حصہ کم ہو جائے گا، لیکن ماں کو ''ثلث'' سے ''سدس'' کی طرف محجوب کرنے کے بعد عینی بھائیوں سے خود محجوب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب دادا کے ساتھ ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی ہو تو ''مقاسمہ'' اور ''ثلث جمیع المال'' دونوں برابر ہیں کیونکہ اگر مقاسمہ کریں گے تب بھی تین ہی سے کریں گے جس میں سے ایک دادا کا اور باقی عینی بھائی کا اور علاتی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر یہیں پر علاتی بھائی کی بجائے علاتی بہن فرض کریں تو دادا کے لئے ''مقاسمہ'' بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 5 سے بنے گا، اس میں سے دادا کے لئے 2 اور باقی 3 عینی بھائی کے لئے اور علاتی بہن کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ''بنی اعیان'' میں صرف ایک ہی بہن ہو تو اس صورت مین وہ اپنا حصہ (نصف) وصول کر لے گی اور ''سدس'' تو دادا کو دے ہی دیا ہے اب اگر کچھ باقی بچے تو وہ علاتی بہن بھائیوں کو دے دیا جائے گا ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مؤقف

(۱) دادا کے لئے مقاسمہ کریں گے جب تک کہ اس مقاسمہ کے ذریعے ملنے والا مال ''ثلث مال'' کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ''ثلث'' سے کم ہے تو ''مقاسمہ'' نہیں کریں گے۔ (اس قول میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۲) جب بنی اعیان موجود ہوں تو مقاسمہ میں **بنی العلات** کو شمار نہیں کریں گے (اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۳) جب بہنیں اکیلی ہوں، ساتھ کوئی بھائی موجود نہ ہو، تو ''دادا'' ان کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ یہ بہنیں ذی فرض رہتی ہیں (اس میں بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

مقاسمہ کی تفصیل

جب دادا کے لئے وراثت تقسیم کریں گے تو اس کو اسی طرح حصہ دیں گے جیسے بہنوں کے ساتھ بھائی کو ملتا ہے یعنی کہ علاتی بہن بھائیوں اور دادا کو **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ یہ تقسیم تب کریں گے کہ اس کے لئے تقسیم بہتر ہو اور اگر اس کے لئے ''کل مال کا ثلث'' بہتر ہو تو ''کل مال کا ثلث'' دیں گے کیونکہ اگر اولاد ہو تو دادا کو ''سدس'' ملتا ہے اور جب اولاد نہ ہوگی بلکہ عینی بہنیں یا بھائی ہوں تو اس کا حصہ دگنا ہو جائے گا اور ''سدس'' کا دگنا ''ثلث'' ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ماں اور باپ کے درمیان مال تقسیم کیا جاتا ہے تو ماں کو ''ثلث'' اور باپ کو ''ثلثان'' ملتا ہے، یہ ماں اور باپ کا پہلا درجہ ہے۔ اور دادی، دادا ماں، باپ کے بعد والے یعنی کہ دوسرے درجہ کے وارث ہیں تو اس درجہ میں جب دادی ''سدس'' پاتی ہے تو دادا کو اس کا ڈبل ''ثلث'' ملنا چاہئے۔

مقاسمہ اور ثلث میں سے بہتر دادا کا حصہ ہے

جیسا کہ دادا کیساتھ ایک بھائی ہو تو دادا بذریعہ مقاسمہ نصف مال لے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے ''مقاسمہ'' ہی بہتر ہے کہ اس طرح اس کو ''نصف'' مل گیا اگر ''مقاسمہ'' نہ کریں بلکہ اس کا حصہ دیں تو وہ ''ثلث'' ہے اس طرح دادا کو حصہ جو ''ثلث'' ملا یہ اُس حصہ سے کم ہے جو اسکو ''مقاسمہ'' کے ذریعے ملا۔ کیونکہ ''نصف'' بڑا ہوتا ہے ''ثلث''

سے ۔ اور اگر دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو چاہے ''مقاسمہ'' کرلیں یا ''ثلث'' دے دیں دونوں برابر ہیں کیونکہ ''مقاسمہ'' کے ذریعے بھی تو اسے ''ثلث'' ہی ملے گا۔ اس لئے کہ یہاں دو بھائی اور ایک دادا ہے اور یہاں پر دادا بھی بھائیوں کی طرح سمجھا جاتا ہے چنانچہ کل مال کے تین حصے کیے جائیں گے، دو حصے دو بھائیوں کو اور ایک حصہ دادا کو دیں گے اور تین میں کا ایک حصہ ''ثلث'' ہی تو ہوتا ہے ۔ اور اگر ''مقاسمہ'' نہ کریں تو بھی دادا کو ''ثلث'' ہی ملے گا اس لئے کہا گیا کہ جب دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو ''مقاسمہ'' اور ''ثلث'' میں سے جو چاہیں کرلیں کہ دادا کے لئے دونوں مساوی ہیں ۔ اور اگر دادا کے ساتھ تین بھائی ہوں تو ایسی صورت میں دادا کے لئے ''ثلث'' بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں اگر ''مقاسمہ'' کرتے ہیں تو تین بھائی اور ایک دادا کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے ہمیں مال چار حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا جن میں سے تین حصے تین بھائیوں کو اور ایک حصہ جو کہ کل مال کا ربع یعنی کہ چوتھا حصہ (1/4) ہے دادا کو ملے گا، جبکہ ''مقاسمہ'' کی بجائے دادا کو اگر ''ثلث'' دیں تو اس کے حق میں بہتر ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے مال کا ''ثلث'' ہوگا۔

یونہی اگر دادا کے ساتھ دو یا تین بہنیں ہوں تو اس کے لئے مقاسمہ بہتر ہے کیونکہ دو بہنوں اور دادا میں حصہ تقسیم کرنا ہو تو کل چار حصے کرتے ہیں جن میں سے ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو اور دو حصے دادا کو ملیں گے چنانچہ اس طرح دادا کو نصف مل گیا جو کہ ثلث سے بہر حال بہتر ہے۔

اور اگر دادا اور تین بہنوں میں ترکہ تقسیم کرنا ہو تو کل پانچ حصے کریں گے جن میں سے تین حصے تین بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں بھی مقاسمہ ہی بہتر ہے، کیونکہ مقاسمہ کی بناء پر دادا کو دو اخماس ملے اور دو اخماس، ثلث سے زیادہ ہوا کرتے ہیں ۔ کیونکہ تیس کو اگر پانچ برابر حصوں میں تقسیم کریں تو 6، 6 کے پانچ حصے بن جائیں گے ۔ اور 6، تیس کا ایک خمس ہے ۔ اب دیکھیں 30 کا ثلث، 10 ہے ۔ اور دو اخماس 12 ۔ معلوم ہوا کہ دادا کو مقاسمہ کے ذریعے جو ''2 اخماس'' ملے وہ ''ثلث'' سے بہتر ہیں ۔

اور اگر دادا کے ساتھ 4 بہنیں ہوں تو مقاسمہ اور ثلث میں سے جو بھی دے دیں ٹھیک ہے کیونکہ جب چار بہنوں اور دادا میں مقاسمہ کریں گے۔ کل مال کے 6 حصے کریں گے جن میں سے چار حصے چار بہنوں کو دیں گے اور دو حصے دادا کو۔ اور "6" میں سے "2" ثلث ہوا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں چاہے "مقاسمہ" کرلیں اور چاہے "ثلث" دے دیں دونوں ہی برابر ہیں۔

اور اگر دادا کے ساتھ پانچ یا پانچ سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان تمام صورتوں میں دادا کے لئے "ثلث" ہی بہتر ہے۔ کیونکہ پانچ بہنوں اور دادا کے لئے جب تقسیم کریں گے تو کل مال کے 7 حصے بنائیں گے جن میں سے پانچ حصے پانچ بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں دادا کو دو سبع (2/7) ملے، جبکہ اگر "مقاسمہ" نہ کریں بلکہ "ثلث" دیں تو دادا کو زیادہ فائدہ ہے کیونکہ اس صورت میں دادا کو "2 سدس" ملیں گے جبکہ "مقاسمہ" کی صورت میں "2 سبع" (2/7) ملتے ہیں اور "2 سدس" (2/6) زیادہ ہیں "2 سبع" (2/7) سے۔ کیونکہ 21 کو اگر برابر سات حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین تین کے 7 حصے ہو جائیں گے۔ اس میں سے "3" اس کا سبع (ساتواں حصہ) ہے اور 2 سبع "6" ہونگے۔ جبکہ 21 کا ثلث یعنی کہ تیسرا حصہ "7" ہے۔ اور 7 یقیناً 6 سے بڑا ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے "ثلث" ہی بہتر ہے المختصر جن صورتوں میں دادا کے لئے "ثلث" بہتر ہوگا ان صورتوں میں دادا کو "ثلث" دیں گے اور جن صورتوں میں دادا کے لئے "مقاسمہ" بہتر ہوگا ان صورتوں دادا کو بہن بھائیوں کے ساتھ شریک کر کے تقسیم کریں گے۔

قوله الا اذا كانت من بنى الاعيان الخ

یہ استثناء یخرجون سے ہے یعنی کہ مذکورہ صورت میں تو "بنی علات" بغیر حصہ لئے ورثاء میں سے نکل جاتے ہیں لیکن درج ذیل صورت میں ان کو حصہ ملتا ہے۔

بنو اعیان کے ہوتے ہوئے بنو علات کے حصہ پانے کی ایک صورت

جب تقسیم کے لئے سہام بنائے جاتے ہیں تو اولاً بنو علات بھی شامل ہوتے ہیں

کیونکہ دادا سے یہ محجوب نہیں ہوتے پھر جب دادا اپنا حصہ وصول کر لیتا ہے تو اب یہ بنو اعیان سے محجوب ہو جاتے ہیں ہاں ایک صورت یہ ہے کہ بنی اعیان میں سے صرف ایک بہن ہو تو اس صورت میں جب دادا اپنا حصہ وصول کر لے گا تو یہ بہن اس کے بعد کل مال کا نصف بطور فرضی حصہ پائے گی۔ اس کے حصہ کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ ''بنو علات'' کو ملے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک دادا، ایک عینی بہن اور دو علاتی بہنیں چھوڑی ہوں۔ یہاں پر دادا کے لئے ''مقاسمہ'' بہتر ہے کیونکہ مسئلہ میں تین بہنیں اور ایک دادا ہے جو کہ بھائی کے قائم مقام ہوتا ہے، چنانچہ تقسیم کے لئے مال کے کل پانچ سہام بنائے، جس میں سے 2 دادا کو دیئے، باقی بچے 3۔ ایک عینی بہن کا حصہ ''کل مال کا نصف'' ہوتا ہے اور کل مال کا نصف ''اڑھائی'' بنتا ہے کیونکہ مسئلہ ''5'' سے بنایا تھا۔

مسئلہ میں چونکہ کسر آرہی ہے اس کو ختم کرنے کے لئے ہم نے اس بہن کے فرض (نصف) کے مخرج (۲) کو ضرب دی اصل مسئلہ (5) کے ساتھ، تو (۲×۵=۱۰) حاصل ضرب 10 آیا۔ دادا کے سہام (۲) کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ دادا کو 4 حصے دیئے۔ باقی بچے 6۔ ان میں سے کل مال کا نصف (۵ سہام) ایک بہن کو دیئے۔ ایک سہم بچ گیا جو کہ دو علاتی بہنوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کسر سے بچنے کے لئے علاتی بہنوں کے رؤس (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۰) کے ساتھ، تو (۱۰×۲=۲۰) حاصل ضرب 20 آیا۔ چنانچہ اب 20 سے مسئلہ حل کیا۔ دادا کے سہام 4 کو بھی اسی عدد سے ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 آئے گا، لہذا دادا کو 8 سہام ملے۔ اور کل مال کا نصف (۱۰) سہام ایک عینی بہن کو دیئے۔ باقی بچے 2۔ یہ دو علاتی بہنوں کو دے دیئے۔ اس طرح کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

اس مثال میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ''2 علاتی'' بہنوں کو کل مال کا عُشر (1/10) ملا ہے، کیونکہ جب مسئلہ 5 سے کیا تو دو سہام دادا کو دیئے

اوراڑھائی سہام، عینی بہن کو (جو کہ کل مال کا نصف ہے) دیئے۔ باقی آدھا بچا جو کہ دو علاتی بہنوں کو دینا ہے۔ جب آدھے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کریں گے تو ربع، ربع کے دو حصے بن جائیں گے۔ اور ایک حصے کا ربع، پانچ حصوں کا عشر ہوتا ہے۔

یہ تو اس صورت کی مثال تھی کہ عینی بہنوں سے کچھ بچ گیا جو کہ علاتی بہنوں کو دے دیا اور اگر علاتی بہنوں کے لئے کچھ بھی نہ بچے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔

بنواعیان کے ساتھ بنوعلات کے محروم ہونے کی مثال

اسی سابقہ مثال میں اگر 2 علاتی بہنوں کی بجائے صرف ایک بہن ہوتی تو اس کے لئے کچھ بھی نہ بچتا کیونکہ دادا اس صورت میں بطور مقاسمہ ''نصف'' لے لیتا کیونکہ ''مقاسمہ'' میں دادا بھائی کی طرح سمجھا جاتا ہے جب یہ دو بہنوں کے ساتھ ہوتا تو کل چار حصے کئے جاتے، جن میں سے دو حصے دادا لے لیتا جو کہ نصف ہے، اس نصف کے نکالنے کے بعد اب صرف ''نصف'' بچتا ہے، یہ نصف ''عینی بہن'' لے لیتی، تو کسی بھی چیز میں صرف دو ہی نصف ہوسکتے ہیں جن میں سے ایک دادا لے چکا اور دوسرا، عینی بہن۔ بنوعلات کے لئے کچھ بھی نہیں بچا اس لئے اس صورت میں ''بنوعلات'' محروم رہ جاتے ہیں۔

دادا کے ساتھ کوئی ذی سہم بھی ہو تو پھر دادا کے لئے تین امور میں سے جو بہتر ہو وہ دیا جائے گا (i) مقاسمہ (ii) کل مال کا سدس (iii) باقی کا ثلث۔

مقاسمہ کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو مسئلہ 2 سے بنے گا، کیونکہ ایک نوع میں سے نصف موجود ہے، ان دو میں سے ایک سہم شوہر کو ملے گا اور دوسرا سہم دادا اور بھائی کے لئے آدھا آدھا ہوگا۔ یہاں کسر واقع ہوگئی چنانچہ ان کے رؤس (۲) کو اصل مسئلہ (۲) کے ساتھ ضرب دی تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 ہوا۔ شوہر کے سہام (۱) کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کے کل سہام 2 ہوگئے۔ دادا کا ایک اور بھائی کا ایک۔ اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو کیا ملا؟ دادا کو کل مال کا ''ربع'' ملا۔ تو ''مقاسمہ'' کی بناء پر دادا کو کل مال

کا ربع مل گیا۔ جو کہ کل مال کے سدس اور ماقی (نصف) کے ثلث (کل کے سدس) سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں دادا کے لئے مقاسمہ ہی بہتر ہے۔

ثلث ماقی کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن چھوڑی ہو تو یہاں پر مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادی کے لئے سدس ہوگا۔ باقی بچے 5۔ پانچ کا ثلث نکالنا چاہا تو کسر آگئی چنانچہ اسی ثلث کے مخرج (3) کے ساتھ ضرب دی اصل مسئلہ (6) کو تو (٦×٣=١٨) حاصل ضرب 18 ہو گیا، قانون کے مطابق دادی کے ایک سہم کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو (١×٣=٣) حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ ہے دادی کا۔ 18 میں سے 3 دادی کے لئے نکالے تو باقی 15 بچے۔ تو اس 15 کا ثلث 5 ہے۔ یہ دادا کو دیا، باقی بچے 10 سہام، جو کہ دو بھائیوں اور ایک بہن کے لئے ہیں۔ چنانچہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر دونوں بھائیوں کو 4، 4 اور ایک بہن کو دو سہام دے دیئے۔ اس طرح تقسیم پوری ہو گئی۔ ہم نے کہا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے ''مقاسمہ'' سے ''ثلث ماقی'' بہتر ہے۔ کیونکہ اگر یہاں ''مقاسمہ'' فرض کریں تو مسئلہ وہی 6 سے بنے گا، جس میں سے دادی کا ایک، باقی بچتے 5۔ اب جبکہ دادا کے لئے مقاسمہ کرنا ہے تو یقیناً اس کو ایک بھائی کے طور پر لیں گے، اس طرح دو بھائی جو کہ چار بہنوں کے قائم مقام ہیں اور دادا 2 کے برابر ہے۔ اور ایک بہن خود موجود ہے۔ لہذا کل سات بہنیں بنتی ہیں۔ اس لئے مسئلہ 7 سے بنے گا جب کہ ہمارے پاس بچے ہوئے سہام 5 ہیں۔ جو کہ رؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ ان سہام اور رؤس میں نسبت تباین کی ہے اس لئے کل عدد رؤس کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو اس طرح (٦×٧=٤٢) حاصل ضرب 42 ہوا۔ جن میں سے سات سہام دادی کے لئے۔ باقی بچے 35۔ یہ دادا اور بہن بھائیوں میں یوں تقسیم ہوں گے کہ دادا سمیت ہر بھائی کے دس دس سہام اور بہن کے پانچ۔

اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو 42 میں سے 10 سہام حاصل ہوئے جب کہ

’’ثلث ماقی‘‘ میں دادا کو 18 میں 5 حصے (5/18) ملے تھے۔ اور اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ 18 میں سے 5 (5/18) افضل ہیں 42 میں سے 10 یعنی 5 میں سے 21 سہام سے۔ یونہی اس صورت میں ’’ثلث ماقی‘‘ سدس کل سے بھی بہتر ہے کیونکہ سدسِ کل کی صورت میں بھی مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادا اور دادی کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، باقی بچے 4، جو کہ ایک بہن اور دو بھائیوں کے لئے ہے۔ دو بھائی چونکہ 4 بہنوں کے مثل ہوتے ہیں اس لئے کل پانچ رؤوس ہوئے تو مسئلہ 5 سے بنانا پڑے گا، جبکہ ماقی 4 ہیں اور 4 اور 5 میں نسبت تباین کی ہے، چنانچہ جب عدد رؤوس 5 کو اصل مسئلہ 6 سے ضرب دی تو (۵×۶=۳۰) حاصل ضرب 30 ہوا۔ جس میں سے پانچ دادا کو اور پانچ دادی کو۔ باقی بچے 20، ان میں سے ہر بھائی کو 8، 8 اور بہن کو 4 ملیں گے۔ اس صورت میں غور کریں کہ دادا کو 30 میں سے پانچ ملے ہیں جبکہ مقاسمہ کی صورت میں دادا کو 18 میں سے 5 ملے تھے۔ اور یقیناً 18 میں سے 5 زیادہ حصہ ہے 30 میں سے 5 سے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں دادا کے لئے ’’مقاسمہ‘‘ اور ’’سدسِ جمیع مال‘‘ سے بہتر ’’ثلث ماقی‘‘ ہے۔

سدس جمیع مال بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، بیٹی اور دو بھائی چھوڑے ہوں۔ چونکہ مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہو رہے ہیں اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔ بیٹی کے لئے نصف ہے اور وہ 3 ہے۔ دادی کے لئے سدس اور وہ 1 ہے۔ باقی بچے 2 سہام۔ اب اگر دادا دو بھائیوں کے ساتھ مقاسمہ کرے تو اس کو ان دو کا ’’ثلث‘‘ ملے گا، کیونکہ تین بھائیوں میں تقسیم کے لئے تین سہام کرنے پڑتے ہیں اور ہر ایک کو ایک ملتا ہے جو کہ کل مال کا ’’ثلث‘‘ ہوتا ہے تو اس صورت میں دادا کے لئے اگر مقاسمہ کریں تو اس کو ماقی 2 کا ثلث ملے گا اور چونکہ دو کا ثلث نہیں ہوتا اس لئے ہم نے ثلث حاصل کرنے کے لئے ثلث کے مخرج 3 کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ، (۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آیا۔

اب قانون کے مطابق بیٹی کے تین سہام کو بھی ضرب دی جائے گی 3 کے ساتھ،

کیونکہ اصل مسئلہ کو 3 کے ساتھ ضرب دی ہے۔ چنانچہ بیٹی کے تین سہام کو تین سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 آیا۔ یہ حصہ ہے بیٹی کا۔ دادی کا ایک حصہ تھا اس کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ دادی کا ہے۔ باقی بچے 6 تو اس کے تین برابر حصے کیئے۔ ان میں سے ایک حصہ (جو کہ مابقی کا ثلث ہوگا) 2 ہے۔ چنانچہ دادا کو 2 سہام اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو دو سہام ملیں گے۔

اور اگر اس کو ''مابقی کا ثلث'' دیتے ہیں تو وہ بھی یہی صورت ہوگی کیونکہ بیٹی نصف لے لیگی اور سدس دادی۔ باقی بچیں گے 2۔ اور دو کا ثلث لینے کے لئے پھر اس کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ کے ساتھ تو (۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آئے گا۔ حسب سابق اس میں سے 9 حصے بیٹی کے، 3 دادی کے۔ باقی بچے 6۔ اور اس مابقی کا ثلث 2 ہے تو یہ دو سہام دادا کو دیئے اور ہر بھائی کو 2، 2۔

غور کریں دونوں صورتوں میں دادا کو جو ملا ہے وہ 18 میں سے 2۔ دوسرے لفظوں میں 9 میں سے 1 ملا ہے۔ اور اگر دادا کو سدسِ جمیع مال دیتے ہیں تو اس کو 6 میں سے ایک ملے گا اور یقیناً 1/6 بڑا ہوتا ہے 1/9 سے۔ معلوم ہوا کہ دادا کے لئے کل مال کا سدس ہی بہتر ہے۔

ایک اور مثال

جیسا کہ کسی عورت نے دادا، شوہر، بیٹی، ماں اور ایک عینی بہن یا اخیافی بہن چھوڑی ہو۔ تو چونکہ مسئلہ میں نصف، ربع اور سدس جمع ہو رہے ہیں اس لئے اصل مسئلہ 12 سے بنائیں گے، جس میں سے شوہر کا ربع (تین سہام) دادا کا سدس (۲ سہام) بیٹی کا نصف (۶ سہام) اور ماں کے (سدس) 2۔ اس طرح (۳+۲+۶+۲=۱۳) عول ہوگیا 13 کی طرف۔ اس صورت میں بہن کے لئے کچھ نہ ہوگا، کیونکہ وہ بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔ اور یونہی حضرت زید کے نزدیک دادا کے ساتھ بھی بہنیں عصبہ بنتی ہیں۔ اور ابھی ہم نے جو دادا کو سدس دیا وہ بطور عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض کے طور پر دیا تھا۔

اب رہا یہ امر کہ اس صورت میں دادا کے لئے جمیع مال کا سدس لینا زیادہ بہتر کیسے ہے؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ سدسِ جمیع مال کی صورت میں دادا کو 13 میں سے 2 ملیں گے اور اگر یہاں مقاسمہ فرض کریں تو جب شوہر نے 12 میں سے ربع (۳ سہام) لے لئے، بیٹی نے نصف (٦) لے لئے اور ماں نے سدس (۲ سہام) لے لئے۔ تو اب صرف ایک سہام باقی بچا ہے اور دادا اور بہنیں موجود ہیں جو کہ تین بہنوں کی طرح ہوئے تو ماقی کے 3 حصے ہونے چاہئیں، چنانچہ ثلث کے مخرج (۳) کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو (۱۲×۳=۳٦) حاصلِ ضرب 36 آیا۔ اب بیٹی کے 6 سہام کو بھی ضرب دیں گے 3 کیساتھ تو (٦×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آیا۔ یہ بیٹی کو دیا۔

یونہی شوہر کے تین سہام کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو (۳×۳=۹) حاصلِ ضرب 9 آیا۔ یہ دیا شوہر کو۔ اسی طرح ماں کے دو سہام کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۲=٦) حاصلِ ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ہے ماں کا۔ باقی بچے 3 سہام۔ جن میں سے 2 سہام دادا کو دیئے اور 1 سہم بہن کو۔

یونہی اگر دادا کو ''ماقی کا ثلث'' دیتے ہیں تو یہی صورت ہوگی کہ 12 سے مسئلہ کریں گے۔ 13 کی طرف عول ہو جائے گا۔ سب کے سہام نکالنے کے بعد 1 باقی بچے گا جس کا ثلث نہیں ہوتا، اس کا ثلث حاصل کرنے کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دیں گے 3 کے ساتھ بالکل حسب سابق مسئلہ 36 سے بن جائے گا جس میں سے تین باقی بچیں گے اور ماقی کا ثلث وہی ایک ہوگا جو کہ دادا کو ملے گا۔ آپ غور کریں دادا کو کل مال کا ''سدس'' دیا تو اس کو 13 میں سے 2 ملے یعنی کہ 2/13۔ اور مقاسمہ اور ''ماقی کے ثلث'' میں اس کو 36 میں سے 2 (یعنی 2/36 یعنی 1/13) مل رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ 2/13 بہتر ہے 2/36 (یعنی 1/13) سے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے سدسِ جمیع مال بہتر ہے۔

نوٹ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ہمیشہ عصبہ بناتے ہیں ذی فرض نہیں بناتے ۔ سوائے ایک مسئلہ کے ۔ اور وہ مسئلہ ہے ''اکدریہ'' کہ اس میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ذی فرض بناتے ہیں ۔

مسئلہ اکدریہ

جیسا کہ کسی نے دادا شوہر، ماں اور ایک عینی یا اخیافی بہن چھوڑی ہو۔ تو اس مسئلہ میں زوج کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث، دادا کے لئے سدس اور بہن کے لئے نصف حصہ ہے ۔ اب چونکہ نصف جمع ہو رہا ہے ثلث اور سدس کے ساتھ، اس لئے مسئلہ بنایا 6 سے ۔ 3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو، اس طرح (۳+۳+۱+۲=۹) عول ہوگیا 9 کی طرف ۔ چنانچہ مسئلہ 9 سے بنایا، جن میں سے 3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو دیئے ۔ اب دیکھیں کہ دادا کے سہام کتنے ہیں؟ اور بہن کے کتنے؟ دونوں کو جمع کرلیں چنانچہ دادا کے سہام (۱) اور بہن کے سہام (۳) کو جمع کیا تو حاصل جمع 4 ہوا ۔ یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کئے جائیں گے لیکن یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے کیونکہ دادا کو یہاں پر بھائی کی طرح حصہ ملتا ہے اور ایک بھائی دو بہنوں کی طرح ہوتا ہے اس طرح گویا کہ تین بہنیں ہوگئیں ۔ جبکہ سہام چار ہیں جو کہ تین رؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان سہام اور رؤس میں نسبت تباین کی ہے اس کسر کو ختم کرنے کے لئے ان رؤس کے جمیع مسئلہ (۳) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۹) کے ساتھ تو: (۳×۹=۲۷) حاصل ضرب 27 ہوا ۔

اب 27 سے تصحیح ہوگی ۔ چونکہ اصل مسئلہ سے شوہر کے تین سہام تھے اس لئے شوہر کے ان سہام کو بھی ضرب دی اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی، تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا ۔ یہ حصہ ہے شوہر کا ۔ دادا کا ایک سہم تھا اس کو بھی

3 سے ضرب دی تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 ہوا۔ یہ حصہ ہے دادا کا۔ بہن کے تین سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ بہن کا ہے۔ ماں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ماں کا ہے۔ اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے (۹+۳+۹+۶=۲۷) اس تقسیم میں دادا کے حصہ میں 3 سہام اور بہن کے حصہ میں 9 سہام آئے ہیں۔ ان دونوں کو جمع کریں تو (۳+۹=۱۲) حاصل جمع 12 ہوا۔ اب یہ 12 سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کریں گے تو دادا کو 8 اور بہن کو 4 آجائیں گے اس طرح ان کے سہام بھی بغیر کسی کسر کے پورے پورے تقسیم ہو گئے (۸+۴=۱۲)

سوال

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو کبھی تو ذی فرض بناتے ہیں جیسا کہ ابتداء میں جب مسئلہ بنایا تو بہن کو ذی فرض بنایا اور کبھی عصبہ بناتے ہیں جیسا کہ دادا کے ساتھ مقاسمہ کے وقت اس بہن کو عصبہ کر دیا۔ ایسا کیوں ہے؟ یا تو اس کو ابتداء میں بھی عصبہ بناتے۔ اور اگر شروع میں ذی فرض بنایا ہے تو تقسیم کے وقت بھی اس کو ذی فرض بناتے۔

جواب

یہاں پر حضرت زید نے ابتداءً بہن کو ذی فرض بنایا کہ وہ کہیں وراثت سے بالکلیہ ہی محروم نہ رہ جائے اور تقسیم کے وقت دادا کے ساتھ اس کو عصبہ بنایا تا کہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھ نہ جائے کیونکہ جب دادا کو بھائی کی طرح کرنا ہے تو پھر جو بہن بنے گی اس کا حصہ بھائی سے زیادہ تو نہیں ہو سکتا۔

سوال

پیچھے ایک مسئلہ گزرا ہے کہ جب کسی نے دادا، بیٹی اور عینی یا اخیافی بہن چھوڑی ہو تو وہاں پر آپ نے بہن کو ابتداءً ذی فرض کیوں نہیں بنایا وہاں تو آپ نے بہن کا بالکلیہ

محروم ہونا برداشت کرلیا لیکن مسئلہ اکدریہ میں یہ برداشت کیوں نہیں ہو رہا۔ سوال یہ ہے کہ سابقہ مسئلہ میں بھی بہن محروم ہو رہی تھی آپ نے اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے نہیں بچایا اور اس مسئلہ میں بھی بہن محروم ہو رہی تھی لیکن آپ نے فوراً اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے بچالیا۔ یہ فرق کیوں ہے؟

جواب

وہاں پر بہن کو ذی فرض بنانے سے مانع موجود تھا جب کہ یہاں پر کوئی مانع موجود نہیں ہے، وہاں پر بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ بنا کرتی ہے اس لئے جب اس کو بیٹی کے ساتھ عصبہ بنا دیا تو اب ذی فرض نہیں بنا سکتے جبکہ یہاں پر چونکہ بیٹی موجود نہیں ہے جو اس کو عصبہ بنائے اس لئے یہاں پر ہم نے بہن کو ابتداءً ذی فرض بنا کر بالکلیہ وراثت سے محروم ہونے سے بچالیا۔

اعتراض

آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں بھی تو مانع موجود ہے، کیونکہ دادا بھی تو عینی یا اخیافی بہنوں کو عصبہ بنا دیتا ہے تو جب یہاں پر بھی بہن کو عصبہ کرنے والا موجود ہے تو اس کے باوجود آپ نے بہن کو ذی فرض بنا دیا جبکہ سابقہ مسئلہ میں بھی صورت حال یہی تھی کہ بہن کو عصبہ بنانے کے لئے بیٹی موجود تھی لیکن آپ نے ذی فرض نہیں بنایا مانع تو دونوں جگہ پر موجود ہے آپ ایک جگہ پر مانع کو مانتے ہیں اور دوسری جگہ نہیں مانتے۔ کیوں؟

جواب

جو مثال آپ پیش کر رہے ہیں وہاں دو مانع موجود تھے ''بیٹی اور دادا'' جبکہ یہاں پر صرف ایک مانع (دادا) موجود ہے اور اس کے عصبہ کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے جبکہ سابقہ مسئلہ میں دادا کے ساتھ ساتھ بیٹی بھی موجود تھی جو کہ بالاتفاق بہنوں کو عصبہ کر دیتی

ہے اس لئے بیٹی کے ہوتے ہوئے ہم نے بہن کو ''عصبہ'' ہی کیا ''ذی فرض'' نہیں کیا۔ جب کہ صرف دادا کی موجودگی میں ہم نے بہن کو ''ذی فرض'' کر دیا کیونکہ دادا کا عصبہ کرنا مختلف فیہ ہے۔

نوٹ

اگر سابقہ مسئلہ (اکدریہ) میں بہن کی بجائے بھائی یا دو بہنیں ہوتیں تو مسئلہ میں نہ تو عول ہوتا اور نہ ہی اکدریت ہوتی، کیونکہ جب بہن کی جگہ بھائی ہوگا تو جمیع مال کا سدس دادا کے لئے بہتر ہوگا تو مسئلہ 6 سے بنا کر اس کو جمیع مال کا سدس (۱) دے دیا جائے گا۔ زوج کا حصہ نصف تھا، اس کو نصف (۳ سہام) دیئے۔ باقی بچے 2۔ ماں کا ثلث تھا۔ تو 6 کا ثلث 2 ہوتا ہے۔ یہ ماں کو دیئے تو عول کی ضرورت نہ پڑی۔ اور اس مسئلہ میں اکدریت بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ بھائی حضرت زید کے نزدیک بہر حال ''عصبہ'' ہی ہے اس لئے اس کو ذی فرض بنانے میں کسی کا بھی قول نہیں ہے، جب حضرت زید بھی اس کو عصبہ نہیں بناتے ہیں تو یہی تو اکدریت تھی کہ ایک مقام پر حضرت زید بہن کو ذی فرض بناتے ہیں اور دوسرے مقام پر عصبہ جب کہ اگر بہن کی جگہ بھائی ہو تو نہ حضرت زید کا ذہن اس کو ذی فرض بنانے کی طرف جائے اور نہ اکدریت پیدا ہو۔

مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ

(i) یہ واقعہ بنو اکدر قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا کہ وہ مر گئی تھی اور اس نے مذکورہ ورثاء چھوڑے، اس عورت کی وجہ سے اس مسئلہ کا نام مسئلہ اکدریہ ہو گیا۔

(ii) اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت زید پر ان کا اپنا مذہب خلط ملط ہو گیا کیونکہ وہ دادا کے ساتھ عینی اور اخیافی بہن بھائیوں کو عصبہ بناتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ نے ان کو عصبہ نہیں بنایا تو چونکہ اس مسئلہ نے حضرت زید پر ان کا مذہب مکدر کر دیا تھا اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

(iii) بنو اکدر کے قبیلہ کا ایک شخص وراثت میں حضرت زید کے مسلک کو بہت پسند کرتا تھا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس کو صحیح جواب نہ آیا تو اس مسئلہ کو اس شخص کے قبیلہ کی طرف منسوب کردیا گیا

(iv) کدر کا معنی ہے گدلا اور میلا ہونا چونکہ اہل فرائض پر یہ مسئلہ گدلا ہوگیا کہ دادا کے ساتھ بہن کو عصبہ بنائیں یا ذی فرض اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

(v) چونکہ دادا، بہن کے حصۂ وراثت کو گدلا کردیتا ہے اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

نوٹ

اس مسئلہ کو **مربعة الجماعة**، **مسئلہ غراء**، اور **مسئلہ غالبہ** بھی کہتے ہیں۔

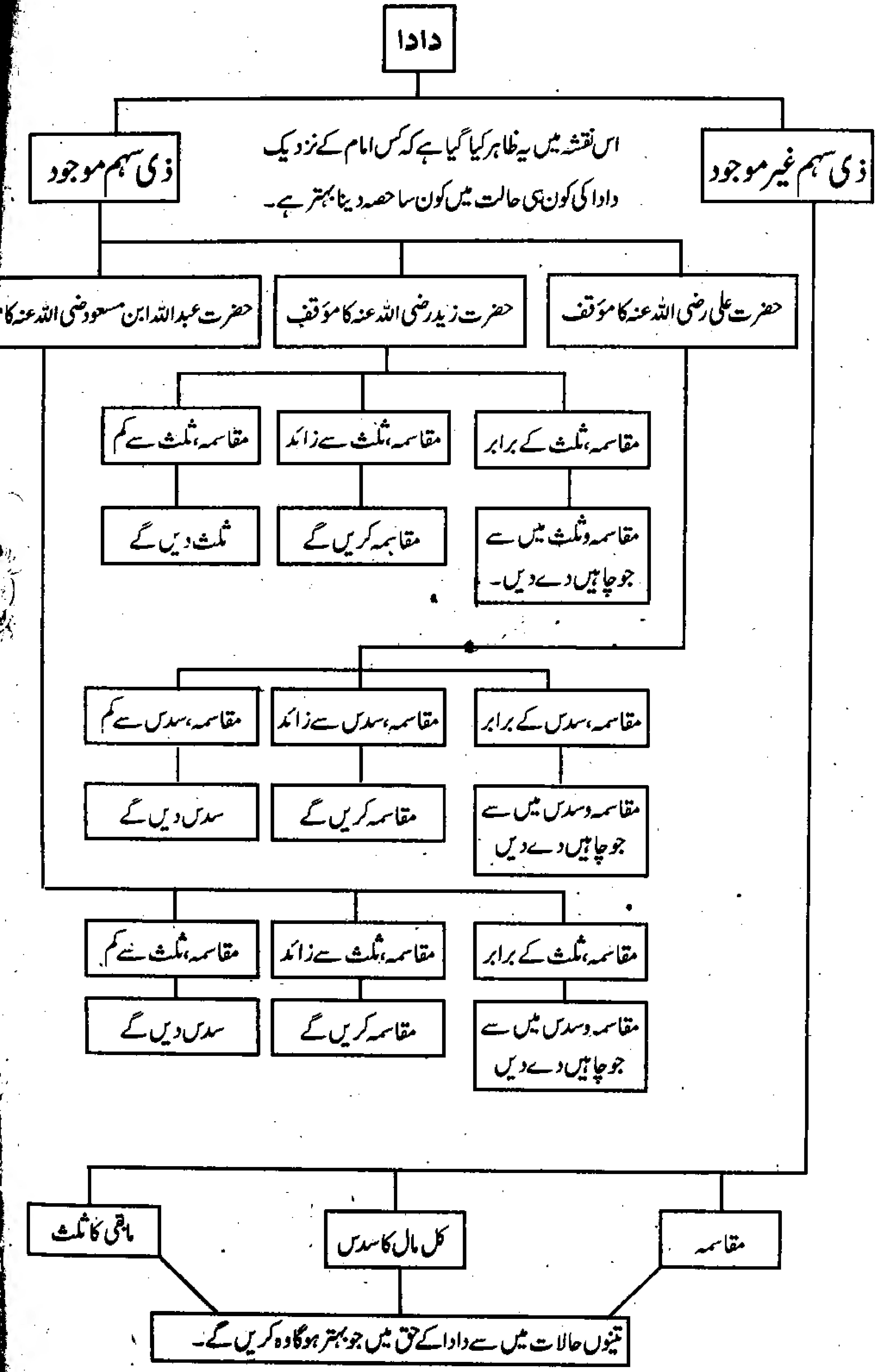
دادا
ذی سہم غیر موجود
ذی سہم موجود
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف
حضرت زید رضی اللہ عنہ کا موقف
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا
مقاسمہ، ثلث کے برابر
مقاسمہ، ثلث سے زائد
مقاسمہ، ثلث سے کم
مقاسمہ و ثلث میں سے جو چاہیں دے دیں۔
مقاسمہ کریں گے
ثلث دیں گے
مقاسمہ، سدس کے برابر
مقاسمہ، سدس سے زائد
مقاسمہ، سدس سے کم
مقاسمہ و سدس میں سے جو چاہیں دے دیں
مقاسمہ کریں گے
سدس دیں گے
مقاسمہ، ثلث کے برابر
مقاسمہ، ثلث سے زائد
مقاسمہ، ثلث نے کم
مقاسمہ و سدس میں سے جو چاہیں دے دیں
مقاسمہ کریں گے
سدس دیں گے
مقاسمہ
کل مال کا سدس
باقی کا ثلث
تینوں حالات میں سے دادا کے حق میں جو بہتر ہوگا وہ کریں گے۔

اس نقشہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کس امام کے نزدیک دادا کی کون سی حالت میں کون سا حصہ دینا بہتر ہے۔

باب المناسخة

ولو صار بعض الانصباء ميراثا قبل القسمة كزوج وبنت وام فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وابوين ثم ماتت البنت عن ابنين وبنت وجدة ثم ماتت الجدة عن زوج واخوين فالاصل فيه ان تصحح مسألة الميت الاول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح ثم تصحح مسألة الميت الثانى وتنظر بين ما فى يده من التصحيح الاول وبين التصحيح الثانى ثلثة احوال فان استقام ما فى يده من التصحيح الاول على الثانى فلاحاجة الى الضرب وان لم يستقم فانظران كان بينهما موافقة فاضرب وفق التصحيح الثانى فى التصحيح الاول وان كان بينهمامباينة فاضرب كل التصحيح الثانى فى كل التصحيح الاول فالمبلغ مخرج المسألتين فسهام ورثة الميت الاول تضرب فى المضروب اعنى فى التصحيح الثانى او فى وفقه وسهام ورثة الميت الثانى تضرب فى كل مافى يده او فى وفقه وان مات ثالث او رابع او خامس فاجعل المبلغ مقام الاولى والثالثة مقام الثانية فى العمل ثم فى الرابعة والخامسة كذالك غير النهاية

ترجمہ

اگر بعض حصص تقسیم سے پہلے ہی میراث بن جائیں، جیسا کہ شوہر، بیٹی اور ماں۔ پھر شوہر تقسیم سے پہلے مرجائے بیوی اور ماں باپ چھوڑکر، پھر بیٹی مرجائے دو بیٹے، بیٹی اور دادی چھوڑکر، پھر دادی مرجائے شوہر اور دو بھائی چھوڑکر، تو اس میں اصل یہ ہے کہ پہلی میت کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام اس کو دیئے جائیں گے پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ اس میت کے پاس تصحیح اول کا مافی الید اور تصحیح ثانی کے درمیان (کیا نسبت ہے؟ جب غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کے درمیان نسبتوں کے اعتبار سے) تین احوال ہونگے، اگر تصحیح اول کا مافی الید، تصحیح ثانی کے

برابر ہے تو کسی قسم کی ضرب وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور اگر برابر نہ ہو تو دیکھیں اگر ان کے درمیان موافقت ہے تو تصحیح ثانی کے وفق کو تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں اور اگر ان کے درمیان تباین ہو تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں مسئلوں میں مخرج ہوگا پھر میت اول کے ورثاء کے سہام کو مضروب کے ساتھ یعنی تصحیح ثانی کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور میت ثانی کے ورثاء کو کل مافی الید کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں گے۔ اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں وارث مرجائے تو مبلغ کو مسئلہ اولیٰ کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عمل میں تیسرے مسئلہ کو مسئلہ ثانیہ کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اور پھر چوتھے مسئلہ میں بھی اسی طرح، پھر پانچویں مسئلہ میں بھی اسی طرح۔ اسی طرح الی غیر نہایہ (تصحیح کی جائے گی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ المناسخۃ الخ

مناسخہ کا لغوی معنی

مناسخہ "نسخ" سے ماخوذ ہے، یہ باب مفاعلہ سے یا تو اسم فاعل ہے یا اسم مفعول۔ جس کے مختلف معانی درج ذیل ہیں۔

(۱) نسخ کا ایک معنیٰ "ازالہ" ہے، جب سورج کی دھوپ پڑے تو کہا جاتا ہے "نسخت الشمس الظل" (سورج نے سایہ زائل کر دیا)

(۲) یونہی نسخ کا معنیٰ "تغییر" بھی ہے جب ہوائیں کسی چیز کی نشانیاں مٹا دیں تو کہا جاتا ہے "نسخت الریح اثار الدیار" (ہوا نے شہروں کے نشانات مٹا دیئے)۔

(۳) نسخ کا ایک معنیٰ "نقل" بھی آتا ہے جب کسی کتاب سے اس کا مفہوم نقل کر کے لکھا جائے تو کہا جاتا ہے "نسخت الکتاب" (جو کچھ کتاب میں ہے اس کو نقل کر لیا گیا)

مناسخہ کا اصطلاحی معنی

انتقال نصیب بعض الورثہ بموتہ قبل القسمۃ الیٰ من یرث منہ

اصطلاحِ اہل فرائض میں "کسی وارث کے قبل از تقسیم مرنے کی وجہ سے اس کے حصہ کا اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جانا" مناسخہ کہلاتا ہے۔

مناسخہ کی تفصیل

اگر میت کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کے ورثاء میں سے کوئی مر جائے تو دیکھیں گے کہ اس میتِ ثانی کے ورثاء وہی ہیں جو میتِ اول کے ورثاء تھے یا فرق ہے اگر دونوں کے ورثاء ایک ہی ہیں تو پھر یہ دیکھیں گے کہ ان ورثاء کے حصص میں فرق ہے یا نہیں؟ (یعنی اگر میتِ اول کی وراثت پا رہے ہوں تو کچھ سہام اور میت ثانی کی وراثت پا رہے ہوں تو کچھ اور سہام ملیں گے یا ایسا نہیں ہے۔) اگر تغیر واقع نہیں ہو رہا تو پھر میتِ اول کے لئے جو تصحیح بنائی ہے اسی میں سے سہام تقسیم کر دیں گے اور فوت شدہ کو یوں سمجھیں گے کہ

گویا کہ وہ تھا ہی نہیں۔

اگر ورثاء میں فرق ہے تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ میتِ ثانی کو میتِ اول سے جو سہام ملے ہیں ان سہام کی نسبت اس کے ورثاء کے مسئلہ کے ساتھ تماثل کی ہے توافق کی ہے یا تباین کی؟ اگر تماثل کی ہو تو ٹھیک ہے اسی طرح تقسیم کر دیں اور اگر "توافق" کی ہے تو پھر میتِ ثانی کے ورثاء کے مسئلہ کے وفق کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سہام نکال لئے جائیں اور اگر نسبت "تباین" کی ہو تو میتِ ثانی کے جمیع مسئلہ کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سہام نکال لئے جائیں۔

میت اول اور ثانی کے ورثاء اور ان کے سہام ایک ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک ہی عورت سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ ان چار بیٹیوں میں سے ایک فوت ہوگئی اور اس بیٹی کا ان بہن بھائیوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہے تو چونکہ دونوں میتوں کے ورثاء بھی ایک ہی ہیں اور ان کے سہام میں بھی فرق نہیں ہے اس لئے جمیع ترکہ، اس فوت شدہ کو چھوڑ کر باقی موجود ورثہ میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہو جائے گا تو یہاں پر الگ سے کسی اور تصحیح کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ مسئلہ 11 سے کریں گے جس میں سے 4 بھائیوں کے لئے 8 سہام۔ ہر بھائی کو 2،2۔ اور تین بہنوں کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

میت اول اور ثانی ورثاء ایک لیکن ان کے سہام الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کوئی شخص فوت ہوا اور اس نے ورثاء میں ایک بیٹا ایک عورت سے اور تین بیٹیاں دوسری عورت سے چھوڑیں پھر قبل از تقسیم کوئی ایک بیٹی مرگئی اور اس نے ورثہ میں یہی ایک علاتی بھائی اور دو عینی بہنیں چھوڑیں اب ان میں غور کریں، تینوں میتِ اول کے بطور عصبہ وارث ہیں کیونکہ یہ سب بیٹے، بیٹیاں ہیں۔ اور میتِ ثانی کے لئے یہ عصبات نہیں ہیں بلکہ بہنیں ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے "ثلثان" لیں گی اور ماقی علاتی بھائی کے لئے۔ دیکھا آپ نے! ورثاء تو اگرچہ دونوں کے ایک ہی ہیں لیکن پہلی میت کی تصحیح میں یہ

بطور عصبہ حصہ پا رہے ہیں جس کی بناء پر لڑکے کو دونوں لڑکیوں کے برابر حصہ مل رہا تھا اور ہر بیٹی کو اس سے نصف مل رہا تھا اور میتِ ثانی کے مسئلہ سے بہنوں کو اس بھائی سے ڈبل مل رہا ہے اور ہر بہن کو بھائی کے برابر مل رہا ہے۔

میت اول اور ثانی کے ورثاء الگ الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت (زینب) نے شوہر (زید) بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑی۔ پھر تقسیم سے پہلے ہی زوج (زید) مر گیا اور اس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ) اور ماں (رحیمہ) باپ (عمرو) چھوڑے۔ پھر بیٹی (کریمہ) بھی تقسیم سے پہلے مر گئی اور اس نے دو بیٹے (خالد، عبداللہ)، ایک بیٹی (رقیہ) اور نانی (فاطمہ) چھوڑی (یہ اس عورت کی ماں ہے جس کا سب سے پہلے انتقال ہوا یعنی کہ زینب کی) پھر یہ نانی بھی قبل از تقسیم فوت ہو گئی اور اس نے ورثاء میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے۔

اس میں اولاً میتِ اول کی تصحیح کریں گے اور سابقہ قوانین کے مطابق اس کے ورثاء کو سہام دیں گے پھر میت ثانی کی تصحیح بھی سابقہ قوانین کے مطابق کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس میتِ ثانی کو میتِ اول کی تصحیح سے جو سہام ملے تھے اس کی نسبت اس تصحیح ثانی کے ساتھ تماثل کی ہے، توافق کی یا تباین کی۔ اگر نسبت تماثل کی ہو یعنی کہ میت اول کی تصحیح سے جو اس کو حصہ ملا تھا وہ اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے تو پھر کسی دیگر ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تصحیح اول اصل مسئلہ کے قائم مقام ہو گی اور تصحیح ثانی بمنزلہ رؤس کے ہو گی اور میت ثانی کے ہاتھ میں میتِ اول سے ملے ہوئے جو سہام ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اصل مسئلہ سے کسی فریق کے سہام ہوتے ہیں پس میت ثانی کا مافی الید (جو کچھ میت کے ہاتھ میں موجود ہے) اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہونے کی صورت میں وہی پہلی تصحیح ہی دونوں کے سہام تقسیم کرنے کے لئے کافی ہو گی۔

تماثل کی مثال

جیسا کہ کسی (سلیمہ) نے شوہر (زید)، بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑی ہو

اورتقسیم سے پہلے شوہر(زید) مرگیا اوراس نے ورثاء میں بیوی(حلیمہ) ،ماں(رحیمہ) اورباپ(عمرو) چھوڑے ہوں۔ تومیتِ اول(سلیمہ) کے ورثاء میں شوہر(زید) کاربع ، بیٹی(کریمہ) کا نصف اورماں(عظیمہ) کا سدس ہے۔ چونکہ مسئلہ میں ربع جمع ہورہا ہے نوع ثانی کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 12 سے بنایا۔ ان 12 میں سے 3 شوہر کے، 6 بیٹی کے اور 2 ماں کے۔ اس طرح کل سہام (۳+۶+۲=۱۱) 11 ہوئے۔ ایک باقی بچ گیا اورکوئی وارث موجودنہیں ہے جس کو یہ باقی ماندہ 1 دیا جائے۔ اس لئے یہ ایک بھی انہیں پر رد کیا جائے گا، ردکرنے کے لئے ہم نے اولاً من لایردعلیہ(شوہرزید) کواقل مخرج (۴) میں سے ایک سہم دے دیا، باقی 3 بچے اورورثاء میں ایک بیٹی(کریمہ) اورماں(رحیمہ) ہے۔ جن کے سہام کی نسبت 3 اور 1 کی ہے ۔ جہاں یہ نسبت پائی جائے وہاں مسئلہ 4 سے بنا کرتا ہے تاکہ اس میں سے تین بھی نکل سکے اورایک بھی ۔ چنانچہ مسئلہ تو 4 سے بنا چاہئے لیکن ماقی 3 ہے۔ جوکہ 4 پرپوراپوراتقسیم نہیں ہورہا اوران میں نسبت تباین کی ہے اس لئے من یردعلیہ کے جمیع مسئلہ کو من لایردعلیہ کے فرض (ربع) کےمخرج(۴) سےضرب دی تو(۴×۴=۱۶) حاصل ضرب 16 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی اس لئے زوج(زید) کے سہام (۱) کوبھی ضرب دی (۴) کے ساتھ تو(۱×۴=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ یہ حصہ ہےشوہر(زید) کا۔ باقی بچے 12۔ اوربیٹی (کریمہ)اورماں (عظیمہ) کےسہام میں نسبت ایک اورتین کی تھی اس لئے 12 کوایک اورتین میں تقسیم کرنے کے لئے 4 حصوں میں تقسیم کیا توتین تین کے چار حصے بن گئے ان میں سے تین حصے(۹سہام) بیٹی(کریمہ) کو، اورایک حصہ(۳سہام) ماں(عظیمہ) کودیئے۔

زید بھی تقسیم سے پہلے فوت ہوگیا جس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ) ،باپ (عمرو) اورماں (رحیمہ) چھوڑی، ان میں بیوی(حلیمہ) کاربع اورماں (رحیمہ) کا ''ماقی کا ثلث'' ہےاورباپ (عمرو) کے لئے ''ماقی'' کیونکہ وہ عصبہ ہے چنانچہ زیدکو جو 4 سہام میتِ اول (سلیمہ) کی وراثت سے ملے تھے ان 4 میں سے ایک بیوی(حلیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 3۔

ماں (رحیمہ) کے لئے "مابقی کا ثلث" ہے اس لئے تین کا ثلث (۱) ماں (رحیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 2۔ یہ باپ (عمرو) کے لئے ہے، کیونکہ وہ عصبہ ہے جو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہو مال لے لیتا ہے اس لئے باپ (عمرو) کو بقیہ 2 سہام دے دیئے۔ اس طرح میت اول (سلیمہ) کے لئے جو تصحیح کی تھی اسی میں سے میتِ ثانی (زید) کے ورثاء کی بھی تصحیح ہوگئی کیونکہ اس میں میت کو تصحیح اول سے جو کچھ ملا تھا وہ اس کے ورثاء پر پورا پورا تقسیم ہوگیا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ (مذکورہ مسئلہ میں) میت اول (سلیمہ) کے ورثاء میں سے زینب کی بیٹی (کریمہ) قبل از تقسیم مر گئی اور اس نے ایک بیٹی (رقیہ) دو بیٹے (خالد، عبداللہ) اور ایک دادی (عظیمہ) چھوڑی۔ دادی (عظیمہ) کا حصہ سدس اور باقی بیٹی (کریمہ) اور بیٹوں (خالد، عبداللہ) میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا۔ چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔ اب ہم نے کریمہ کو میتِ اول سے ملا ہوا حصہ اور اس کے ورثاء کے مسئلہ میں نسبت دیکھی تو "توافق" کی تھی۔ کیونکہ کریمہ کا حصہ میتِ اول سے 9 تھا۔ 9 اور 6 میں توافق بالثلث کی نسبت ہے چنانچہ قانون کے مطابق تصحیح ثانی کے وفق (۲) کو ضرب دی تصحیح اول (جو کہ اصل مسئلہ کے قائم مقام ہے) کے ساتھ تو (۳۲=۲×۱۶) حاصل ضرب 32 ہوا۔ لہذا اب تمام کے مسائل 32 سے حل ہونگے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 2 سے ضرب دی ہے اس لئے اب اس تخ سے حصہ پانے والوں کے تمام سہام کو بھی 2 سے ضرب دیں گے۔ تصحیح اول (سلیمہ والے مسئلہ) میں شوہر (زید) کے سہام 4 تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۸=۲×۴) حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہی شوہر (زید) کا حصہ ہے۔ ماں کے تین سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو حاصل ضرب 6 آیا۔

مسئلہ زید میں زوجہ کا ایک سہم تھا اس کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۲=۱×۲) حاصل ضرب 2 ہوا۔ یہ حصہ زوجہ (حلیمہ) کا ہے۔ زید کے 8 سہام میں سے ماں (رحیـ [illegible]

سہم تھا اس کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کا حاصل ضرب بھی 2 ہی آیا (جو کہ ماقی کا ثلث ہے) اس لئے 2 سہام ماں کو دے دیئے زید کے 8 سہام میں سے ۔ باپ (عمرو) کے 2 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 ہوا۔ یہ حصہ ملا باپ (عمرو) کو زید کے 8 سہام میں سے ۔ اس طرح زید کے حاصل کردہ 8 سہام بھی پورے پورے تقسیم ہوگئے ۔ تصحیح اول سے بیٹی کا حصہ 9 تھا ۔ اس کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۹×۲=۱۸) بیٹی کے سہام 18 ہوگئے ۔ اب بیٹی کے ورثاء میں سے دادی کو سدس (۳ سہام) دیا۔ باقی بچے 15 ۔ یہ دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو تین تین کے کل پانچ حصے بنائیں گے۔ اب پانچ حصوں میں سے چار حصے بیٹوں کو اس طرح کہ ہر ایک کو دو دو حصے (۶،۶ سہام) ملیں گے ۔ اور ایک حصہ (۳ سہام) بیٹی کو ۔ اس طرح کریمہ کو ملنے والے 18 سہام بھی اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگئے ۔

پڑتال (۳+۶+۶+۳=۱۸)

تباین کی مثال

جیسا کہ میتِ اول (سلیمہ) کی ماں (عظیمہ) قبل از تقسیم فوت ہوگئی اور اس نے ورثاء میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے تو ان ورثاء میں شوہر کا حصہ نصف ہے۔ اور دو بھائیوں کا ماقی ہے ۔ اس لئے ان کا مسئلہ 4 سے بنے گا جبکہ عظیمہ کے پاس میتِ اول (اس کی بیٹی سلیمہ) کی تصحیح سے ملا ہوا حصہ 9 سہام تھا ۔ 9 سہام 4 رؤس پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جب کہ ان میں نسبت تباین کی ہے اس لئے ان کی تصحیح کے لئے ہم نے ان کے جمیع مسئلہ (۴) کو ضرب میتِ اول کی تصحیح (۳۲) کے ساتھ تو (۳۲×۴=۱۲۸) حاصل ضرب 128 ہوا۔ اب تمام کے سہام اسی سے تقسیم کئے جائیں گے تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ جن ورثاء کے سہام 32 والی تصحیح سے تھے ان سب کو بھی اسی عدد سے ضرب دیں گے جس کے ساتھ تصحیح اول (32) کو ضرب دی تھی ۔ اور جس کو 4 (جو کہ مسئلہ ثانیہ {زید کی وراثت تقسیم کرنے کے

لئے 4 سے مسئلہ بنایا تھا} کی تصحیح تھی) میں سے سہام ملے تھے ان کے سہام کو ان تمام کے ساتھ ضرب دیں گے جو دادی کو ملا (اور وہ 9 ہے)

میتِ اول کی تصحیح (32 والی) میں زید (جو کہ مسئلہ ثانیہ کی میت ہے) کی زوجہ (حلیمہ) کے دو سہام تھے۔ چنانچہ اس کے ان دو سہام کو بھی چار سے ضرب دی تو (۸=۴×۲) حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہ حصہ ہے حلیمہ کا۔ اسی مسئلہ میں باپ کے 4 سہام تھے ان کو بھی چار سے ضرب دی تو (۱۶=۴×۴) حاصل ضرب 16 ہوا۔ یہ حصہ باپ (عمرو) کا۔ اسی مسئلہ میں ماں (رحیمہ) کا حصہ 2 سہام تھے، اس کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۸=۲×۴) حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہ حصہ ہے زید کی وراثت میں سے ماں (رحیمہ) کا۔ میتِ ثالث (کریمہ جو کہ میتِ اول کی بیٹی ہے) کے ورثاء میں سے دو بیٹوں (خالد اور عبداللہ) کے لئے 32 میں سے 12 سہام تھے۔ ہر ایک بیٹے کے لئے 6،6 سہام۔ انکے 6 سہام کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۲۴=۴×۶) حاصل ضرب 24 ہوا۔ یہ حصہ ہے میتِ ثالث (کریمہ) کے دونوں بیٹوں (خالد اور عبداللہ) میں سے ہر ایک کا۔ میت ثالث کی بیٹی (رقیہ) کو 32 میں سے 3 سہام ملے تھے۔ اس کے تین سہام کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۱۲=۳×۴) حاصل ضرب 12 آیا۔ یہ حصہ ہے کریمہ کی بیٹی (رقیہ) کا۔ میتِ رابع (عظیمہ جس کا مسئلہ 4 سے بنا تھا) کے ورثاء میں سے شوہر کے لئے 4 میں سے 2 سہام تھے ان کی میت کا ''**مافی الید**'' 9 تھا۔ تو زوج (عبدالرحمٰن) کے سہام کو ضرب دی اس کی میت (عظیمہ) کے مافی الید (۹) سے تو (۱۸=۲×۹) حاصل ضرب 18 ہوا۔ یہ حصہ ہے میتِ رابع کے ورثاء میں سے زوج (عبدالرحمٰن) کا۔ اور اس میت رابع کے بھائیوں (عبدالکریم، عبدالرحیم) میں سے ہر ایک کے لئے 4 میں سے ایک سہم تھ۔ تو ان کے اس ایک ایک سہم کو بھی ضرب دی ان کی میت کے مافی الید (۹) کے ساتھ تو (۹=۱×۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ میتِ رابع (عظیمہ) کے ورثاء میں سے ایک بھائی کا۔ اور بعینہ یہی حصہ ہے میتِ رابع۔ کے دوسرے بھائی کا۔ اب پڑتال کر کے دیکھیں حلیمہ ۸ + عمرو ۱۶ + رحیمہ۔

۸ + خالد۲۴ + عبداللہ۲۴ + رقیہ۱۲ + عبدالرحمٰن ۱۸ + عبدالکریم۹ + عبدالرحیم۹ = ۱۲۸) اس پڑتال کے بعد معلوم ہوا کہ تقسیم بالکل درست ہو چکی ہے۔ یونہی اگر میتِ ثالث کا حصہ بھی ابھی تقسیم نہ کیا گیا ہو کہ یہ بھی مر جائے تو اس کو حل کرنے کا طریقہ آسان ہے وہ یہ کہ اس تیسری میت کو دوسری کی جگہ رکھ لیں اور دوسری کو پہلی کی جگہ رکھ لیں اور پھر اسی سابقہ قانون کے مطابق ان میں تقسیم کر دیں اسی طرح اگر میتِ رابع کا مال ابھی تقسیم نہیں ہوا تو اس میتِ رابع کو دوسری کی جگہ اور میتِ ثالث کو میتِ اول کی جگہ رکھ لیں اور ان دونوں کے ساتھ میتِ اول اور ثانی والا معاملہ کرو ان شاء اللہ عزوجل صحیح جواب آئے گا۔

مسئلہ سلیمہ 4 بالرد 128=4×32=2×16

میت

شوہر (زید)	بیٹی (کریمہ)	ماں (عظیمہ)
ربع (اقل مخرج)	نصف	ثلث
۳۲=۴x۸=۲x۴	۷۲=۴x۱۸=۲x۹	۲۴=۴x۶=۲x۳

مسئلہ زید 4 بینهما مماثلة فاستقام مافی الید ۴ ۳۲=۴x۸=۲x۴

میت

بیوی (حلیمہ)	باپ (عمرو)	(ماں رحیمہ)
ربع (اقل مخرج)	عصبہ	ثلث ماقی من الزوجہ
۸=۴x۲=۲x۱	۱۶=۴x۴=۲x۲	۸=۴x۲=۲x۱

مسئلہ کریمہ 6 بینهما توافق بالثلث مافی الید ۹ ۷۲=۴x۱۸=۲x۹

میت

بیٹی (رقیہ)	بیٹا (خالد)	بیٹا (عبداللہ	ماں (عظیمہ)
نصف	عصبہ	عصبہ	سدس
۱۲=۴x۳	۲۴=۴x۶	۲۴=۴x۶	۶=۲x۳

مسئلہ عظیمہ 4 بینهما تباین مافی الید 9

میت

شوہر (عبدالرحمٰن)	بھائی (عبدالرحیم)	بھائی (عبدالکریم)
نصف	عصبہ	عصبہ
۱۸=۹x۲	۹=۹x۱	۹=۹x۱

الاحیاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

باب ذوى الارحام

ذوالرحم هو كل قريب ليس بذى سهم ولاعصبة وكانت عامة الصحابة رضى الله تعالى عنه يرون توريث ذوى الارحام وبه قال اصحابنا رحمهم الله تعالىٰ وقال زيدبن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه لاميراث لذوى الارحام ويوضع المال فى بيت المال وبه قال مالك والشافعى رحمهما الله تعالىٰ وذووالارحام اصناف اربعة الصنف الاول ينتمى الى الميت وهم اولاد البنات واولادبنات الابن والصنف الثانى ينتمى اليهم الميت وهم الاجداد الساقطون والجدات الساقطات والصنف الثالث ينتمى الى ابوى الميت وهم اولاد الاخوات وبنات الاخوة وبنوالاخوة لام والصنف الرابع ينتمى الى جدى الميت او جدتيه وهم العمات والاعمام لام والاخوال والخالات فهٰؤلاء وكل من يدلى بهم ذوى الارحام روى ابو سليمان عن محمد بن الحسن عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالى ان اقرب الاصناف الصنف الثانى وان علواثم الاول وان سفلوا ثم الثالث وان نزلوا ثم الرابع وان بعدوا وروى ابويوسف والحسن بن زياد عن ابى حنيفة رحمهم الله تعالىٰ ان اقرب الاصناف الصنف الاول ثم الثانى ثم الثالث ثم الرابع كترتيب العصبات وهو الماخوذبه وعند هما الصنف الثالث مقدم على الجداب الام لان عندهما كل واحد منهم اولى من فرعه وفرعه وان سفل اولى من اصله

ترجمہ

''ذوالرحم ہر وہ قریبی رشتہ دار ہے جو نہ تو ذی سہم ہو اور نہ ہی عصبہ ہو اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذوی الارحام کو وراثت دینے کے حق میں ہیں ۔ اور اسی مذہب کو ہمارے اصحاب (احناف) نے اختیار کیا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ ذوی الارحام کو وراثت نہیں دی جائے گی بلکہ مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اسی مسلک کو امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ اور ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم وہ جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بیٹیوں کی اولاد اور پوتیوں کی اولاد ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے اور یہ ساقط دادے اور ساقط دادیاں ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں اور چوتھی قسم وہ ہے کہ جو میت کے دادا و نانا کی طرف اور دادی و نانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ پھوپھیاں اور ماں کی طرف کے چچے ہیں اور ماموں اور خالائیں ہیں۔ ابو سلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام اصناف میں سے میت کے سب سے زیادہ قریب دوسری قسم ہے اگرچہ اوپر تک ہوں پھر پہلی قسم اگرچہ نیچے تک ہوں پھر تیسری قسم اگرچہ نیچے تک ہوں پھر چوتھی قسم ہے اگرچہ دور تک ہوں۔ ابن سماعہ نے محمد بن حسن کے حوالے سے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اقرب الاصناف پہلی قسم ہے پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی۔ جیسا کہ عصبات میں ترتیب ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک تیسری قسم اس دادا پر مقدم ہے جو ماں کا باپ ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اُن (اصحاب صنف ثالث) میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولیٰ ہے اور اس (صنف ثانی) کی فرع اولیٰ ہے اس (صنف ثانی) کی اصل سے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذوی الارحام کا بیان

ذوی الارحام

ارحام جمع ہے ’’رحم‘‘ کی۔ اور رحم اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور لغت میں صاحب قرابت کو ذی رحم بولتے ہیں خواہ ذی فرض ہو یا نہ ہو۔ اصطلاح اہل فرائض میں ’’ذوالرحم‘‘ ہر اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو نہ ذوی الفروض میں سے ہو اور نہ ہی عصبات میں سے ہو۔ یہ لوگ وراثت پاتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ائمہ احناف کا مذہب

ائمہ احناف یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، امام زفر اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام وراثت کے حقدار ہیں۔ مسلک احناف کو درج ذیل کبار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تائید حاصل ہے۔

- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- حضرت عبداللہ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت مجاہد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

ائمہ شوافع اور امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کا مذہب

ذوی الارحام وراثت میں حصہ نہیں پاتے ۔ اصحاب فرائض سے جو بچ جاتا ہے وہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک شاذ روایت بھی یہی ہے ۔ اس مؤقف کی پیروی کرنے والوں میں حضرت سعید ابن مسیب، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے ۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت میراث کے اندر ''ذوی الفروض'' اور ''عصبات'' کا ذکر کیا ہے وہاں ''ذوی الارحام'' کا کوئی تذکرہ نہیں ہے ۔ اگر ان کا بھی کوئی حصہ ہوتا تو وہ بھی قرآن پاک میں اس مقام پر بیان کر دیا جاتا وما کان ربک نسیا اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے ۔

دوسری دلیل

جب رسول اکرم ﷺ سے پھوپھی اور خالہ کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا کہ ان کے لئے کوئی وراثت نہیں ہے ۔

احناف کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والوالارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله

''اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں''[1] اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ وراثت کے حقدار ''ذوی الارحام'' ہی ہیں، عقد مواخاۃ کے

---

[1] انفال 7

ذریعے بننے والے بھائی وارث نہیں ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی (یعنی انصاری اور مہاجر صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا) اس مواخات کی بناء پردہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس سے اس حکم کو منسوخ فرمایا اور حکم دیا کہ مواخات اور موالات سے قرابت مقدم ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جو کچھ مواخات اور موالات کو حصہ ملتا تھا اس کو ذوی الارحام کی طرف منتقل فرمایا اور جو کچھ وراثت مولیٰ الموالات سے باقی رہا وہ توریثِ ذوی الارحام سے مؤخر ہوا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ”ذوی الارحام“ کی میراث کو بیان کردیا اس میں تفصیل بیان نہیں کہ ذوی الارحام میں سے جو ذی فرض بھی ہے اور عصبہ بھی ہے انکا حصہ کیا ہے؟ اور جو ذی رحم صرف ”ذی رحم“ ہی ہیں ”عصبہ“ نہیں ہیں، ان کا حصہ کیا ہے۔ اس آیت سے بالعموم ”ذوی الارحام“ کی وراثت ثابت ہوتی ہے جب اس آیت سے ”ذوی الارحام“ کی وارثت ثابت ہوگئی تو پھر آیت مواریث میں اس کا ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی۔ نیز ”ذوی الارحام“ کے وارث ہونے پر یہ آیت ہی تو دلالت کررہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

للرجال نصیب مماترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون مماقل منہ او کثرنصیبامفروضا

”مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا“ (ترجمہ کنزالایمان) [1]

یہاں پر لفظ ”رجال، نساء اور اقربون“ ذوی الارحام کو بھی شامل ہے اب اگر کوئی تخصیص کا دعویٰ کرتا ہے تو دلیلِ خصوص اس کے ذمہ ہے۔

---

[1] النساء:7

دوسری دلیل

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الله ورسوله مولی من لامولی له والخال وارث من لاوارث له

جس کا کوئی مولی نہیں اس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں اس کا وارث ماموں ہے۔[1]

اس حدیث سے بالکل واضح ہو گیا کہ ماموں جو کہ صرف ''ذی رحم'' ہے وہ بھی وارث بنتا ہے۔

تیسری دلیل

جب ثابت بن دحداح کا انتقال ہوا تو حضور علیہ السلام نے قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس کا کوئی نسب جانتے ہو؟ تو حضرت قیس نے عرض کی۔ حضور! یہ تو ہم میں اجنبی تھے سوائے اس کے ایک بھانجے (ابولبانہ بن عبدالمنذر) کے اور کوئی بھی اس کا رشتہ دار نہیں ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو وراثت عطا فرمائی۔[2]

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کا جواب

(i) آیتِ مواریث میں ''ذوی الارحام'' کا ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ جب **الوالارحام بعضھم اولیٰ ببعض** میں ''ذوی الارحام'' ثابت ہو چکی تو آیت مواریث میں اس کی وضاحت کی ضرورت نہ تھی۔

(ii) خالہ اور ماموں کو وراثت نہ دینے والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے، خالہ اور ماموں کے وراثت نہ پانے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کسی عصبہ کے ساتھ ہوں یا کسی من یرد علیہ ذی فرض کے ساتھ ہوں تو وراثت نہیں پاتے کیونکہ عصبہ کے ساتھ ہوتے ہوئے تو کوئی دوسرا وارث حصہ نہیں پاتا۔ یونہی من یرد علیہ کی موجودگی میں بھی ''ذوی الارحام'' محروم ہو جاتے ہیں۔

---

[1] جامع ترمذی، جلد 2 صفحہ 31، مطبوعہ مکتبہ دارالقرآن والحدیث، ملتان۔

۲...... تحفة اللطیفه فی تاریخ المدینة الشریفة، جلد 1، صفحہ 176۔

من یرد علیه کی قید اس لئے لگائی تا کہ **من لایرد علیه** نکل جائیں کیونکہ **من لایرد علیه** کے ہوتے ہوئے یہ ذوی الارحام محروم نہیں ہوتے ۔

﴿ذوی الارحام کی اقسام﴾

ذوی الارحام کی 4 اقسام ہیں ۔

(i) وہ رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۔ یہ بیٹیوں کی اولاد ہے اگر چہ نیچے تک ہو خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ۔ اور پوتیوں کی اولاد بھی اسی قسم میں شامل ہے ۔

(ii) وہ رشتہ دار جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے یہ وہ اوپر تک کے اجداد فاسد ہیں جو ذوی الفروض میں ساقط ہو گئے تھے، جیسا کہ نانا اور نانا کا باپ اور اوپر تک کی وہ جداتِ فاسدہ جو ذوی الفروض میں ساقط ہو گئی تھیں، جیسا کہ نانا کی ماں اور نانا کی ماں کی ماں ۔

(iii) وہ رشتہ دار جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ بہنوں کی اولاد ہیں ۔ اگر چہ نیچے تک ہوں، یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث اور خواہ سب عینی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں ۔ اسی قسم میں بھائیوں کی بیٹیاں بھی شامل ہیں اگر چہ نیچے تک ہوں یہ بھائی خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اِخیافی ۔ نیز اِخیافی بھائیوں کے بیٹے بھی اسی میں شامل ہیں ۔

سوال

(i) ان سابقہ مثالوں میں بھائیوں اور بہنوں کو کسی قید سے مقید نہیں کیا جبکہ بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ آیا تو بھائی کے ساتھ (لِامٍ) کی قید لگادی ۔ ایسا کیوں کیا؟

(ii) پیچھے کہا تھا ''وهم اولاد الاخوات'' اسی طرح یہاں بھی کہہ دیتے ''وهم اولاد **الاخوة**'' کہ اس طرح انداز بھی ایک جیسا رہتا اور اختصار بھی ہو جاتا ۔ کیونکہ موجود انداز میں ان کو **بنات الاخوة** الگ اور **بنوالاخوة لام** الگ کہنا پڑا ۔

جواب

اس لئے کہ بہنوں کی تمام اولاد اور بھائیوں کی بیٹیاں بہرصورت ''ذوی الارحام'' ہی ہیں، خواہ بھائی، بہن عینی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی جبکہ بھائیوں کے بیٹوں کا تذکرہ آیا تو بھائیوں کے ساتھ لِامٍ کی قید اس لئے لگائی تاکہ عینی اور علاتی بھائی نکل جائیں، کیونکہ انکی اولاد ''ذی رحم'' نہیں بلکہ ''عصبہ'' ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر آپ کے بتائے ہوئے انداز کے مطابق چلتے تو ''اختصار'' اگرچہ حاصل ہوجاتا لیکن یہ فرق واضح نہ ہوسکتا، حالانکہ یہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں مختصر لفظوں میں بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا ایک یہی طریقہ تھا کہ بہنوں کی اولاد کو الگ اور بھائیوں کی بیٹیوں کو الگ بیان کیا جائے۔ اور جب بھائیوں کے بیٹوں کی بات کرنا ہو تو ان کے ساتھ لام کی قید لگا دو تاکہ فرق ہوجائے کہ بھائیوں کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو قسموں (عینی اور علاتی بھائی) کے بیٹے. تو عصبہ ہوتے ہیں اور تیسری قسم (اخیافی بھائی) کے بیٹے عصبہ نہیں بنتے بلکہ ''ذوی الارحام'' بن کر وراثت پاتے ہیں۔

(iv) وہ رشتہ دار جو میت کے 2 دادا (باپ کا باپ اور ماں کا باپ) اور 2 دادیوں (باپ کی ماں اور ماں کی ماں) کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ پھوپھیاں ہیں جو کہ میت کے باپ کی بہنیں ہوتی ہیں خواہ عینی ہوں، علاتی یا اخیافی۔ اگر یہ بہنیں عینی یا علاتی ہوں تو میت کے دادا کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوئیں۔ اور اگر وہ باپ کی اخیافی بہنیں ہوئیں تو میت کی دادی (باپ کی ماں) کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوئیں۔ دونوں صورتوں میں پھوپھیاں ''ذوی الارحام'' بن رہی ہیں، اسی طرح چچے بھی اسی قسم میں شامل ہیں کیونکہ یہ لوگ میت کے باپ کے بھائی ہوتے ہیں، اگر ماں کی طرف سے ہوئے تو وہ بھی میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہونگے جو باپ کی طرف سے دادی ہے (یعنی کہ میت کے باپ کی ماں)

سوال

اعمام میں ''لام'' کی قید کا اعتبار کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ جو چچا باپ کا عینی یا علاتی بھائی ہو وہ ''ذوی الارحام'' میں نہیں آتا بلکہ وہ ''عصبہ'' ہوتا ہے اس لئے یہاں اعمام کے ساتھ ''لام'' کی قید لگائی۔

ماموں اور خالائیں بھی ''ذوی الارحام'' کی اسی قسم میں شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ میت کی ماں کے بہن بھائی ہوتے ہیں اس لئے اگر یہ عینی یا علاتی ہوئے تو یہ میت کے اس دادا کی طرف منسوب ہونگے جو ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کا باپ) اور اگر یہ لوگ اخیافی بہن بھائی ہوئے تو یہ میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہوئے جو دادی ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کی ماں کی طرف) ذوی الارحام کی یہی چار اقسام تھیں جو بیان کر دی گئی ہیں۔

اصناف اربعہ میں سے میت کے قریب تر کون ہے؟

امام اعظم کا مؤقف

اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول ابوسلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ چاروں اصناف میں سے میت کے سب سے زیادہ قریب ''صنفِ ثانی'' ہے، اگر چہ اوپر تک ہو۔ پھر'' صنفِ اول'' ہے اگر چہ نیچے تک ہو۔ پھر'' صنفِ ثالث'' ہے اگر چہ نیچے تک ہو۔ اور پھر'' صنفِ رابع'' اگر چہ بہت دور کے ہوں۔

ابوسلیمان کی طرح عیسیٰ بن ابان نے بھی محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم کی یہ روایت نقل کی ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا قول امام ابویوسف اور حسن بن زیاد نے اور ابن سماعہ نے محمد بن حسن کے حوالے روایت کیا ہے کہ میت کے سب سے زیادہ

قریب ''صنفِ اول'' ہے پھر'' صنفِ ثانی'' پھر'' صنف ثالث'' اورپھر'' صنف رابع''۔ جیسا کہ عصبات میں ترتیب تھی۔

امام اعظم کی دلیل

عصوبت دو قسم کی ہے (i) حقیقی (ii) معنوی

حقیقی عصوبت تو وہی ہے جس کا تذکرہ پیچھے ہوا۔ اور معنوی عصوبت سے مراد ''ذوی الارحام'' کی توریث ہے، چنانچہ جس طرح حقیقی عصوبت میں ترتیب ہوتی ہے اور صنفِ ثانی، صنفِ ثالث پر مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح عصوبتِ معنوی میں بھی ترتیب ہوگی۔ کہ صنفِ ثانی مقدم ہوگی صنفِ ثالث پر۔ لہٰذا جس طرح حقیقی عصوبت میں جدِ صحیح، بھائیوں پر مقدم ہوتا ہے اسی طرح عصوبت معنوی میں بھی جدِ فاسد، بھائیوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر مقد ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحبین کا موقف

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ''ذوی الاحام'' میں تیسری قسم یعنی بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے'' اَبُ الاُم ''یعنی نانا پر (جو کہ دادا کی جماعت سے ہے) پر مقدم ہے۔

صاحبین کی دلیل

تیسری قسم کا ہر فرد اپنی نوع یعنی اولاد پر مقدم ہے چنانچہ حقیقی بہن کا بیٹا حقیقی بہن کے پوتے پر مقدم ہے اور دوسری قسم (اجداد فاسد اور جداتِ فاسدہ) کی فرع (بیٹے اور بیٹیاں) اگرچہ کتنے ہی نیچے کے درجہ کے ہوں اپنی اصل (صنفِ ثانی) سے اولیٰ و مقدم ہیں۔ چنانچہ میت کی ماں کی ماں (پرنانی) اپنے باپ (جد فاسد) کی فرع ہے۔ لیکن یہ فرع اپنی اصل سے مقدم ہے، اس لئے کہ میت کی یہ نانی ''ذی فرض'' ہے اور پرنانی کا باپ ذی رحم ہے اور ذی فرض، ذی رحم سے فوقیت رکھتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

صاحبین کے نزدیک تیسری قسم دوسری قسم پر مقدم ہے۔

نوٹ

لان عندهما کل واحد منهم اولی من فرعی وفرعه وان سفل اولیٰ من اصله

یہ عبارت باب ذوی الارحام کے بالکل آخر میں ہے، اس عبات کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سراجی کی ہے یا نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ دراصل یہ عبارت کسی طالب علم نے اپنی ذاتی کتاب پر سبق پڑھتے ہوئے بطور حاشیہ لکھی تھی۔ بعد میں کسی دوسرے شخص نے ان سے یہ نقل کی تو وہ اصل متن اور حاشیہ میں فرق نہ کر پایا اور اس حاشیہ کو بھی متن میں ڈال دیا لیکن صاحب شریفیہ نے اس عبارت کو لیا ہے اور اس کی وضاحت کی کوشش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہاں پر یہ عبارت موجود ہو بھی سہی تو پھر بھی مضمون میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہے اور حتی المقدور ہم نے بھی اس کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

فصل فى الصنف الاول

اولٰهم بالميراث اقربهم الى الميت كبنت البنت فانها اولى من بنت بنت الابن وان استووا فى الدرجة فولدالوارث اولى من ولد ذوى الارحام كبنت بنت الابن فانها اولى من ابن بنت البنت وان استوت درجاتهم ولم يكن فيهم ولد الوارث او كان كلهم يدلون بوارث فعند ابى يوسف رحمة الله تعالى والحسن بن زياد يعتبر ابدان الفروع ويقسم المال عليهم سواء اتفقت صفة الاصول فى الذكورة والانوثة او اختلفت ومحمد رحمه الله تعالى يعتبر ابدان الفروع ان اتفقت صفة الاصول موافقا لهما ويعتبرالاصول ان اختلفت صفاتهم ويعطى الفروع ميراث الاصول مخالفا لهما كما اذاترك ابن بنت وبنت بنت عندهمايكون المال بينهما للذكر مثل حظ الانثيين باعتبار الابدان وعند محمد رحمة الله عليه كذالك لان صفة الاصول متفقة ولو ترك بنت ابن بنت و ابن بنت بنت عندهما المال بين الفروع اثلاثا باعتبار الابدان ثلثاه للذكر وثلثه للانثى وعند محمد رحمه الله المال بين الاصول اعنى فى البطن الثانى اثلاثا ثلثاه لبنت ابن البنت نصيب ابيها وثلثه لابن بنت البنت نصيب امه وكذالك عند محمد رحمه الله تعالى اذا كان فى اولاد البنات بطون مختلفة يقسم المال على اول بطن اختلف فى الاصول ثم يجعل الذكور طائفة والاناث طائفة بعد القسمة فما اصاب الذكور يجمع ويقسم على اعلى الخلاف الذى وقع فى اولادهم وكذالك مااصاب الاناث وهكذايعمل الى ان ينتهى بهذا الصورة

ميت

بطن اول	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن
ثاني	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
ثالث	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن
رابع	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت
خامس	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	بنت
سادس	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت

وكذلك محمد رحمه الله تعالى ياخذ الصفة من الاصل حال القسمة عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابني بنت بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتي بنت ابن بنت بهذه الصورة

ميت

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
ابني	بنت	بنتي

عند ابي يوسف رحمه الله تعالى يقسم المال بين الفروع اسباعا باعتبار ابدانهم وعند محمد رحمه الله تعالى يقسم المال على اعلى الخلاف اعني في البطن الثاني اسباعا باعتبار عدد الفروع في الاصول اربعة اسباعه لبنتي بنت ابن بنت نصيب جدهما وثلاثة اسباعه وهو نصيب البنتين يقسم على ولديهما اعني في البطن الثالث انصافا نصفه لبنت ابن بنت البنت نصيب ابيها والنصف الاخر لابني بنت بنت البنت نصيب امها وتصح المسئلة من ثمانية وعشرين وقول محمد رحمة الله تعالى عليه اشهر الروايتين عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع ذوى الارحام وعليه الفتوى

ترجمہ

تمام ذوی الارحام میں وراثت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ نواسی، کہ یہ پوتی کی بیٹی سے مقدم ہے اور اگر سب درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ پوتی کی بیٹی نواسی کی بیٹی سے مقدم ہوگی اور اگر تمام قرب درجہ میں برابر ہوں اور ان میں کوئی وارث کی اولاد نہ ہو یا تمام کے تمام وارث کی وجہ سے میت کے رشتہ دار ہوں تو امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد رحمھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروع کے ابدان کا اعتبار کیا جائے گا اور ان پر مال برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا خواہ اصول کی صفت مذکر و مؤنث ہونے میں متفق ہو یا مختلف۔ اور امام محمد فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر اصول کی صفت متفق ہو (اس صورت میں امام محمد، امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد) دونوں کی موافقت کی ہے اور اصول کا اعتبار کرتے ہیں اگر ان کی صفات مختلف ہوں اور فروع کو اصول کی میراث دیتے ہیں اس صورت میں امام محمد نے (امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد) دونوں کی مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ کسی نے ایک نواسا اور نواسی چھوڑے ہوں تو امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد کے نزدیک پورے کا پورا مال دونوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا ان کے ابدان کے اعتبار سے۔ اور امام محمد کے نزدیک بھی اسی طرح۔ کیونکہ اصول کی صفت متفق ہے اور اگر کسی نے نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا چھوڑا ہو تو امام ابو یوسف اور امام حسن کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے کل مال فروع کے درمیان اثلاثا تقسیم ہوگا جن میں سے دو ثلث لڑکے کو اور ایک ثلث لڑکی کو دیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک مال اصول میں یعنی بطن اول میں اثلاثا تقسیم کیا جائے گا 2 ثلث نواسے کی بیٹی کے لئے اس کے باپ کا حصہ ہوگا۔ اور ایک ثلث نواسی کے بیٹے کے لئے ہوگا اس کی ماں کا حصہ۔ اور اسی طرح امام محمد کے نزدیک جبکہ بیٹیوں کی اولاد میں مختلف بطون ہوں تو سب سے پہلے اس بطن پر مال تقسیم کیا جائے گا جو اصول میں مختلف ہیں، اس تقسیم کے بعد ان میں سے تمام مذکروں کو

ایک جماعت اور مؤنثوں کو ایک الگ جماعت قرار دیا جائے گا۔ پھر مذکروں کی جماعت کو جو حصہ پہنچے گا وہ جمع کر لیا جائے گا اور اس کی اولادوں میں سے سب سے پہلے جہاں پر ذکورت وانوثت کا اختلاف پایا جائے وہاں پر تقسیم کریں گے اسی طرح جو مؤنثوں کو پہنچے وہ بھی جمع کر لیا جائے گا اور جس بطن میں ذکورت وانوثت کا اختلاف ہو ان میں تقسیم کیا جائے گا۔ اسی طرح آخر تک تمام بطون میں عمل کیا جائے گا۔ درج ذیل صورت کی طرح

میت

اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا
ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ثالث	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
رابع	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
خامس	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی
سادس	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی

(تفصیل آگے آرہی ہے)

امام محمد اصل پر مال تقسیم کرتے وقت ''صفت'' اصل سے لیتے ہیں اور ''عدد'' میں فرع کرتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کے دو نواسے چھوڑے ہوں اور ایک نواسی کی دو پوتیاں چھوڑی ہوں اور ایک نواسے کی دو نواسیاں درج ذیل صورت کے مطابق

میت

بطن اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی
بطن ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
بطن ثالث	بیٹی	بیٹا	بیٹی
بطن رابع	۲ بیٹیاں	بیٹی	۲ بیٹیاں

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے تمام مال فروع کے درمیان اسباعاً تقسیم کیا جائے گا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال اس اختلاف پر جو اس کی اولاد میں واقع ہو یعنی بطن ثانی میں اسباعاً تقسیم کیا جائے گا۔ فروع کے تعداد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے، اس کے چار اسباع نواسے کی دو نواسیوں کے لئے

ان کے نانا کا حصہ اور اس کے تین اسباع جو کہ دو بیٹیوں کا حصہ ہے وہ ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کا اس کے باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دو نواسوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور تمام ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صنف اول کا بیان

مصنف جب اصناف اربعہ کی ترتیب بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اصناف اربعہ کے وارث ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ایک صنف کے افراد آپس میں کیسے اور کب وارث ہوتے ہیں۔

صنفِ اول کے اشخاص کی اقسام

پہلی صنف کے اشخاص دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(i) بیٹیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں

(ii) پوتیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

ان کی مختلف حالتیں ہیں

(i)...... اس صنف کے اشخاص سب ایک ہی درجہ کے نہ ہوں بلکہ کوئی قریبی درجہ کا ذی رحم ہو اور کوئی دور کے درجہ کا۔ ایسی صورت میں قریب کے درجہ والا مقدم ہوتا ہے دور کے درجہ والے سے۔ یعنی کہ قریبی رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور کا رشتہ دار محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نواسی اور نواسی کی بیٹی کہ ان میں نواسی مقدم ہے نواسی کی بیٹی پر۔ کیونکہ نواسی درجہ میں نواسی کی بیٹی کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے لہٰذا اقرب نے ابعد کو محروم کر دیا۔

(ii)...... قرب یا بعد میں تو سب برابر ہوں اس طرح کہ سب کے سب میت کے ایک درجہ کے رشتہ دا ہوں لیکن ان میں سے کوئی وارث (ذی فرض) کی اولاد ہو اور کوئی صرف ذوی الارحام کی اولاد ہو، تو ایسی صورت میں وارث کی اولاد مقدم ہوگی اور وہ دوسرے کو محروم کر دے گی جیسا کہ پوتی کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔ کہ دونوں درجہ میں تو برابر ہیں لیکن پوتی کی بیٹی وارث کی اولاد ہے (کیونکہ پوتی وارث ہوتی ہے) اور نواسی کی بیٹی وارث کی اولاد نہیں ہے۔ کیونکہ نواسی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے (یہاں وراثت سے مراد ذی فرض یا عصبہ بن کر وراثت پانا ہے)

(iii)...... درجہ کے قرب و بعد میں بھی سب برابر ہوں اور ولدِ وارث یا غیر وارث

ہونے بھی سب برابر ہوں یعنی کہ سب کے سب وارث کی اولاد ہوں جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) یا کوئی بھی وارث کی اولاد نہ ہو جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔ اس صورت میں ان کی اصل کو دیکھیں گے جو مذکر کی اولاد میں سے ہوگا اس کو جتنا ملے گا مؤنث کی اولاد کو اس سے آدھا ملے گا۔ یہ قول جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ امام محمد کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جبکہ مقابلہ میں امام ابو یوسف کا قول ہے دونوں کے مؤقف وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمهما الله تعالیٰ کا مؤقف

جب ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ سب ''ذوی الارحام'' درجہ میں بھی برابر ہوں اور ولدِ وارث وغیر وارث ہونے میں بھی برابر ہوں، تو فروع کے ابدان کو دیکھ لیں کہ کتنے ہیں؟ اور کون کون سے ہیں تو ان کی ذکورت اور انوثت دیکھتے ہوئے ان کو مال تقسیم کر دیں گے، اس میں اس چیز کا فرق نہیں ہے کہ وہ فروع سب کی سب مذکر کی اولاد ہوں یا سب کی سب مؤنث کی اولاد ہوں یا بعض مذکر کی اور دیگر بعض مؤنث کی۔ چنانچہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) اگر موجود ہوں تو دونوں میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا اس لئے نواسی کو نواسے سے نصف اور نواسے کو نواسی سے ڈبل ملے گا اور جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں بھی ان دونوں کو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ترکہ ملے گا اس لئے نواسے کی بیٹی کو نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت نصف ملے گا۔

امام محمد کا مؤقف

آپ کے نزدیک اولاً یہ دیکھیں گے کہ ان کی فروع کی اصل کیا ہے ایک ہی جیسی ہے مثلاً دونوں کی اصل ''مذکر'' ہے یا دونوں کی مؤنث یا مختلف ہیں۔ مثلاً بعض ''مذکر'' کی اولاد ہیں اور دیگر بعض ''مؤنث'' کی۔ اگر سب کے سب اصل میں ایک جیسے ہیں تو فروع کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور ان کی ذکورت وانوثت کے اعتبار سے ان میں مال تقسیم کر دیا

جائے گا، جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) موجود ہوں تو چونکہ دونوں کی اصل ایک ہے، اس لئے ان فروع کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور اس نواسا اور نواسی کے درمیان ترکہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا، جس طرح امام ابو یوسف کرتے ہیں اور اگر ان کے اصول میں اختلاف ہے یعنی کہ بعض مذکر کی اولاد ہیں اور دیگر بعض مؤنث کی۔ تو ایسی صورت میں ان کی اصل کا اعتبار کیا جائے گا اور ان اصول میں مال تقسیم کر کے جو حصہ مذکر کا ہو وہ مذکر کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ اور جو حصہ مؤنث کا ہو وہ اس کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث جیسا کہ پوتے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو ایسی صورت میں چونکہ ان کی اصل میں فرق ہے اس لئے ان کی اصل میں ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ ان کی اصل میں تقسیم کریں گے اور ان کی فروع کو ان کی اصل کا حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ پوتے کی بیٹی کو ڈبل ملے گا نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت۔ کیونکہ پوتے کی بیٹی نے اپنے باپ کا حصہ لیا اور نواسی کے بیٹے نے اپنی ماں کا حصہ لیا۔

امام ابو یوسف نے اس صورت میں بھی پوتے کی بیٹی کو، نواسی کے بیٹے کے حصہ سے آدھا دیا۔ امام محمد کا مؤقف دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ میں وہ امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف نہ ہو تو جس طرح امام ابو یوسف فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح امام محمد بھی فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اور دوسرے حصہ میں امام محمد امام ابو یوسف کے مخالف ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف ہو تو امام ابو یوسف اس صورت میں بھی فروع کے ابدان ہی کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد اس صورت میں اصول کی ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے پہلے ان اصول پر حصص ان کی ذکورت وانوثت کے لحاظ سے تقسیم کرنے کے حق میں ہیں۔ پھر ان اصول کے حصہ میں آتا ہوا مال ان کی اولاد کو دیتے ہیں۔

امام محمد کے قول کی مزید وضاحت

اگر کسی مسئلہ میں مختلف بطون جمع ہو جائیں جن میں سے بعض بطون میں اتفاق اور بعض میں اختلاف ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہے پہلے اس بطن میں ترکہ تقسیم ہوگا پھر تقسیم کے بعد مذکروں کا ایک گروپ بنالیں گے اور ان کے سہام کو جمع کرلیں گے اسی طرح مؤنثوں کا بھی ایک گروپ بنالیں گے اور ان کے سہام بھی جمع کرلیں گے اب مزید آگے دیکھیں گے، اگر اس کی فروع میں تذکیر و تانیث کا فرق نہ ہو تو پھر ان کا حصہ ان کی فروع کو دے دیا جائے گا اور اگر آگے کہیں اختلاف ہو تو جہاں پر اگلے بطن میں اختلاف ہو تو پھر وہاں پر بھی اسی طرح تقسیم کریں گے جو مذکروں کے حصہ میں آئے گا وہ ان کو دیں گے اور ان کے سہام جمع کرلیں گے اور مؤنثوں کے حصہ میں جو آئے وہ ان کے لئے نکال لیں گے اور یہ سہام بھی جمع کرلیں گے اسی طرح آخر تک کریں گے اور آخر میں جو فروع ہونگی ان پر یہ سہام تقسیم کردیں گے۔

مثال

یہ مسئلہ 12 ذوی الارحام رشتہ داروں پر مشتمل ہے جن میں سے 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں اور سب کے سب درجہ میں برابر ہیں اور چھٹے بطن میں موجود ہیں جبکہ ان سے پہلے 5 بطون وفات پا چکے ہیں اور ان میں کوئی بھی وارث کی اولاد نہیں ہے یعنی کہ وارث کی اولاد نہ ہونے میں بھی برابری ہے۔ ان 6 بطون کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بطن اول میں 9 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔

بطن ثانی میں تمام کی تمام لڑکیاں ہیں یعنی کہ اس بطن میں کل 12 لڑکیاں ہیں اور کوئی لڑکا نہیں ہے۔

بطن ثالث میں پہلی 6 بیٹیوں کی لائنوں میں لڑکیاں۔ ساتویں، آٹھویں اور نویں لڑکیوں کی لائن میں تین لڑکے، دسویں اور گیارھویں لڑکے کی لائن میں دو لڑکیاں اور بارھویں لڑکے کی لائن میں ایک لڑکا۔

بطن رابع میں پہلی تین لڑکیوں کی لائن میں تین لڑکیاں، چوتھی پانچویں اور چھٹی لڑکی کی لائن میں تین لڑکے، ساتویں اور آٹھویں لڑکی کی لائن میں دو لڑکیاں، نویں لڑکی کی لائن میں ایک لڑکا، دسویں، گیارھویں اور بارھویں لڑکے کی لائن میں تین لڑکیاں ہیں۔

بطنِ خامس میں پہلی دو لڑکیوں کی لائن میں دو لڑکیاں، تیسری لڑکی کی لائن میں ایک لڑکا، چوتھی کی لائن میں ایک لڑکی، پانچویں کی لائن میں ایک لڑکا، چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں کی لائن میں پانچ لڑکیاں، دسویں لڑکے کی لائن میں لڑکی، گیارھویں کی لائن میں لڑکا اور بارھویں کی لائن میں لڑکی۔

بطنِ سادس میں پہلی لڑکی کی لائن میں لڑکی، دوسری کی لائن میں لڑکا، تیسری کی لائن میں لڑکی، چوتھی کی لائن میں لڑکا، پانچویں اور چھٹی کی لائن میں لڑکیاں، ساتویں کی لائن میں لڑکا، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں کی لائنوں میں 6 لڑکیاں ہیں۔

مسئلہ ۱۵×۴=تصحیح ۶۰

میت

اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا
ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ثالث	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
رابع	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
خامس	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی
سادس	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
سہام	1	2	3	4	6	2	6	3	9	4	8	12

اس مسئلہ کی تصحیح امام ابویوسف کے نزدیک کیا ہے اور امام محمد کے نزدیک کیا ہے؟

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال فروع کے درمیان اسباعاً تقسیم کیا جائے گا ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اولاد میں سب سے پہلے جس بطن میں ذکورت وانوثت کا اختلاف ہوا، مال اس اختلاف پر تقسیم کیا جائے گا یعنی بطن ثانی میں فروع کے عدد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے اسباعاً تقسیم

کیا جائے گا۔ یعنی مسئلہ 7 سے بنایا جائے گا جس میں سے چار اسباع (4/7) نواسے کی دونواسیوں کے لئے ان کے نانا کا حصہ اور تین اسباع (3/7) جو کہ 2 بیٹیوں کا حصہ ہے ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کے لئے اس باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دونواسوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے تمام ذوی الارحام میں اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ مذکورہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ 15 سے بنے گا کیونکہ بطنِ سادس میں 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں۔ جبکہ ایک مرد، دوعورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے 3 مرد 6 عورتوں کے قائم مقام ہونگے۔ اس طرح 9 اور 6 (۹+۶=۱۵) پندرہ ہوئے۔ لہذا مسئلہ 15 سے بنایا۔ جس میں سے 9 سہام عورتوں کو اور 6 سہام مردوں کو دیئے اس طرح کہ ہر مرد کو دوسہم آئیں گے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام محمد کی تصحیح

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصحیح 60 سے ہوگی کیونکہ پہلے ہم بطنِ اول پر مال تقسیم کریں گے تو مسئلہ 15 سے بنائیں گے۔ جس میں سے 9 سہام بیٹیوں کو اور 6 سہام بیٹوں کو دیں گے۔ اب تین بیٹوں کو ایک جماعت بنا کر ان کے سہام جمع کر لیں گے۔ ان سے نیچے بطنِ ثانی میں ہم نے دیکھا کہ سب کی سب بیٹیاں ہیں ان میں کوئی ذکورت وانوثت والا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس بطن کے بعد تیسرے بطن کو دیکھا تو اس میں اختلاف پایا کہ ان تین بیٹوں کے سامنے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ تو ہم نے ان کا مسئلہ 3 سے بنایا مافی الید 6 سہام تھا، وہ ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو تین اور دو بیٹیوں کو تین سہام آئے۔ پھر ہم نے بیٹے کے حصہ میں آنے والے تین سہام کو اس کی آخری فرع (جو کہ بیٹی ہے) کو دیا کیونکہ بیٹے کے بعد اس بیٹی تک درمیان میں جتنے بھی بطون ہیں ان میں اختلاف نہیں، تو اس بیٹی کے حصہ میں 3 سہام آئے۔ اب

جہاں (بطن ثالث میں) دو بیٹیوں کو ہم نے تین سہام دیئے تھے ان بیٹیوں کو پھر ایک جماعت بنا دیا اور ان کے تینوں سہام جمع کر کے رکھ لئے اور آگے دیکھا تو بطنِ رابع میں کوئی اختلاف نہ تھا تو بطنِ خامس تک پہنچے اس میں اختلاف ہے کیونکہ یہاں پر ان دو بیٹوں کی لائن میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو ہم نے یہاں پر بھی ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو دو سہام اور بیٹی کو ایک آیا۔ اب اگلے چھٹے بطن میں ان کے نیچے جو ان کی فروع ہیں ان کو یہ سہام دے دیئے تو اس طرح ایک بیٹی کو دو سہام اور ایک کو ایک سہم ملا اسی طرح جب ہم نے بطن اول میں 9 بیٹیوں کو 9 سہام دیئے تو ان 9 بیٹیوں کے سہام کو ایک جگہ پر جمع کر لیا اور ان کے نیچے دوسرے بطن میں دیکھا تو اس میں کوئی اختلاف نہ تھا اس لئے بطن ثالث پر پہنچے تو وہاں اختلاف پایا اس لئے اب اس بطنِ ثالث میں جو ورثاء ہیں ان کے درمیان یہ 9 سہام تقسیم کئے جائیں گے۔

بطنِ ثالث میں ان 9 بیٹیوں کے نیچے 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے موجود ہیں چونکہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے تین بیٹے 6 بیٹیوں کے قائم مقام ہو جائیں گے اس طرح 6 بیٹیاں اور 6 کے قائم مقام یہ تین بیٹے (۶+۶=۱۲) ہیں، اس لئے مسئلہ 12 سے بنے گا، مسئلہ 12 سے بن رہا ہے جب کہ مافی الید 9 ہے، جو کہ رؤس پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ مافی الید (۹) اور مسئلہ (۱۲) میں نسبت توافق بالثلث کی ہے تو مسئلہ (12) کے وفق (۴) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۵) کے ساتھ تو (۴×۱۵=۶۰) حاصل ضرب 60 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تصحیح ہوگی۔ اب قانون کے مطابق بطنِ اول میں تین بیٹوں کو جو 6 سہام ملے تھے ان کو بھی چار ہی سے ضرب دیں گے تو (۶×۴=۲۴) حاصل ضرب 24 ہو گیا۔ اس کے بعد بطنِ ثالث میں دو بیٹیوں کے تین سہام تھے ان کو بھی 4 کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۴=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہ حصہ بطنِ ثالث میں دو بیٹیوں کا اور اسی بطن میں بیٹے کا حصہ تین تھا اس کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۳×۴=۱۲) حاصل ضرب 12 آیا۔ یونہی اس بیٹے کی لائن میں آخر میں ایک بیٹی تھی جس کا حصہ تین تھا۔ اس کو بھی

4 کے ساتھ ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہ حصہ بطنِ ثالث میں ایک بیٹے کا۔ اور بطنِ ثالث میں جن دو بیٹیوں کو تین سہام ملے تھے ان کے تین کو بھی چار سے ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 آیا۔

اور بطنِ خامس میں ان دونوں بیٹیوں کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا جن میں سے بیٹے کے دو سہم تھے اس لئے اس بیٹے کے دو سہام کو بھی ضرب دیں 4 کیساتھ تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 آیا۔ اور یہی 8 اسی کی لائن میں آخر میں جو بیٹی ہے اس کو دے دیں گے اور بطنِ خامس میں بیٹی کا حصہ ایک تھا اس کو بھی 4 کیساتھ ضرب دی تو (۴×۱=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ یہی حصہ بطنِ خامس میں اس بیٹی کا اور یہی حصہ ہے چھٹے بطن میں موجود اسی کی لائن میں پائی جانے والی بیٹی کا۔ یونہی چونکہ بطنِ اول میں 9 بیٹیوں کے سہام 9 تھے اس لئے انکے ان سہام کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۹×۴=۳۶) حاصل ضرب 36 بنا۔ اب اس بطنِ اول کے بعد چونکہ بطنِ ثانی میں اختلاف نہیں تھا اس لئے ان کو چھوڑ دیا اور بطنِ ثالث تک پہنچے۔ اس بطن میں ان 9 بیٹیوں کی لائن میں 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے تھے۔ مسئلہ 12 سے بنا۔ تین سہام کا ایک ایک حصہ بنائیں اور ان 12 سہام میں سے 6 سہام (جوکہ 18 سہام کے برابر ہے) ان 6 بیٹیوں کو دیئے اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک (تین سہام) ایک (۳ سہام) حصہ ملے گا۔ جب کہ تین بیٹوں میں سے ہر ایک کے دو (6 سہام) دو (6 سہام) حصے ہونگے۔ اب 6 بیٹیوں میں سے ہر ایک کو جو ایک ایک سہم (ملا ہے) وہ جمع کرلیں تو (۳+۳+۳+۳+۳ +۳=۱۸) حاصل جمع 18 ہوا۔ اور تین بیٹوں کو {جو دو (6) دو (6) سہام ملے (۶+۶+۶=۱۸) 18} سہام ملے وہ بھی جمع کر لئے، اب دیکھیں بطنِ رابع میں بھی اختلاف ہے اسلئے اب یہاں پر بھی تقسیم ہوگی چونکہ اس بطن میں 6 بیٹیوں کے محاذی 3 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔ ان میں 3 بیٹوں کو 6 بیٹیوں کے برابر سمجھو تو کل رؤس 9 بن جائیں گے یعنی کہ ان کا مسئلہ 9 سے بنے گا اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک ایک اور بیٹے کو بیٹی سے ڈبل ملے گا۔ اس قانون کے مطابق مذکورہ بالا مافی الید 18 میں سے ہر بیٹے کو 4 سہام اور ہر بیٹی کو 2 سہام ملیں گے۔ اب

اس بطنِ رابع تک تین لڑکیوں کے پاس 6 اور تین لڑکوں کے پاس 12 سہام موجود ہیں۔ اس بطنِ رابع کی تین لڑکیوں کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو تین بیٹیوں کا **مافی الیدان میں للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کردیں گے تو دو بیٹیوں کو 3 اور ایک بیٹے کو 3 سہام پہنچے۔ اب دو بیٹیوں کے تین سہام کو پھر جمع کیا اور ان کے نیچے چھٹے بطن میں دیکھا تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ جبکہ مافی الید 3 سہام ہیں اس لئے اس چھٹے بطن میں بیٹی کے لئے ایک اور بیٹے کے لئے دو۔ بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹے کو تین دیئے تھے تو یہی تین اس کے بعد چھٹے بطن میں موجود بیٹی کو مل جائیں گے۔

بطنِ رابع میں تین بیٹوں کا حصہ 12 سہام تھا ان کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم ہوگا۔ نصف (6 سہام) دو بیٹیوں کے لئے اور نصف (6 سہام) ایک بیٹے کے لئے۔ اب ایک بیٹے کے 6 سہام بطنِ سادس میں موجود اس کی بیٹی کو مل جائیں گے۔ بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے تین تین سہام تھے ان کو جمع کریں انکے تحت ان کے وارث بطنِ سادس میں دیکھے تو وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی تو ان دو بیٹیوں کے 6 سہام بطنِ سادس میں موجود ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹی کو دو سہام اور بیٹے کو چار سہام مل گئے۔

بطنِ ثالث میں جو تین بیٹوں کو 18 سہام ملے تھے ان کے نیچے بطنِ رابع میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا تو دو بیٹیوں کو 9 اور ایک بیٹے کو 9 سہام ملے اب اس ایک بیٹے کے نیچے نہ تو بطنِ خامس میں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی بطنِ سادس میں اس لئے اس کا حصہ اس کے بطنِ سادس والے وارث کو دیا تو اس بیٹی کو 9 سہام مل گئے۔ بطنِ رابع میں 2 بیٹیوں کے پاس 9 سہام تھے ان کو پھر جمع کرلیا بطنِ ثالث میں دیکھا تو ان کے ورثاء میں ذکورت وانوثت کا کوئی فرق نہ تھا اس لئے بطنِ سادس میں پہنچے تو ان دو بہنوں کے محاذی ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے اس لئے ان دو کے

9 سہام بیٹے اور بیٹی میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو 6 سہام اور بیٹی کو تین سہام پہنچے اس طرح بارہ کے بارہ ذوی الارحام تک ان کے حصے پہنچ گئے۔

امام محمد کا موٴقف

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب اصول میں ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے اعلیٰ خلاف پر تقسیم کرتے ہیں وہاں ان اصول میں فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں یعنی کہ اصول میں دو چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے۔

(i) صفتِ ذکورت وانوثت۔

(ii) تعددِ ابدان۔

امام محمد علیہ الرحمہ ذکورت وانوثت میں اصول اور تعددِ ابدان میں فروع کو دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کے دونواسے۔ ایک اور دوسری نواسی کی ایک پوتی اور تیسری نواسی کی دونواسیاں چھوڑی ہوں۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔

مسئلہ 7

میت

بطن اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی
بطن ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
بطن ثالث	بیٹی	بیٹا	بیٹی
بطن رابع	۲ بیٹے	بیٹی	۲ بیٹیاں

امام ابو یوسف کے نزدیک ان فروع میں مال تقسیم کردیا جائے گا کیونکہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں اور دو بیٹوں کا حصہ چار بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے اس لئے ان کا مسئلہ 7 سے بنا جن میں سے دو بیٹوں کو چار سہام اس طرح کہ ہر بیٹے کو دو سہام اور تین بیٹیوں کو تین سہام اس طرح کہ تین میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملے۔

مسئلہ 7

میت

بیٹی	بیٹی	بیٹی
بیٹی	بیٹی	بیٹا
بیٹی	بیٹا	بیٹی
2 بیٹے	بیٹی	2 بیٹیاں
۴=۲+۲	۱	۲=۱+۱

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے اس بطن میں تقسیم ہوگی جس میں ذکورت وانوثت میں فرق پایا گیا اس لئے اولاً تقسیم بطنِ ثانی میں کی۔ یہاں پر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ لیکن یہ تو اصول ہیں اس لئے تعداد میں ان کو نہیں دیکھنا بلکہ انکی فروع ک دیکھنا ہے، بیٹے کی فروع میں 2 بیٹیاں ہیں لہذا تعداد ان (فروع) بیٹیوں کی لی اور صفت ذکورت (اصول) خود ان بیٹوں کی لی، تو بطنِ ثانی میں دو بیٹے ہو گئے۔ یونہی بطنِ ثانی میں دو بیٹیوں کے محاذی دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ جب ان فروع کے ابدان کا لحاظ بطنِ ثانی میں کیا جائیگا تو اس بطنِ رابع میں پائے جانے والے دونوں بیٹے بطن ثانی میں، بیٹیاں فرض ک جائیں گی۔ اس طرح تین بیٹیاں ہو جائیں گی۔ اب اصول کی ذکورت اور فروع کے ابدان کا لحاظ کرنے کے بعد تقسیم 7 سے ہوگی اس طرح کہ اولاً تقسیم بطنِ ثانی میں ہوگی 7 سہام میں سے 4 سہام ایک بیٹے (جو کہ فروع کے ابدان کا اعتبار کئے جانے کے بعد 2 بیٹوں کے برابر ہو چکا ہے) کو دیں گے جو کہ اس کی فروع میں پائی جانے والی دو بیٹیوں کو مل جائیں گے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دو بیٹیوں کو اپنے دادا کا حصہ مل گیا اور دو بیٹوں (جن میں سے ایک 2 کے برابر ہے) کو تین سہام ملیں گے۔

بطنِ ثانی میں تین بیٹیوں کو تین سہام ملے تھے ان سہام کو جمع کر لیا گیا اور دیکھا تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی وہ تین سہام ان میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور تقسیم کریں گے لیکن ابدان اب بھی فروع کے دیکھیں گے۔ بیٹی کی فروع میں دو بیٹیاں

اس لئے انہی کے ابدان کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے اس بطنِ ثالث میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹے میں سہام تقسیم کیے تو مسئلہ 2 سے بنا۔ مافی الید 3 ہے سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ جبکہ تین اور 2 میں نسبت تباین کی ہے اس لئے کل مسئلہ (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (7) کے ساتھ تو (۲×۷=۱۴) حاصل ضرب 14 ہوا۔ اس سے تمام کے سہام تقسیم ہو جائیں گے۔ اس میں سے نواسے کی دو نواسیوں کا حصہ 4 تھا۔ تو قانون کے مطابق اس 4 کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسے کی دو بیٹیوں کا۔ بطنِ ثانی میں دو بیٹیوں کا حصہ 3 تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ہے دو بیٹیوں کا بطنِ ثانی میں۔ اب ان کے 6 سہام کو جمع کیا اور نیچے دیکھا تو بطن ثالث میں ایک بیٹی (جس کی فروع 2 ہیں) اور ایک بیٹا (جس کی فروع ایک ہے) موجود تھا اس لئے بیٹی کو دو بیٹیاں سمجھ کر یہ 6 سہام تقسیم کیے تو 3 سہام بیٹے کو اور 3 سہام دو بیٹیوں کو دیے۔

بطنِ رابع میں دیکھا تو بیٹے کے محاذی صرف ایک بیٹی تھی اس لئے اس کا حصہ (3 سہام) اس کی بیٹی کو دے دیا اور بیٹی کے محاذی دو بیٹیاں تھیں جن کا مسئلہ 2 سے بنے گا۔ جبکہ مافی الید 3 ہے جو کہ 2 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تصحیح کے لئے کل مسئلہ (۲) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۴) کے ساتھ تو (۱۴×۲=۲۸) حاصل ضرب 28 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی۔ چنانچہ نواسے کی دو نواسیوں کے سہام (۸) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۸×۲=۱۶) حاصل ضرب 16 آیا۔ یہ حصہ نواسے کی دو نواسیوں کا۔ ہر ایک کو 8، 8 سہام ملیں گے۔ نواسی کی پوتی کے تین سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کی پوتی کا۔ نواسی کے دو نواسوں ک حصہ 3 تھا۔ اس کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کے دو نواسوں کا۔ دونوں کو تین تین سہام مل جائیں گے۔

پڑتال (۸+۸+۶+۳+۳=۲۸)

مسئلہ 28=2+2×7

میـــــــــــــــت

بیٹی	بیٹی	بیٹی
بیٹی	بیٹی	بیٹا
بیٹی	بیٹا	بیٹی
2 بیٹے	بیٹی	2 بیٹیاں
٦=٣+٣	٦	١٦=٨+٨

نوٹ:

ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دو روایتوں میں سے اشہر ہے اور آپ ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

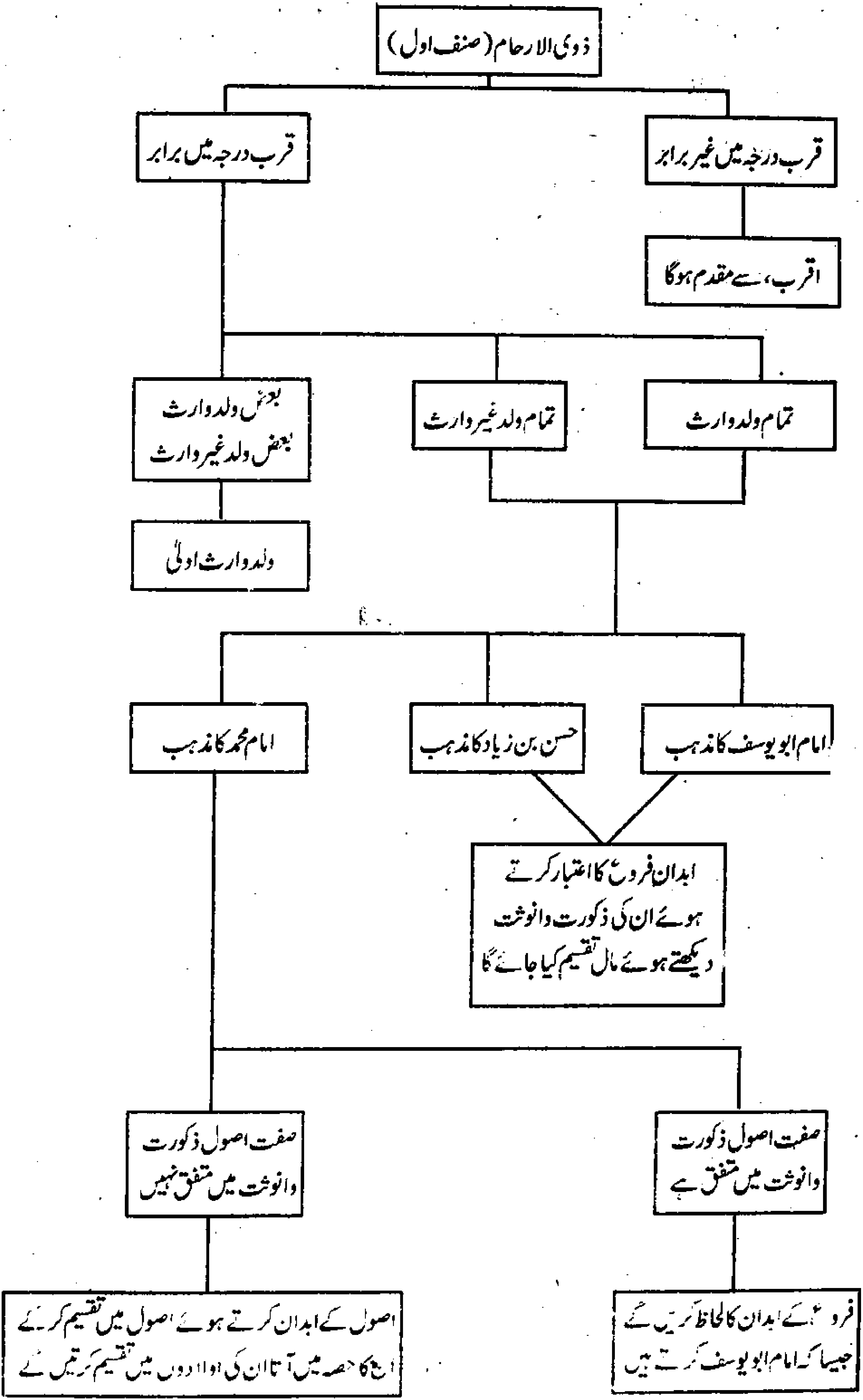
ذوی الارحام (صنف اول)
قرب درجہ میں غیر برابر
قرب درجہ میں برابر
اقرب، سے مقدم ہوگا
تمام ولد وارث
تمام ولد غیر وارث
بعض ولد وارث
بعض ولد غیر وارث
ولد وارث اولیٰ
امام ابو یوسف کا مذہب
حسن بن زیاد کا مذہب
امام محمد کا مذہب
ابدان فروع کا اعتبار کرتے
ہوئے ان کی ذکورت وانوثت
دیکھتے ہوئے مال تقسیم کیا جائے گا
صفت اصول ذکورت
وانوثت میں متفق ہے
صفت اصول ذکورت
وانوثت میں متفق نہیں
فروع کے ابدان کا لحاظ کریں گے
جیسا کہ امام ابو یوسف کرتے ہیں
اصول کے ابدان کرتے ہوئے اصول میں تقسیم کرکے
ان کا حصہ میں آتا ان کی اولادوں میں تقسیم کریں گے

فصل

علماء نا رحمهم الله تعالىٰ يعتبرون الجهات فى التوريث غير ان ابا يوسف رحمه الله تعالىٰ يعتبر الجهات في ابدان الفروع ومحمد رحمه الله تعالىٰ يعتبر الجهات في الاصول كما اذاترك بنتي بنت بنت وهما ايضا بنتاابن بنت وابن بنت بنت بهذه الصورة

مسئلہ 24=4×7

ميت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
22=16+6		6

عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ يكون المال بينهم اثلاثا وصار كانه ترك اربع بنات و ابنا ثلثاه للبنتين وثلثه للابن وعند محمد رحمه الله تعالى يقسم المال بينهم علىٰ ثمانية وعشرين سهما للبنتين اثنان وعشرون سهما ستة عشر سهما من قبل ابيهما وستة اسهم من قبل امهما وللابن ستة اسهم من قبل امه

ترجمہ

ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وراثت تقسیم کرنے میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں سوائے اس کے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار فروع کے ابدان میں کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار کرتے ہیں اصول میں جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں اور یہ نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا۔ درج ذیل صورت کے مطابق

مسئلہ 3

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
2 بیٹیاں		بیٹا
2		1

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کے درمیان اثلاثا تقسیم کیا جائے گا۔ لور ایسے ہو جائے گا گویا کہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہو اس میں سے دو ثلث دو بیٹیوں کے لئے اور ایک ثلث بیٹے کے لئے ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک مال تقسیم کیا جائے گا 28 سہام پر، ان میں سے دو بیٹیوں کے لئے ۲۲ سہام ہونگے 16 دونوں کے باپ کی طرف سے اور 6 سہام ان کی ماں کی جہت سے اور بیٹے کے لئے 6 سہام ہونگے ان کی ماں کی جہت سے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعدد جہات

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ذی رحم دو طرح سے حصہ وراثت کا حقدار بن رہا ہو۔

ذوی الارحام کی وراثت میں تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فروع میں تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تقسیم کا آغاز ہی فروع سے کرتے ہیں اس لئے اعتبار بھی فروع ہی کی تعدد جہات کا کرتے ہیں۔

امام ابو یوسف کے اس قول میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اہل عراق اور اہل خراسان کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کوتے ہی نہیں بلکہ ذوجہتین کو بھی

ایک ہی جہت کے اعتبار سے وراثت دیتے ہیں جیسا کہ دادیوں کے سلسلے میں بھی وہ تعدد جہات کا اعتبار نہیں کرتے۔ ماوراء النہر کے علماء کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں اور یہی قول صحیح ہے۔

سوال

جب صحیح قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں تو پھر دادیوں کے سلسلے میں آپ نے تعدد کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

جواب

دادیوں کی وراثت میں اور ذوی الارحام کی وراثت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ دادیوں کو جو حصہ مل رہا تھا وہ ''فرضی'' تھا اور فرضی حصہ تعدد کی وجہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ جبکہ ذوی الارحام کو حکمی عصوبت کی وجہ سے حصہ وراثت ملتا ہے۔ چونکہ حقیقی عصوبت میں تعدد کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے جہاں حکمی عصوبت ہوگی وہاں پر بھی تعدد کا اعتبار کیا جائے گا۔

عصبات میں اعتبار تعدد کی مثال

نمبر:1۔ عینی بھائیوں کو دو جہتیں حاصل ہوتی ہیں اسی لئے وہ علاتی اور اخیافی پر مقدم ہوتے ہیں۔ کیونکہ علاتی اور اخیافی بھائیوں کو صرف ایک جہت سے رشتہ داری حاصل ہوتی ہے۔

نمبر:2۔ اخیافی بھائی، جب چچا کا بیٹا ہو تو اس میں وراثت کے دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

نمبر:3۔ چچا کا بیٹا، جب شوہر ہو تو اس میں بھی استحقاق وراثت میں دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

جس طرح اصلی عصبات میں تعدد اسباب کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح ذوی الارحام میں بھی تعدد کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ یہ عصبات تو نہیں ہیں لیکن عصبات کے حکم میں ہیں۔ لیکن یہ اعتبار ''فروع'' کے ابدان میں ہوگا۔ اصول کے ابدان میں تعدد کا

اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فروع سے مراد وہ ذوی الارحام ہیں جن میں ترکہ تقسیم ہو رہا ہے اور اصول سے مراد ان فروع کے وہ ماں باپ ہیں جو تقسیم ترکہ سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

آپ جہات کا اعتبار ”اصول“ میں کرتے ہیں اور سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوتا ہے وہیں پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں اور اس تقسیم کے دوران آپ اصول میں تعداد وہی ملحوظ رکھتے ہیں جو فروع کی ہوتی ہے۔ پھر ذکور کو ایک طائفہ اور اناث کو ایک طائفہ بناتے ہیں اور پھر اس سے نیچے بطن میں بھی جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں تقسیم کرتے ہیں اور اس تقسیم میں بھی تعداد وہی مدنظر رکھتے ہیں جو فروع کی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی نے نواسی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں اور وہ دونوں نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں۔ اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا ہو۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ایک بیٹے اور دو بیٹیوں میں کل ترکہ اثلاثاً تقسیم ہوگا۔ کیونکہ دونوں بیٹیاں دو جہتوں والی ہیں۔ ایک جہت یہ ہے کہ وہ میت کی نواسی کی بیٹیاں ہیں اور دوسری یہ کہ وہ میت کے نواسے کی بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ ان دو جہتوں کی وجہ سے دونوں بیٹیاں چار کے برابر ہو گئیں اور ساتھ ایک بیٹا ہے۔ چار بیٹیاں، دو بیٹوں کے برابر ہوتی ہیں۔ گویا کہ تین بیٹے ہو گئے اور ایسی صورت میں ترکہ کے تین حصے کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ کل مال کے تین حصے کر کے دو حصے دونوں بیٹیوں کو دیئے اور ایک حصہ بیٹے کو۔

مسئلہ 3

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
	2 بیٹیاں	بیٹا
	2	1

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسئلہ 28 سے بنے گا جس میں سے دو بیٹیوں کے لئے 22 سہام۔ 16 سہام ان کے باپ کی طرف سے اور 6 سہام ان کی ماں کی طرف

سے ۔ جبکہ بیٹے کو 6 سہام اس کی ماں کا حصہ ملے گا۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی تقسیم اس بطن سے شروع ہوگی جہاں سے ذکورت وانوثت کا فرق ہوا ۔ چنانچہ بطن ثانی میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے ۔ اس بطن میں بیٹا، دو بیٹوں کے قائم مقام ہے کیونکہ اس بیٹے کی فروع میں دو بیٹیاں ہیں۔ تو ان کے مذہب کے مطابق ان فروع کی تعداد کو اسی اصول میں تقسیم کے دوران ملحوظ رکھا جائے گا۔ اب ہوا یہ ہے کہ اس بطن میں ذکورت لڑکے کی ہے اور تعداد اس کی فروع کی۔ اس لئے گویا کہ یہ ایک لڑکا نہیں بلکہ دو لڑکے ہیں ۔ یونہی ایک بیٹی بھی ایسی ۔ ہے جس کی فروع میں دو بیٹیاں ہیں اس لئے ان کی تعداد کا بھی یہیں پر ہی اعتبار کیا جائے گا۔ تو وہ بھی ایک بیٹی نہیں بلکہ گویا کہ دو بیٹیاں ہونگیں ۔ اور ایک بیٹی ایسی ہے جس کی فروع میں بھی تعداد ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اس بطن میں کل سات ابدان ہوئے ۔ وہ اس طرح کہ ایک بیٹی دو کے برابر، اور ایک بیٹا دو بیٹوں کے برابر۔ بیٹا جن دو کے برابر ہوا ان میں سے ہر بیٹا پھر دو بیٹیوں کے برابر، گویا کہ یہ ایک بیٹا، چار بیٹیوں کے برابر ہوا ۔ اور ایک بیٹی مزید موجود ہے ۔ اس طرح (۲+۴+۱=۷) کل ابدان 7 ہوئے ۔ اس لئے اس بطن میں تقسیم کے لئے مسئلہ 7 سے بنایا۔ جن میں سے ایک بیٹے کو 4 اور دونوں بیٹیوں کو 3 سہام (ایک بیٹی کو 2 اور دوسری کو 1) ملیں گے ۔ پھر دونوں بیٹیوں کو ایک فریق بنائیں گے اور ان کے سہام کو جمع کرلیں گے ۔ اب اگلے بطن کی طرف متوجہ ہوئے تو دونوں بیٹیوں کے تحت دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے جن کا مسئلہ چار سے بنا چاہئے ۔ مافی الید (3) اور تصحیح (4) میں نسبت تباین کی ہے۔ اس لئے کل تصحیح (4) کو اصل مسئلہ (7) سے ضرب دی ۔ تو (۷×۴=۲۸) حاصل ضرب 28 ہوا۔

سابقہ قوانین کے مطابق اب اس تصحیح سے حصہ پانے والے تمام فریقوں کے سہام کو بھی اسی (4) سے ہی ضرب دیں گے ۔ چنانچہ اس تصحیح میں سے بطن ثانی کے ایک بیٹے کو

4 سہام ملے تھے ان کو 4 سے ضرب دی تو (۴×۴=۱۶) حاصل ضرب 16 ہوا۔ بطن ثانی میں دولڑکیوں کے 3 سہام تھے۔ ان کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب بطن ثانی میں چونکہ دونوں بیٹیوں کا مافی الید 12 ہے اس لئے یہ 12 دو بیٹیوں میں برابر تقسیم کئے تو ہر بیٹی کو 6 سہام ملے، پھر ایک بیٹی کے نیچے بیٹی ہے، اس کے 6 سہام ان 2 دو بیٹیوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ اور دوسری بیٹی کے نیچے ایک بیٹا ہے، اس کے سہام اس کے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔ اب بطن ثانی میں ایک بیٹے کے پاس 16 سہام ہیں یہ 16 سہام اس کی فروع میں موجود دو بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کئے تو ہر ایک کو 8 سہام آئے۔ اس طرح دونوں بیٹیوں کے پاس مجموعی سہام، 22 ہو گئے۔ کیونکہ ماں کی طرف سے ان کو 6 سہام ملے ہیں اور باپ کی طرف سے 16۔ اور بیٹے کے پاس کل 6 سہام ہیں جو اس کو اپنی ماں کی طرف سے ملے ہیں۔ یہی وہ دعویٰ تھا جو اس بحث کے آغاز میں ہم نے کیا تھا۔

مسئلہ 28=4×7

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
6	16=4×4	6
2 بیٹیاں		بیٹا
22=16+6		6

فصل فی فصل فی الصنف الثانی

اولٰھم بالمیراث اقربھم الی المیت من ای جھة کان وعند الاستواء فمن کان یدلی بوارث فھو اولیٰ کاب ام الام اولیٰ من اب الام عند ابی سھیل الفرائضی ابیٰ الفضل الخصاف وعلی بن عیسیٰ المصری ولا تفضیل لہ عند ابی سلیمان الجرجانی وابی علی البستی وان استوت منازلھم ولیس فیھم من یدلی بوارث او کان کلھم یدلون بوارث واتفقت صفة من یدلون بھم واتحدت قرابتھم فالقسمة حینئذ علیٰ ابدانھم وان اختلفت صفة من یدلون بھم یقسم المال علیٰ اول بطن اختلف کما فی الصنف الاول وان اختلفت قرابتھم فالثلثان لقرابة الاب وھو نصیب الاب والثلث لقرابة الام وھو نصیب الام ثم ما اصاب لکل فریق یقسم بینھم کما لو اتحدت قرابتھم

ترجمہ

ان میں سے میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی بھی جہت سے ہو اور برابری کے وقت جو وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہوگا وہ زیادہ مستحق ہوگا، جیسا کہ نانی کا باپ زیادہ حقدار ہے بہ نسبت نانا کے باپ کے۔ (یہ حکم) حضرت ابوسہیل فرائضی، حضرت ابوفضل الخصاف اور حضرت علی بن عیسیٰ المصری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ہے)۔ اور امام ابوسلیمان الجرجانی اور ابوعلی البستی کے نزدیک اس کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اگر ان سب کا مرتبہ برابر ہو اور ان میں کوئی بھی بذریعہ وارث رشتہ دار نہ ہو یا سب کے سب وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہوں اور ان کی صفت بھی متحد ہو جن کے واسطے سے نسبت حاصل کر رہے ہیں اور ان کا درجہ قرابت بھی متفق ہو تو ان کے درمیان تقسیم ان کے ابدان پر ہوگی اور اگر ان لوگوں کی صفت مختلف ہو جن کے ذریعے سے یہ میت کے رشتہ دار ہیں تو مال تقسیم کیا جائے گا اس بطن پر جہاں سب سے پہلے اختلاف

ہوا، جیسا کہ صنف اول میں ہوا اور اگر ان کی قرابت مختلف ہو تو دو ثلث باپ کی قرابت والے کے لئے اس کے باپ کا حصہ ہوگا اور ایک ثلث ماں کی قرابت والے کے لئے ماں کی قرابت کا حصہ ہوگا۔ پھر ہر فریق کو جو حصہ ملا ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اگر ان کی قرابت متحد ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذوی الارحام کی دوسری قسم

اس قسم میں ساقط دادے اور ساقط دادیاں ہیں۔

ضابطہ

"ذوی الارحام" کی اس صنف کے لوگ دو حال سے خالی نہ ہونگے کہ وہ سب درجہ میں برابر ہوں گے یا نہیں۔ بصورت ثانی جو اقرب ہوگا اس کو مال دیا جائے گا ابعد محروم ہوگا۔ اور اگر درجہ میں برابر ہوں گے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ان سب کی قرابت ایک جیسی ہے یا نہیں۔ بصورت ثانی ان کے درمیان مال کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کے قرابت داروں کو اور ایک حصہ ماں کے قرابت داروں کو دیا جائے گا۔ اور اگر قرابت ایک جیسی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ان کے اصول کی صفت ایک جیسی ہے یا نہیں۔ بصورت اول فروع کے ابدان کے اعتبار سے مال تقسیم کیا جائے گا اور بصورت ثانی سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہو وہاں پر تقسیم کریں گے۔ جیسا کہ صنف اول میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

☆ ان میں سے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا اس کی رشتہ داری خواہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ اور اقرب کے اولیٰ ہونے کی وجہ صنف اول کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ چنانچہ ماں کا باپ اولیٰ ہوگا ماں کی ماں کے باپ سے۔ اسی طرح باپ کی مان کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کی ماں کے باپ سے۔ اور ماں کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کے باپ سے۔

☆ اگر قرب میں سب برابر ہوں تو پھر جو میت کی طرف بواسطہ وارث کے منسوب

ہوتا ہے وہ اولیٰ ہوگا بہ نسبت اس کے جو غیر وارث کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے۔

یہ مسلک **ابو سہیل فرائضی اور ابو فضل خصاف اور علی بن عیسیٰ بصری** کا ہے۔ ان کے نزدیک نانی کا باپ نانا کے باپ سے اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں اگر چہ قرب درجہ میں تو برابر ہیں لیکن نانی کا باپ نانی کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہے اور نانی میراث میں سے حصہ پایا کرتی ہے۔ جبکہ نانے کا باپ، نانے کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو رہا ہے اور نانا چونکہ خود جد فاسد ہے اس لئے یہ نانی کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں پاتا، معلوم ہوا کہ نانی، نانا سے اقویٰ ہے اس لئے اقویٰ کا باپ اولیٰ ہوگا غیر اقویٰ کے باپ سے۔

ابو سلیمان جوزجانی اور ابو علی البستی وارث اور غیر وارث کے واسطے میں کوئی فرق نہیں کرتے، مذکورہ صورت میں ان کے مسلک کے مطابق ترکہ اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا جس میں سے دو ثلث نانا کے باپ کے لئے اور ایک ثلث نانی کے باپ کے لئے ہوگا۔

☆ اگر سب قرب و بعد میں برابر ہوں اور ان میں کوئی بھی وارث کے واسطے سے منسوب نہ ہو جیسا کہ دادی کے باپ کا باپ (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کا باپ غیر وارث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے) اور دادی کے باپ کی ماں (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کی ماں غیر وراث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے) یا سب کے سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوتے ہوں جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ۔ مطلب یہ کہ واسطے کا بھی فرق نہ ہو اور جن کے واسطے سے منسوب ہو رہے ہیں ان میں بھی ذکورت وانوثت کا فرق نہ ہو جیسا کہ دادی کا دادا اور دادی کی دادی اور ان میں قرابت کے متعلق کا بھی فرق نہ ہو یعنی کہ سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے منسوب ہوں یا سب کے سب میت کی ماں کی جانب سے منسوب ہوں جیسا کہ ابھی مثالوں میں گزرا تو ایسی صورت میں ان فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ مذکورہ مثال میں کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو ثلث دادی کے دادا کو

دیں گے اور ایک ثلث دادی کی دادی کو۔

☆جن کے واسطے سے یہ منسوب ہوتے ہیں اگر ان کی صفات ذکورت وانوثت میں مختلف ہوں اگر چہ درجہ ایک ہی ہو، جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوا وہاں پر مال کو تقسیم کریں گے پھر مذکروں کو ایک طائفہ اور مؤنثوں کو ایک طائفہ بنائیں گے، پھر اس کے بعد والے بطن کو دیکھیں گے بالکل اسی طرح جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا ویسے ہی یہاں کریں گے۔

☆اگر قرب درجہ تو برابر ہو لیکن قرابت میں فرق ہو یعنی بعض ماں کی طرف سے منسوب ہوں اور بعض باپ کی طرف سے۔ جیسا کہ دادا کے نانا کی ماں اور نانا کے دادا کی ماں چھوڑی ہو تو کل مال کے تین حصے کریں گے جس میں سے باپ کی قرابت والوں کو دو ثلث اور ماں کی قرابت والوں کو ایک ثلث دیں گے پھر ہر فریق کو جو سہام پہنچیں وہ سہام اس فریق اور اس سے نیچے بطون میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ کہ باپ کی قرابت والوں میں ثلثان اور ماں کی قرابت والوں میں ثلث تقسیم کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

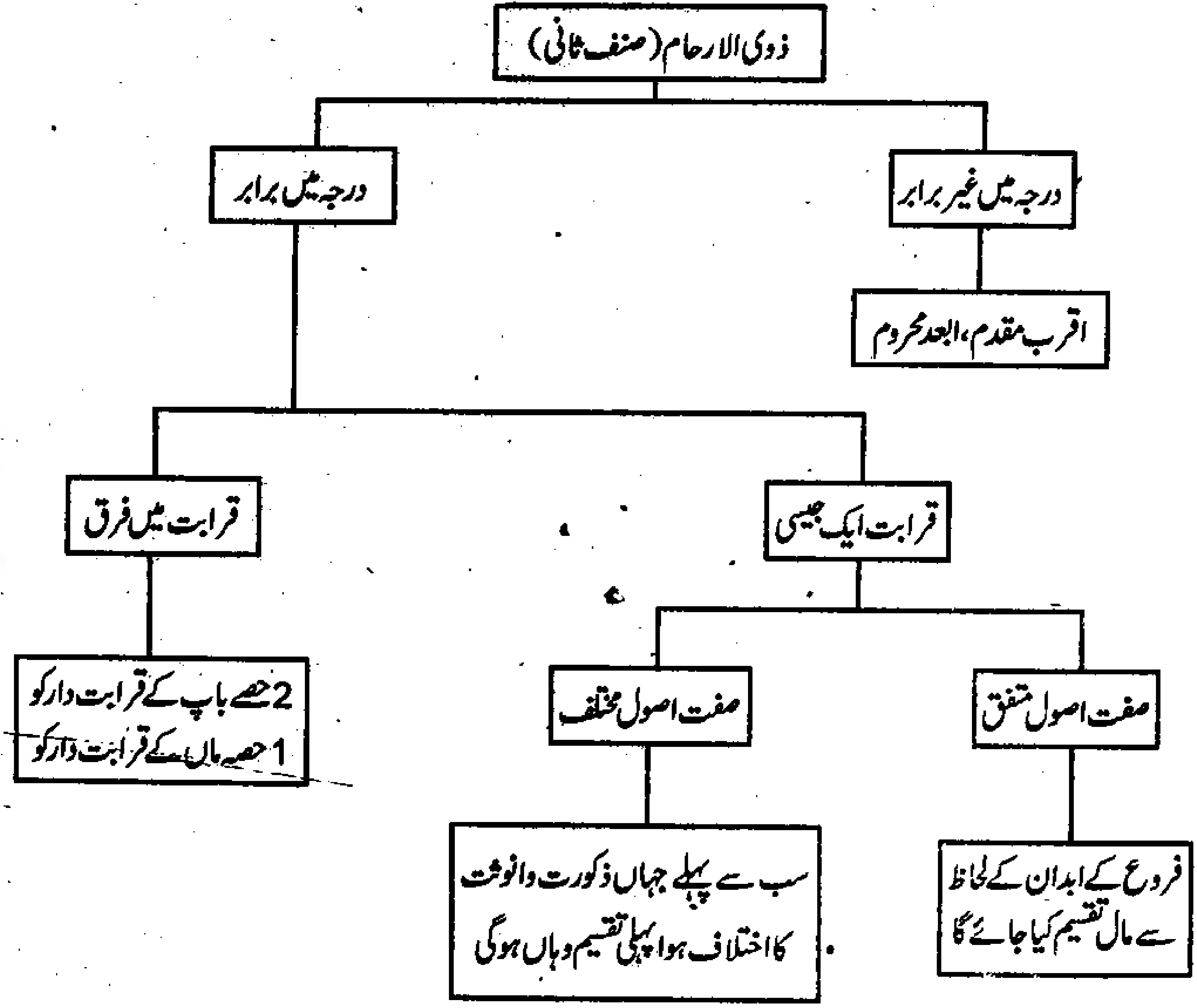
ذوی الارحام (صنف ثانی)
درجہ میں غیر برابر
درجہ میں برابر
اقرب مقدم، ابعد محروم
قرابت ایک جیسی
قرابت میں فرق
صفت اصول متفق
صفت اصول مختلف
2 حصے باپ کے قرابت دار کو
1 حصہ ماں کے قرابت دار کو
فروع کے ابدان کے لحاظ سے مال تقسیم کیا جائے گا
سب سے پہلے جہاں ذکورت وانوثت کا اختلاف ہوا پہلی تقسیم وہاں ہوگی

فصل فى الصنف الثالث

الحكم فيهم كالحكم فى الصنف الاول اعنى اولهم بالميرات اقربهم الى الميت وان استووا فى القرب فولدالعصبه اولى من ولد ذوى الارحام كبنت ابن الاخ وابن بنت الاخت كلاهما لاب وام اولاب اواحدهما لاب وام والاخر لاب المال كله لبنت ابن الاخ لانها ولد العصبة ولو كانا لام المال بينهما للذكر مثل حظ الانثيين عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ باعتبار الابدان وعند محمد رحمه الله تعالىٰ المال بينهما انصافا باعتبار الاصول بهذه الصورة

ميت

الاخ لام	الاخت لام
ابن	بنت
بنت	ابن

وان استووا فى القرب وليس فيهم ولد عصبة او كان كلهم اولاد العصبات او كان بعضهم اولاد العصبات وبعضهم اولاد اصحاب الفرائض فابويوسف رحمه الله تعالىٰ يعتبر الاقوىٰ ومحمد رحمه الله تعالىٰ يقسم المال علىٰ الاخوة والاخوات مع اعتبار عددالفروع والجهات فى الاصول فما اصاب كل فريق يقسم بين فروعهم كما فى الصنف الاول كما اذاترك ثلاث بنات اخوة متفرقين وثلثة بنين وثلث بنات اخوات متفرقات بهذه الصورة

ميت

اخ لاب وام	اخ لاب	اخ لام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لام
بنت	بنت	بنت	ابن بنت	ابن بنت	ابن بنت

عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ يقسم كل المال بين فروع بنى الاعيان

ثم بین فروع بنی العلات ثم بین فروع بنی الاخیاف للذکر مثل حظ الانثیین ارباعا باعتبار الابدان وعند محمد رحمه الله تعالیٰ یقسم ثلث المال بین فروع بنی الاخیاف علی السویة اثلاثا لاستواء اصولهم فی القسمة والباقی بین فروع بنی الاعیان انصافا لاعتبارعدد الفروع فی الاصول نصفه لبنت الاخ نصیب ابیها والنصف الاخر بین ولدی الاخت للذکر مثل حظ الانثیین باعتبار الابدان وتصح من تسعة ولو ترک ثلث بنات بنی اخوة متفرقین بهذه الصورة

میت

الاخ لاب وام	الاخ لاب	الاخ لام
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت

المال کله لبنت ابن الاخ لاب وام بالاتفاق لانها ولد العصبة ولها ایضا قوة القرابة

ترجمہ

اس صنف کی میراث کا حکم بھی صنف اول کی طرح ہے، یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور اگر سب کے سب قرب درجہ میں برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے اولیٰ ہوگی جیسا کہ بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں یا ان میں سے کوئی ایک عینی اور دوسرا علاتی، تو تمام مال بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر دونوں اخیافی ہوں تو مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال ان کے درمیان انصافا تقسیم کیا جائے گا اصول کا اعتبار

کرتے ہوئے۔ اس صورت کے مطابق

میت

اخیافی بھائی	اخیافی بہن
بیٹا	بیٹی
بیٹی	بیٹا

اور اگر وہ قرب درجہ میں برابر ہوں اور ان میں کوئی ولد العصبہ نہ ہو یا تمام کے تمام عصبات کی اولاد ہوں یا ان میں سے بعض عصبات کی اور دیگر بعض اصحاب الفرائض کی اولاد ہوں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقویٰ کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مال تقسیم کرتے ہیں بہن اور بھائیوں میں فروع کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس طرح ہر فریق کو جو حصہ پہنچے وہ ان کی فروع میں تقسیم کیا جائے گا، جیسا کہ صنف اول میں ہوا مثلاً کسی نے تین متفرق بھائیوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ اور متفرق بہنوں کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہوں، درج ذیل صورت کے مطابق

میت

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال بنو اعیان کی فروع میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر بنو علات کی فروع میں، پھر بنو اخیاف کی فروع میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر۔ ارباعاً ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور امام محمد کے نزدیک مال کا ایک ثلث بنو اخیاف کے درمیان برابر اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا کیونکہ ان کے اصول تقسیم میں برابر ہیں۔ اور باقی مال بنو اعیان کی فروع کے درمیان انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ فروع کی تعداد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے۔ اس کا نصف بھائی کی بیٹی کے لئے ہوگا اپنے باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف بہن کی دونوں اولادیں، ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر لیں گی۔ اور مسئلہ کی تصحیح 9 سے ہوگی۔

اور اگر متفرق بھائیوں کے بیٹوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں درج ذیل صورت

کے مطابق

میت

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی
بیٹا	بیٹا	بیٹا
بیٹی	بیٹی	بیٹی

تو تمام مال بالاتفاق عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اس کے لئے قوت قرابت بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذوی الارحام کی تیسری صنف

اس صنف میں بھانجے، بھانجیاں اور اخیافی بھائی کے بیٹے شامل ہیں۔

اس صنف کا حکم ”صنف اول“ کی طرح ہے یعنی کہ وراثت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ چنانچہ بہن کی بیٹی، بھائی کے نواسے سے مقدم ہوگی۔ کیونکہ یہ بھائی کے نواسے کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

اگر سب کے سب قرب درجہ میں برابر ہوں تو پھر اُن میں جو عصبہ کی اولاد ہوگی وہ ”ذوی الارحام“ کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ مثلاً بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے پر مقدم ہوگی۔ کیونکہ بھائی کا بیٹا عصبہ ہے اور اس کی اولاد عصبہ کی اولاد ہوگی جبکہ بہن کی بیٹی عصبہ نہیں ہے، اس لئے اس کی اولاد ”عصبہ“ کی اولاد نہ ہوگی۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بھائی اور بہن میں سے ہر ایک عینی ہو یا علاتی یا مختلف۔ دونوں میں سے کوئی بھی اخیافی نہ ہو۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

1 ......☆ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = عینی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

2 ......☆ علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاتی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

3 ......☆ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاتی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

4 ......☆ علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = عینی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

مذکورہ تمام صورتوں میں بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے سے مقدم ہوگی۔

سوال

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر (تیسری صنف میں) ”فولد العصبۃ“ کہا ہے۔ جبکہ صنف اول میں ”فولد الوارث“ کہا تھا اور وارث سے وہاں پر مراد ذی فرض لیا تھا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

صنف اول میں ایسا ذورحم متصور ہی نہیں ہے جو عصبہ کی اولاد ہو۔ اس لئے وہاں عصبہ کہنے کی حاجت بھی نہ تھی۔ صنف اول میں عصبہ کی اولاد کے متصور نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بطن ثانی میں عصبہ کی اولاد یا تو ''عصبہ'' ہوگی جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یا ''ذی فرض'' ہوگی، جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کی بیٹی۔ معلوم ہوا کہ بطن ثانی میں ''ذوی الارحام'' دو طرح کے ہوسکتے ہیں۔

نمبر:۱۔ عصبہ کی اولاد۔

نمبر:۲۔ ذوی الاحام کی اولاد۔

صنف اول میں ''ولد صاحب فرض'' کہنے کی بجائے ''ولد الوارث'' کہنے میں اختصار تھا۔ صنف ثالث میں ''ولد العصبہ'' کہا۔ کیونکہ اس میں ولد ذوی الارحام کے درجے میں ''ولد صاحب الفرض'' متصور نہیں ہے۔ اس لئے کہ بھائی کی اولاد میں ''صاحب فرض'' صرف بطن اول ہی میں ہوسکتے ہیں جبکہ ''ولد ذي الرحم بطن'' ثانی اور ثالث میں بھی ہوسکتا ہے۔ اس سے قبل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یہ درجہ میں برابر نہیں ہوسکتے بخلاف ''ولد عصبہ'' کے، کہ یہ کبھی ''ولد ذی الرحم'' کے درجے میں بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

☆ اخیافی بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور اخیافی بہن کی بیٹی کا بیٹا ہو تو مال ان دونوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابویوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگی۔ کیونکہ توریث میں اصل تو یہ ہے کہ مذکر کا حصہ مؤنث کے حصہ سے دوگنا ہو، جبکہ اخیافی بہن بھائیوں میں اس اصل کو محض اس لئے ترک کردیا گیا کہ ان کے بارے میں نص وارد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان کانوا اکثر من ذالك فهم شركاء في الثلث

''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں''

اخیافی بہن بھائیوں میں اس اصل کو نص کی وجہ سے چھوڑا گیا ہے۔ لیکن اِن کی اولاد میں اور ان میں فرق ہے وہ یہ کہ اِن کی اولاد کبھی بھی ذی فرض نہیں ہوتی جبکہ یہ خود ذی فرض ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ حکم جو اِن اخیافی بہن بھائیوں کے لئے آیا وہ ان کی اولادوں کو شامل نہ ہوگا۔ اس لئے ان کی اولاد میں یہ اصل جاری کی جائیگی اوران میں مذکر کو مؤنث پر ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ اصلی عصوبت میں دی جاتی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصول کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ یہی ظاھر الروایۃ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ماں کی قرابت کی وجہ سے ہوتی ہے اوراس قرابت کے اعتبار سے کسی مذکر کو مؤنث پر فضیلت حاصل نہیں ہوگی بلکہ کبھی یوں بھی ہوسکتا ہے کہ مؤنث، مذکر پر فضیلت پاجائے جیسا کہ ماں کی ماں ''ذی فرض'' ہے جبکہ ماں کا باپ ''ذی فرض'' نہیں ہے۔

اگر سب کے سب قرب میں برابر ہوں اوران میں کوئی عصبہ کی اولاد نہ ہو جیسا کہ بھائی کی بیٹی کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی کا بیٹا، یا سب کے سب عصبہ کی اولاد ہوں جیسا کہ عینی یا علاتی بھائی کی دو بیٹیوں کی بیٹیاں، یا بعض عصبات کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی، جیسا کہ عینی بھائی کی بیٹی اوراخیافی بھائی کی بیٹی۔

ایسی صورت حال میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقوی فی القرابت کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک جس کی اصل ماں اور باپ دونوں کی جانب سے رشتہ دار ہے وہ اس ذی رحم سے مقدم ہونگے جن کی اصل صرف باپ یا صرف ماں کی جانب سے رشتہ دار ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک عینی بہن کی بیٹی کی بیٹی، علاتی بھائی کی بیٹی کی بیٹی سے مقدم ہوگی۔ یونہی جن ذوی الارحام کی اصل صرف باپ کی طرف سے رشتہ دار ہے وہ مقدم ہوگی ان ذوی الارحام پر جن کی اصل صرف ماں کی طرف سے میت کی رشتہ دار ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہن اور بھائیوں میں جہات فی الاصول اور تعدد فروع کا لحاظ کرتے ہوئے بہن بھائیوں میں مال تقسیم کرتے ہیں۔ ان اصولوں کے فریقوں کو جو حصہ

ملے وہ ان فریقوں کی فروع میں تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا۔ مثلاً کسی میت نے تین بھتیجیاں چھوڑی ان میں سے ایک عینی بھائی کی بیٹی ہے ایک علاتی کی اور ایک اخیافی بھائی کی۔ یونہی تین بھانجے چھوڑے اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کا بیٹا ہے ایک علاتی کا اور ایک اخیافی بہن کا۔ یونہی تین بھانجیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کی بیٹی ہے ایک علاتی بہن کی اور ایک اخیافی بہن کی۔

مسئلہ 4

میت

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی
1	محروم	محروم	2، 1	محروم	محروم

اس مذکورہ مسئلہ میں ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن ہے جن کے تحت دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک عینی بہن بھائیوں کی اولاد چونکہ مقدم ہے اس لئے ترکہ انہیں میں ارباعاً تقسیم کیا جائے گا جب کہ علاتی اور اخیافی بہن بھائیوں کی اولاد محروم ہوگی۔ چونکہ اس مسئلہ میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اس لئے 4 سے مسئلہ بنایا، جس میں سے عینی بھائی کی بیٹی کو 1، عینی بہن کی بیٹی کو 1 اور عینی بہن کے بیٹے کو 2 سہام ملیں گے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخیافی بہن اور اخیافی بھائی کی اولاد کو مال کا ثلث دیا جائے گا اور یہ ثلث تمام میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ اخیافی بھائی کی ایک بیٹی اور اخیافی بہن کے ایک بیٹے اور ایک بہن میں یہ ثلث برابر تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ اصول میں یہ سب برابر ہیں (وہ اس طرح کہ یہ سب جس کی اولادیں ہیں وہ میت کی طرف اس کی ماں کی جانب سے منسوب ہوتے ہیں) چونکہ سب کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اس لئے سب کو برابر برابر ترکہ ملے گا۔ اور اِن کو ''ثلث المال'' دینے کے بعد جو کچھ بچ رہے۔ وہ عینی بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اس تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ عینی بھائی ایک ہے اور عینی بہن ایک ہے لیکن عینی بہن کے نیچے فروع کی تعداد 2 ہے تو اِن کے مذہب کے مطابق صفت، اصول کی اور تعداد، فروع کی لی جائے گی۔ تو گویا کہ دو عینی بہنیں ہیں۔ اور ایک

بھائی دو بہنوں کے برابر ہوتا ہے۔ گویا کہ اس بطن میں چار بہنیں ہوئیں اور جہاں ایسی صورت حال ہو وہاں ترکہ انصافاً تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان میں اخیافی کی اولادوں سے بچا ہوا ترکہ آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ آدھا ترکہ عینی بھائی کی بیٹی کے لئے اور آدھا ترکہ عینی بہن کی بیٹی اور بیٹے کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ پہلے تو مسئلہ 3 سے بنائیں گے جس میں سے ثلث یعنی 1 اخیافی بہن بھائی کی اولادوں کو دیا۔ یہ ایک ہے جب کہ اخیافی کی اولاد کی تعداد 3 ہے۔ سہام، رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ سہام (1) اور عدد رؤوس (3) میں نسبت تباین کی ہے۔

اسی طرح ماقی (2) ایک عینی بہن اور ایک عینی بھائی میں انصافاً تقسیم کیا تو ہر ایک کو ایک ایک سہم آیا۔ عینی بہن کا ما فی الید ایک سہم ہے، اس کے نیچے فروع (ایک بیٹی اور ایک بیٹا) کا مسئلہ 3 سے بنے گا۔ سہام، مسئلہ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ سہام اور مسئلہ میں نسبت تباین کی ہے۔ اس مسئلہ میں دو فریق ایسے ہو گئے جن کے سہام ان کے رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے عدد رؤوس میں مماثلت ہے اس لئے کسی ایک (3) کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 آیا۔ اب 9 سے اس مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

اصل مسئلہ سے اخیافی بہن کا 1 تھا اس کو ضرب دی 3 کے ساتھ تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 آیا۔ عینی کی اولادوں کے لئے 2 سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 آیا۔ اب یہ 6 سہام عینی بھائی کی ایک بیٹی اور عینی بہن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹے کے درمیان تقسیم کریں گے چنانچہ اولاً تقسیم بہن بھائیوں میں کریں گے کیونکہ اسی بطن میں ذکورت وانوثت کا فرق ہے، عینی بھائی کو 3 سہام اور یہی سہام اس کی بیٹی کو ملیں گے۔ جبکہ عینی بہن اور اس کے نیچے فروع کی تعداد 2 ہے گویا کہ 2 بہنیں ہوئیں اور دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے۔ بھائی کو اس بطن میں 3 سہام ملے تھے اس لئے دو بہنوں کو بھی 3 سہام ملیں گے۔ اس بہن کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ یہ 3 سہام ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو بیٹی کو 1 سہم

اور بیٹے کو دو سہام آجائیں گے۔ اس طرح امام محمد کے نزدیک مسئلہ 9 سے حل ہوگا۔

مسئلہ 3×3=9

میت

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی
3	محروم	1	2 1	محروم	1 1

﴿امام محمد اور امام ابو یوسف کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کا تجزیہ﴾

☆امام ابو یوسف نے عینی بھائی کی بیٹی کو کل مال کا ربع (1/4) دیا جبکہ امام محمد اس کو کل مال کا ثلث (3/9)۔

☆امام ابو یوسف نے علاتی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا، امام محمد نے بھی محروم رکھا۔

☆امام ابو یوسف نے اخیافی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا جبکہ امام محمد نے اس کو ایک سہم (1/9) دیا۔

☆امام ابو یوسف نے عینی بہن کے بیٹے کو (2/4) دیئے تھے جبکہ امام محمد نے (2/9) دیئے۔

☆امام ابو یوسف نے عینی بہن کی بیٹی کو (1/4) دیا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا ہے۔

☆امام ابو یوسف نے علاتی بہن کی بیٹی اور بیٹے کو محروم رکھا تھا امام محمد نے بھی ان کو محروم رکھا۔

☆امام ابو یوسف نے اخیافی بہن کے بیٹے کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا۔

☆امام ابو یوسف نے اخیافی بہن کی بیٹی کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا۔

اگر کسی نے تین بھتیجوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں اس طرح کہ ایک بیٹی عینی بھائی کے بیٹے کی ہو، ایک بیٹی علاتی بھائی کے بیٹے کی ہو اور ایک بیٹی اخیافی بھائی کے بیٹے کی ہو۔ تو ایسی صورت میں بالاتفاق تمام ترکہ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کا ہوگا اور علاتی و اخیافی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ امام محمد کے نزدیک وہ عصبہ کی بیٹی ہے اس لئے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں قوت قرابت ہے۔

مسئلہ 1

میت

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی
بیٹا	بیٹا	بیٹا
بیٹی	بیٹی	بیٹی
1	محروم	محروم

نوٹ

اس مقام پر بعض شارحین نے اصول کی صفت اور فروع کی تعداد کا اعتبار کرنے کے لئے ایک اور بھی مثال بیان کی ہے۔

جیسا کہ کسی نے علاتی بھائی کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو اور دو بیٹیاں علاتی بہن کے بیٹے کی چھوڑی ہوں اور یہی دونوں عینی بہن کی بیٹی کی بھی بیٹیاں ہوں اور اخیافی بہن کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو۔ تو امام ابو یوسف کے نزدیک سارے کا سارا ترکہ عینی بہن کی بیٹی کی دونوں بیٹیوں کو ملے گا کیونکہ ان کو جو قوت قرابت حاصل ہے وہ دیگر میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

مسئلہ 2.

میت

علاتی بھائی	علاتی بہن	عینی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا
بیٹا	2 بیٹیاں		بیٹی
محروم	2		محروم

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے بہنوں بھائیوں (جوکہ اصول ہیں) میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا اوراس تقسیم میں اصول کی ذکورت وانوثت کا اورفروع کی تعدادکا اعتبار کریں گے۔ پھر ہر فریق کے حصے میں جوکچھ آئے وہ اس کی فروع میں تقسیم کیاجائے گا۔

چنانچہ یہاں پر اصل مسئلہ 6 سے بنایا جائے گا کیونکہ بنواخیاف ایک ہوتو اس کا ''سدس'' ہواکرتا ہے۔ اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے، جس میں سے سدس(1 سہم) اخیافی بہن کے لئے ہے۔ ثلثان(4 سہام) عینی بہن کے لئے کیونکہ اس کی فروع کی تعداد2 ہےتو گویا کہ خود عینی بہنیں ہی 2 ہیں۔ باقی 1 بچا۔ وہ علاتی بھائی اوربہن کے لئے ہے۔ اوراس بطن میں جب اس کی فروع کی تعداد(2) کالحاظ کریں گے تو گویا کہ دوعلاتی بہنیں ہوگئیں۔ توباقی ماندہ ایک سہم ان دوعلاتی بہنوں اورایک علاتی بھائی میں پوراپورا تقسیم نہیں ہورہا، جبکہ ''مافی الید'' اور ''رؤس'' نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع مسئلہ (2) کواصل مسئلہ(6) کے ساتھ ضرب دی تو (۱۲=۶×۲) حاصل ضرب 12 آیا۔ عینی بہن کے لئے اصل مسئلہ (6) سے 4 سہام تھے ان کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو (۸=۲×۴) حاصل ضرب 8 آیا۔ یہ اس عینی بہن کی دونوں بیٹیوں کودیا۔ اخیافی بہن کے لئے اصل مسئلہ(6) سے ایک سہم تھااس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی (۲=۱×۲) حاصل ضرب 2 آیا، یہ اس اخیافی بہن کے بیٹے کی بیٹی (پوتی) کو دیا۔ علاتی بہن اور بھائی کے لئے اصل مسئلہ(6) سے ایک سہم تھااس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو (۲=۲×۱) حاصل ضرب 2 آیا، ان میں سے ایک سہم علاتی کودیا جوکہ اس کی بیٹی کے بیٹے کودیااوردوسرا سہم علاتی بہن کو دیاجوکہ اس کے بیٹے کی 2 بیٹیوں پر پوراپورا تقسیم نہیں ہورہا جبکہ نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع مسئلہ(2) کواصل مسئلہ(12) سے ضرب دی تو (۲۴=۲×۱۲) حاصل ضرب 24 آیا۔ اس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ عینی بہن کی دونواسیوں کے لئے اصل مسئلہ(12) میں سے 8 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۱۶=۲×۸) حاصل ضرب 16 آیا، یہ حصہ ہے عینی بہن کی دونواسیوں

کا۔ اخیافی بہن کی پوتی کے اصل مسئلہ (12) میں سے 2 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۲+۲=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ یہ حصہ ہے اخیافی بہن کی پوتی کا۔ علاتی بھائی کے نواسے کے لئے 12 میں سے ایک سہم تھا اس کو 2 سے ضرب دی تو (۱×۲=۲) حاصل ضرب 2 آیا۔ یہ حصہ ہے علاتی بھائی کے نواسے کا۔ علاتی بہن کے لئے 1 سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو (۱×۲=۲) حاصل ضرب 2 آیا، یہ حصہ دے دیا علاتی بہن کی دو پوتیوں کو۔ اس طرح ذو جھتین 2 بیٹیوں کے لئے 18 سہام ہونگے 16 سہام ان کی نانی کا حصہ اور 2 سہام ان کی دادی کا حصہ۔ ان 18 سہام کو اگر دونوں پر تقسیم کریں تو ہر ایک کے حصہ میں 9 سہام آئیں گے۔

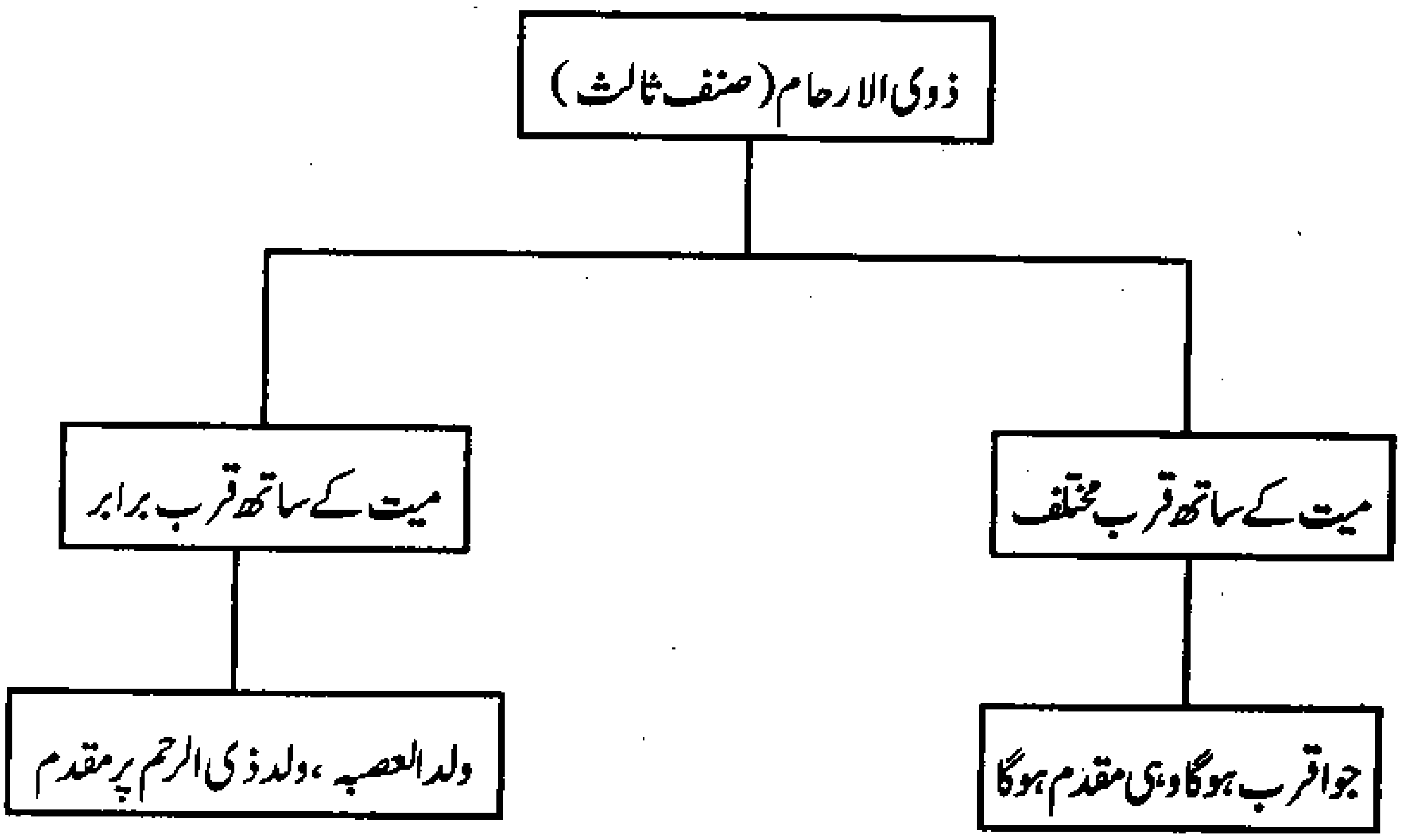
ذوی الارحام (صنف ثالث)
میت کے ساتھ قرب مختلف
میت کے ساتھ قرب برابر
جو اقرب ہوگا وہی مقدم ہوگا
ولد العصبہ، ولد ذی الرحم پر مقدم

فصل فی الصنف الرابع

الحکم فیھم انه اذا انفردوا حد منھم استحق المال کله لعدم المزاحم وان اجتمعوا و کان حیز قرابتھم متحدا کالعمات والاعمام لام او الاخوال والخالات فالاقویٰ منھم اولیٰ بالاجماع اعنی من کان لاب وام اولیٰ ممن کان لاب ومن کان لاب اولیٰ ممن کان لام ذکورا کانوا او اناثا وان کانوا ذکورا او اناثاواستوت قرابتھم فللذکر مثل حظ الانثیین کعم وعمة کلاھما لام او خال وخالة کلاھما لاب وام او لاب او لام وان کان حیز قرابتھم مختلفا فلااعتبار لقوة القرابة کعمة لاب وام وخالة لام اوخالة لاب وام وعمة لام فالثلثان لقرابة الاب وھو نصیب الام ثم ما اصاب کل فریق یقسم بینھم کمالواتحد قرابتھم

ترجمہ

ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی منفرد ہوتو تمام مال کا مستحق ہوگا کیونکہ کوئی مزاحم نہیں ہے اوراگروہ جمع ہوجائیں اوران کا حیز قرابت بھی متحد ہوجیسا کہ پھوپھیاں اوراخیافی چچے یا ماموں اورخالائیں توان میں سے جواقویٰ ہوگاوہ بالاجماع زیادہ حقدار ہوگا۔ یعنی جوعینی ہوگاوہ علاتی سے مقدم ہوگا اور جو علاتی ہوگاوہ اخیافی سے مقدم ہوگا۔ خواہ سب کے سب مذکر ہوں یا سب کے سب مؤنث اوراگرسب کے سب مذکر ہوں یا سب مؤنث اوران کی قرابت بھی متحد ہوتو (ان میں وراثت) للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگی جیسا کہ چچا اور پھوپھی جبکہ دونوں ہی اخیافی ہوں یا ماموں اورخالہ جبکہ دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں یا دونوں ہی اخیافی ہوں اوراگران کا حیز قرابت مختلف ہوتو قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ عینی پھوپھی اوراخیافی خالہ یا عینی خالہ اوراخیافی پھوپھی تو دوثلث باپ کی قرابت والے کے لئے اوروہ حصہ ہے باپ کا اورایک ثلث ماں کی قرابت کے لئے اوروہ حصہ ہے ماں کا۔ پھر ہر فریق کو جو حصہ پہنچے وہ ان کے درمیان اسی

طرح تقسیم کیا جائے گا جیسے اگر ان کا حیز قرابت متحد ہوتا تو تقسیم ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صنف رابع

اس صنف میں وہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو میت کے دادا اور نانا کی طرف یا دادی اور نانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ان میں درج ذیل لوگ شامل ہیں۔

۱...... پھوپھیاں (عینی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی)

۲...... اخیافی چچے

۳...... ماموں (عینی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی)

۴...... خالائیں (عینی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی)

حکم

اس صنف کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)

جب ان میں سے کوئی اکیلا ہو تو جمیع مال کا مستحق ہوگا، چنانچہ کسی نے صرف ایک پھوپھی چھوڑی یا صرف ایک اخیافی چچا چھوڑا یا صرف ایک ماموں چھوڑا یا صرف ایک خالہ چھوڑی تو سارے کا سارا مال اسی ایک کے لئے ہوگا۔

اعتراض

''جب کوئی وارث اکیلا ہو تو جمیع مال کا مستحق ہوگا'' یہ حکم صرف صنف رابع ہی کا تو نہیں ہے بلکہ یہ حکم تو چاروں اصناف میں پایا جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دیگر کسی بھی صنف میں یہ حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف صنف رابع میں ہی اس کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب

مصنف نے اختصار کے پیش نظر یہ حکم صرف چوتھی صنف میں بیان کیا کیونکہ جس شخص کو وراثت سے ادنی ممارست ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ایک حکم جو ابعد الاصناف (یعنی صنف رابع) کے لئے ثابت ہے وہ ان اصناف (صنف اول، ثانی اور ثالث) کے لئے بدرجہ اولی ثابت ہوگا جو اس کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

(۲)

جب سب جمع ہوں اور ان کا حیز قرابت بھی متحد ہو یعنی سب کے سب ایک ہی جہت سے (یعنی سب باپ کی جہت سے یا سب ماں کی جہت سے یا سب دونوں کی جہت سے) جیسا کہ پھوپھیاں، اخیافی چچے کہ دونوں کی میت کے ساتھ رشتہ داری اس کے باپ کی جہت سے ہوتی ہے اور ماموں اور خالہ کہ میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے جو قوت قرابت میں اقوی ہوگا بالاجماع وہی وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی جو عینی ہوگا وہ بالاجماع علاتی پر مقدم ہوگا اور جو علاتی ہوگا وہ اخیافی پر مقدم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جانبین کی قرابت اقوی ہوتی ہے جانب واحد کی قرابت سے اور باپ کی قرابت، ماں کی قرابت سے اقوی ہوتی ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث یعنی اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ خود مذکر ہو یا مؤنث۔

چنانچہ عینی پھوپھی (باپ کی عینی بہن) علاتی پھوپھی، اخیافی پھوپھی اور اخیافی چچا سے مقدم ہوگی۔ اس لئے جمیع مال عینی پھوپھی لے گی اور باقی محروم رہیں گے۔ یونہی علاتی پھوپھی، اخیافی پھوپھی اور اخیافی چچا سے مقدم ہوگی۔ اسی طرح ماموں اور خالہ ہے کہ ان میں بھی عینی، علاتی اور اخیافی پر مقدم ہونگے اور علاتی، اخیافی پر مقدم ہونگے۔

(۳)

اگر ان کا حیز قرابت متحد ہو اور ان میں مذکر بھی ہوں اور مؤنث بھی اور سب کے سب قوت قرابت میں بھی متحد ہوں یعنی سب عینی ہوں یا سب علاتی یا سب اخیافی۔ تو ان

کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ چچا اور پھوپھی کہ دونوں اخیافی ہوں یا ماموں اور خالہ کہ دونوں عینی ہوں یا دونوں علاتی ہوں یا دونوں اخیافی ہوں۔ کیونکہ پھوپھی اور چچا دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ''باپ'' ہے اور ماموں اور خالہ دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ''ماں'' ہے۔ جب دونوں کی اصل میں فرق نہیں ہے تو پھر ان کے اپنے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ تقسیم کیا جائے گا اس لئے ہم نے کہا ہے کہ ان میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔

(۴)

اگر ان کا حیز قرابت مختلف ہو (یعنی بعض باپ کی جانب سے رشتہ دار ہوں اور دیگر بعض ماں کی جانب سے) تو ان میں قوتِ قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا (یعنی کسی کو جانبین سے رشتہ دار ہونے کی بناء پر جانب واحد والے پر اور باپ کی جہت والے کو ماں کی جہت والے پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی) جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیافی خالہ یا عینی خالہ اور اخیافی پھوپھی چھوڑی ہو تو دوثلث باپ کی قرابت والی کو ملے گا اس کے باپ کا حصہ۔ اور ایک ثلث ماں کی قرابت والی کو اس کی ماں کا حصہ۔ جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیافی خالہ چھوڑی ہو اور ان کے ساتھ ساتھ ایک عینی خالہ، ایک علاتی خالہ اور ایک اخیافی خالہ چھوڑی ہو تو مال کا دوثلث باپ کی قرابت والوں (یعنی پھوپھیوں) کو ملے گا اور ایک ثلث ماں کی قرابت والوں (یعنی خالاؤں) کو ملے گا۔ پھر ہر ایک کو جو حصہ ملا وہ ان کے درمیان اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح کہ حیز قرابت متحد ہونے کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اسی مذکورہ مثال میں عینی پھوپھی اگرچہ مؤنث ہے لیکن اس کے باوجود قرابت کے اقویٰ ہونے کی وجہ سے ثلثان کی حقدار ہوگی اور عینی خالہ ثلث مال کی مستحق ہوگی کیونکہ اس کی قرابت کمزور ہے پھر اگر عینی پھوپھیاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی ثلثان ان سب میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر عینی خالائیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ایک ثلث ان

سب میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اعتراض

آپ نے ابھی تو یہ کہا تھا کہ جب حیز قرابت مختلف ہو تو قوتِ قرابت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اور اب آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ باپ کی قرابت والی کو دو ثلث ملے گا اور ماں کی قرابت والی کو ایک ثلث۔ یہ قوتِ قرابت کا اعتبار نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب

ہم نے جو یہ کہا تھا کہ ''قوتِ قرابت کا کوئی اعتبار نہیں ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عینی کے ہوتے ہوئے علاتی اور اخیافی بالکل محروم ہو جاتے ہیں اُس طرح یہاں نہیں ہوگا کہ عینی، علاتیوں کو بالکل محروم کردے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے۔ عینی نے علاتی اور اخیافی کو مکمل طور پر محروم نہیں کیا بلکہ ان کے لئے ایک ثلث چھوڑ دیا۔

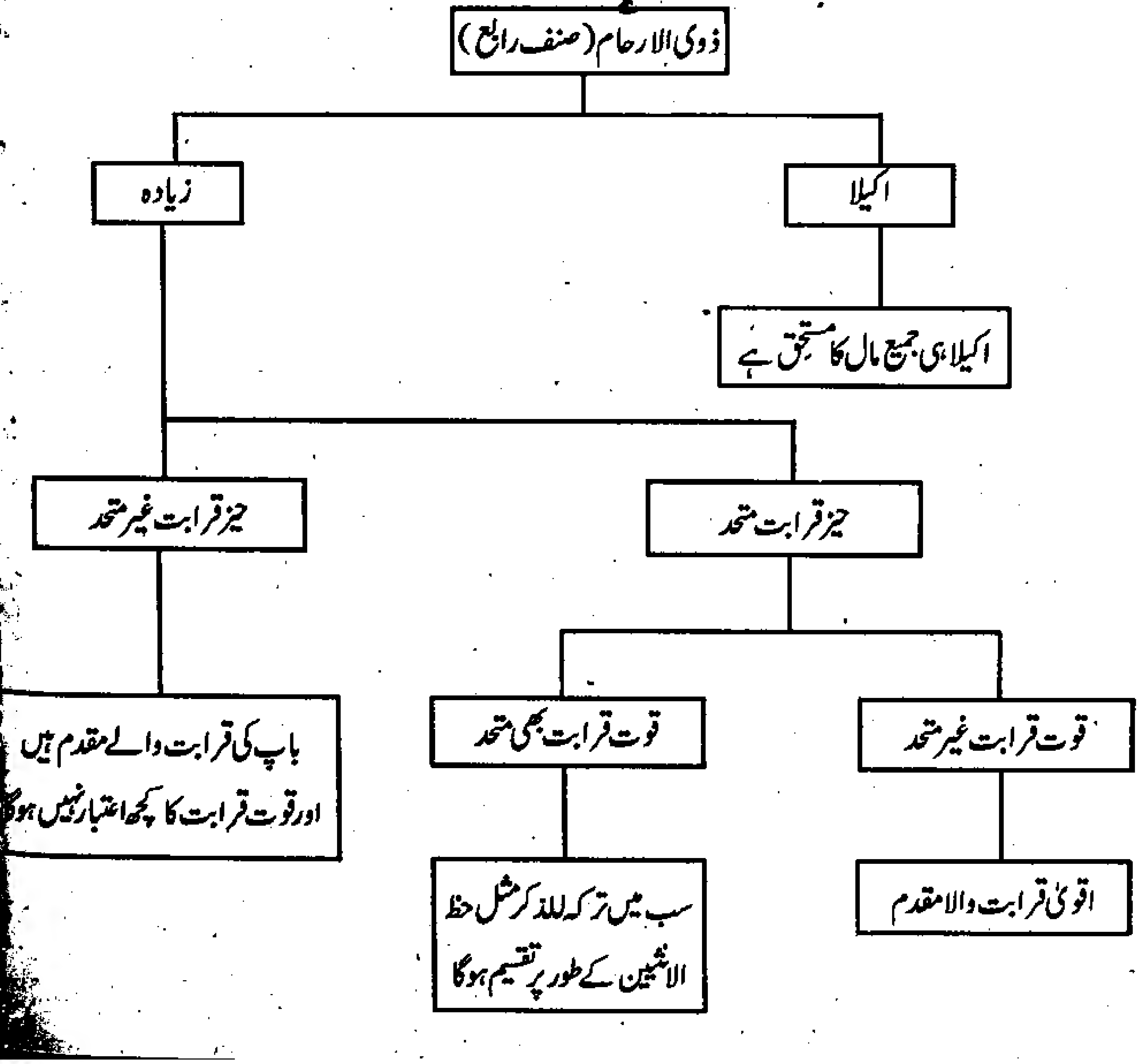
ذوی الارحام (صنف رابع)
اکیلا
زیادہ
اکیلا ہی جمیع مال کا مستحق ہے
حیز قرابت متحد
حیز قرابت غیر متحد
قوت قرابت غیر متحد
قوت قرابت بھی متحد
باپ کی قرابت والے مقدم ہیں اور قوت قرابت کا کچھ اعتبار نہیں ہو
اقویٰ قرابت والا مقدم
سب میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا

فصل فی اولادهم

الحکم فیهم کالحکم فی الصنف الاول اعنی اولٰهم بالمیراث اقربهم الیٰ المیت من ای جهة کان وان استووا فی القرب وکان حیز قرابتهم متحدا فمن کانت له قوة القرابة فهو اولیٰ بالاجماع وان استووا فی القرب والقرابة وکان حیز قرابتهم متحدا فولد العصبة اولیٰ کبنت العم وابن العمة کلاهما لاب وام اولاب المال کله لبنت العم لانها ولد العصبة وان کان احدهما لاب وام والاخر لاب المال کله لمن کان له قوة القرابة فی ظاهر الروایة قیاسا علیٰ خالة لاب مع کونها ولد ذی رحم هو اولیٰ بقوة القرابة من الخالة لام مع کونها ولد الوارثة لان الترجیح لمعنی فیه وهو قوة القرابة اولیٰ من الترجیح لمعنیٰ فی غیره وهو الادلاء بالوارث وقال بعضهم المال کله لبنت العم لاب لانها ولد العصبة وان استووافی القرب ولٰکن اختلف حیز قرابتهم فلااعتبار لقوة القرابة ولالولد العصبة فی ظاهر الروایة قیاسا علیٰ عمة لاب وام مع کونها ذات القرابتین وولد الوارث من الجهتین هی لیست باولیٰ من الخالة لاب او لام لکن الثلثین لمن یدلی بقرابة الاب فیعتبر فیهم قوة القرابة ثم ولد العصبة والثلث لمن یدلی بقرابة الام وتعتبر فیهم قوة القرابة ثم عند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ ما اصاب کل فریق یقسم علی ابدان فروعهم مع اعتبار عدد الجهات فی الفروع وعند محمد رحمه الله تعالیٰ یقسم المال علیٰ اول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول کما فی الصنف الاول ثم ینتقل هذاالحکم الی جهة عمومة ابویه وخؤولتهما ثم الیٰ اولادهم ثم الیٰ جهة عمومة ابوی ابویه وخؤولتهما ثم الیٰ اولادهم کما فی العصبات

ترجمہ

ان میں حکم ایسے ہی ہے جیسے صنف اول میں ہے یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ خواہ کسی بھی جہت سے ہو اور اگر وہ قرب میں برابر ہوں اور ان کا حیز قرابت بھی متحد ہو تو جس کو قوت قرابت حاصل ہوگی وہ بالاجماع مقدم ہوگا اور اگر وہ قرب اور قرابت دونوں میں برابر ہوں اور ان کا حیز قرابت بھی متحد ہو تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی جیسا کہ چچا کی بیٹی اور پھوپھی کا بیٹا جبکہ دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر ان میں سے ایک عینی ہو اور دوسرا علاتی تو تمام مال اس کا ہوگا جس کے پاس قوت قرابت ہوگی، ظاہر الروایۃ یہ ہے۔ قیاس کرتے ہوئے علاتی خالہ پر باوجودیکہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے یہ قوت قرابت کی وجہ سے اخیافی خالہ سے مقدم ہوگی حالانکہ اخیافی خالہ وارثہ کی اولاد ہے کیونکہ ترجیح اس معنیٰ کی وجہ سے جو ''اس'' میں ہے اور وہ قوت قرابت ہے زیادہ اولیٰ ہے اس ترجیح سے جو اس معنیٰ میں ہے جو اس کے غیر میں ہے اور وہ کسی وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہونا ہے۔ اور بعض نے کہا: مال تمام کا تمام علاتی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر وہ قرب میں برابر ہوں لیکن ان کا حیز قرابت مختلف تو قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور نہ ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں یہی ہے قیاس کرتے ہوئے عینی پھوپھی پر باوجودیکہ وہ دو قرابتوں والی ہے اور دو جہتوں سے وارث کی اولاد، عینی یا اخیافی خالہ سے اولیٰ نہیں ہے لیکن دو ثلث ہونگے اس کے لئے جو باپ کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا۔ ان میں قوت قرابت کا اعتبار کیا جائے گا پھر عصبہ کی اولاد ہونے کا، اور ایک ثلث اس کے لئے ہوگا جو ماں کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا اور اس میں قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا۔ پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر فریق کو جو کچھ پہنچے گا وہ ان کے فروع کے ابدان پر تقسیم کیا جائیگا، ساتھ ہی ساتھ فروع میں (پائی جانے والی) جہات کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال تقسیم

کیا جائے گا اس پہلے بطن پر جہاں پر اختلاف ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اصول میں فروع کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ پہلی صنف میں ہوا تھا پھر یہ حکم اس کے ماں باپ کے عمومت اور خؤولت کی طرف منتقل ہوگا۔ پھر ان کی اولادوں کی طرف پھر اس کے ماں باپ کے ماں باپ کی عمومت اور خؤولت کی طرف پھر ان کی اولاد کی طرف جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال

مصنف نے اس سے پہلے ذوی الارحام کی تین قسموں کے احکام بیان کیے لیکن کسی صنف کی اولاد کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم نہیں کی جب کہ چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

پہلی صنف میں بیٹی کی اولاد اور نواسیوں کی اولادیں ہوتی ہیں اور یہاں پر جس فصل کو "**فی اولادھم**" کہا گیا ہے۔ یہ مطلق ہے اور بیٹیوں اور نواسیوں کی بلا واسطہ اور بالواسطہ اولادوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اگر وضاحت کے ساتھ کہیں تو "**فصل فی اولادھم**" کے ساتھ **وان سفلو** کا اضافہ کیا جائے گا۔ ان تمام کا حکم ایک ہی جیسا تھا۔ صنف ثانی ساقط شدہ دادے اور دادیاں ہیں۔ یہاں پر بھی دادے اور دادیوں کا لفظ مطلق ہے۔ جو کہ اوپر تک تمام اجداد کو شامل ہے۔ تمام کا حکم بھی ایک ہے۔ اس صنف میں ان کی اولادوں کا اعتبار نہیں۔ صنف ثالث بہنوں کی اولادیں بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں۔ یہ عبارت بھی مطلق ہے۔ اور بلا واسطہ اور بالواسطہ تمام اولادوں کو شامل ہے۔ ان کے احکام میں بھی کوئی فرق نہیں۔ لیکن چوتھی صنف جو کہ پھوپھیاں اور چچے ماموں اور خالائیں ہیں۔ ان پر دلالت کرنے والے الفاظ ان کی اولادوں کو شامل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کرنا پڑی ہے۔

چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام

نمبر 1

پہلی صنف کی طرح ان میں بھی جو میت کے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا زیادہ حقدار ہوگا۔ یہ قرب خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے، چنانچہ پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا، پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے مقدم ہوگا، کیونکہ اگرچہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ایک ہی جہت سے ہے لیکن پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا قریب کے رشتہ دار ہیں بہ نسبت پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے اور یونہی خالہ کی بیٹی اور بیٹا خالہ کے نواسے اور نواسی سے مقدم ہونگے۔ اسی طرح چچا کی اولاد خالہ کی اولاد سے مقدم ہے۔ اور خالہ کی اولاد کی اولاد سے مقدم ہے۔

نمبر 2

اگر میت کی طرف قرب میں برابر ہوں اور سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو یعنی سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا تمام میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو جس میں قوت قرابت زیادہ ہوگی وہ بالاجماع دوسروں پر مقدم ہوگا۔ یعنی عینی، علاتیوں اور اخیافیوں پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے عینی، علاتی اور اخیافی تین پھوپھیوں کی اولادیں چھوڑیں تو تمام مال عینی کی اولاد کے لئے ہوگا۔ اگر عینی کی اولاد نہ ہو تو پھر تمام مال کی حقدار علاتی کی اولادیں ہونگی اگر یہ نہ ہوں تو پھر اخیافی کی اولادیں ہونگی۔ یہی حکم عینی علاتی اور اخیافی ماموں اور خالاؤں کی اولادوں کے لئے بھی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اتصال بالمیت کے درجہ میں تو سب کو برابری حاصل ہے۔ اور اس بارے میں بھی شک نہیں ہے کہ دو قرابتوں والا سبب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور جب سب متحد ہونگے تو اقوئ سبباً (جو سبب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے) کو اقرب درجةً (باعتبار درجہ کے اقرب) قرار دیا جائے گا اور پیچھے یہ حکم گزر چکا ہے کہ اقرب درجةً

دوسروں پر مقدم ہوتا ہے۔

یونہی جس کو باپ کی طرف سے قرابت حاصل ہے وہ ماں کی طرف کی قرابت رکھنے والے سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ''معنی عصوبت کے استحقاق میں باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے مقدم ہے''

نوٹ

اس حکم میں جو ''بالاجماع'' کہا گیا ہے یہ مطلق نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس صورت کے ساتھ مقید ہے جب ان میں کوئی ولد العصبہ (عصبہ کی اولاد) نہ ہو۔ اگر ان میں کوئی ''ولد عصبہ'' موجود ہو تو پھر ان کے ساتھ اجماع نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ظاہر الروایہ اور بعض دیگر مشائخ کے اقوال میں اختلاف ہے۔ (جیسا کہ آگے آرہا ہے)

نمبر3

اگر تمام درجۂ قرب میں برابر ہوں، سب کی قوت قرابت بھی ایک ہو، سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو تو ایسی صورت میں عصبہ کی اولاد غیر عصبہ کی اولاد سے مقدم ہوگی۔ جیسا کہ کسی نے عینی چچا کی بیٹی اور عینی پھوپھی کا بیٹا یا علاتی پھوپھی کا بیٹا چھوڑے ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ ''عصبہ'' کی اولاد ہے۔

فائدہ

عینی اور علاتی چچا ''عصبات'' میں سے ہیں اور پھوپھی ''ذوی الارحام'' میں سے ہے۔ جیسا کہ اخیافی چچا ''ذوی الارحام'' میں سے ہے۔

اگر مذکورہ مثال میں چچا اور پھوپھی میں سے کوئی ایک بھی عینی ہو اور دوسرا علاتی ہو تو تمام مال اس کو ملے گا جس میں قوت قرابت پائی جاتی ہے۔

نوٹ

مصنف کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ چچا عینی اور پھوپھی علاتی ہو یا چچا علاتی ہو اور پھوپھی عینی ہو۔ دونوں صورتوں میں حکم ایک ہی ہے، کیونکہ مصنف نے احدھما کا لفظ استعمال کیا، جبکہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پھوپھی عینی ہو اور چچا علاتی ہو تو تقسیم وراثت میں اختلاف ہے۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ تمام مال پھوپھی کے بیٹے کو دیا جائے گا۔ کیونکہ علاتی چچا کی بیٹی اگرچہ وارث کی اولاد ہے لیکن اس کے مقابلے میں پھوپھی کے بیٹے کو جو قوت قرابت حاصل ہے یہ اس سے محروم ہے۔ اس لئے پھوپھی کا بیٹا مقدم ہوگا۔ جیسا کہ علاتی خالہ باوجودیکہ ذی رحم (نانا) کی اولاد ہے۔ باپ کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت قرابت کی بنا پر اخیافی خالہ سے مقدم ہے۔

سوال

آپ نے علاتی خالہ کو اخیافی پر مقدم کیوں کیا جبکہ اخیافی خالہ میں انتہائی مضبوط وجہ ترجیح پائی جاتی ہے۔ کہ یہ وارث کی اولاد ہے۔ جبکہ علاتی خالہ تو وارث کی اولاد نہیں ہے؟

جواب

ترجیح کی وجوہات دونوں خالاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ اخیافی، وارث کی اولاد ہے تو ''علاتی'' میں باپ کی جہت سے رشتہ دار ہونے کی قوت قرابت ہے۔ ترجیح کی ان دونوں وجہوں پر غور کیا جائے تو علاتی خالہ کی قوت زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ وارث کی اولاد تو نہیں ہے لیکن خود ''وارث'' ہے مزید یہ کہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری بھی باپ کی طرف سے ہے۔ اور اخیافی خالہ میں سوائے اس کے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے کہ وہ وارث کی اولاد ہے۔ اور یہ وصف ایسا ہے جو کہ خود اس کی ذات میں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے غیر میں ہے۔ اب دونوں خالاؤں میں پائے جانے والی ترجیحات کا تقابل کیا جائے تو اس کی ترجیح مقدم ہوگی جس کا ترجیحی وصف اس کی اپنی ذات میں ہے۔ اور وہ علاتی خالہ ہے۔

اعتراض

آپ نے پھوپھی کے بیٹے اور چچا کی بیٹی کو قیاس کیا ہے۔ علاتی اور اخیافی خالہ پر یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ علاتی خالہ کو اس کی ذات میں پائے جانے والے وصف قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح دی گئی۔ جبکہ عینی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت نہیں ہے بلکہ اس کی ماں میں ہے تو پھر عینی پھوپھی کے بیٹے کو خالہ پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

جواب

عینی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت ان کی اصل یعنی ماں کی طرف سے سرایت کر کے آئی ہے۔ قوت قرابت موجود تو ہے اگر چہ سرایت کر کے ہی آئی ہے۔ آپ دیکھئے عینی چچا کی بیٹی علاتی چچا کی بیٹی سے مقدم ہوتی ہے یہ تقدم صرف اسی وجہ سے ہے کہ قوت قرابت اصل سے سرایت کر کے فرع تک پہنچ گئی اگر سرایت کا اعتبار نہ ہوتا تو عینی اور علاتی چچا کی دونوں بیٹیوں کے درمیان مال آدھا آدھا تقسیم کیا جاتا کیونکہ دونوں بہر حال ولدالعصبہ ہیں۔

اعتراض

جس طرح قوت قرابت سرایت کر کے فرع کی طرف آجاتی ہے اسی طرح عصوبت اور ذوالرحمیت بھی سرایت کر کے فرع کی طرف آنی چاہیے۔ اس طرح چچا کی بیٹی عصبہ ہوتی اور سارا مال سمیٹ لیتی اور پھوپھی کا بیٹا محروم ہوتا؟

جواب

عصوبت چچا سے اس کی مؤنث اولاد کی طرف سرایت نہیں کرتی کیونکہ چچا کا بیٹا عصبہ ہوتا ہے بیٹی عصبہ نہیں ہوتی اور جب قوت قرابت پھوپھی سے اس کے بیٹے کی طرف سرایت کر کے آگئی تو یہ اس بیٹے کی ذات میں حاصل ہوئی اس لئے یہ چچا کی بیٹی سے مقدم ہو گیا۔

بعض دیگر مشائخ کا مؤقف

بعض دیگر مشائخ کا مؤقف یہ ہے کہ تمام مال علاتی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔ بخلاف پھوپھی کے بیٹے کے، کہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے۔

نمبر 4

اگر سب کے سب قرب درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان کا حیز قرابت مختلف ہو یعنی ان میں سے بعض باپ کی طرف سے اور بعض ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کی قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے عینی پھوپھی کی اولاد عینی ماموں اور خالہ کی اولاد سے مقدم نہیں ہوگی۔ اسی طرح عینی چچا کی بیٹی، عینی ماموں یا خالہ کی بیٹی سے مقدم نہیں ہوگی۔ کیونکہ چچا کی بیٹی کے لئے ولد عصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ عینی پھوپھی، عینی خالہ سے مقدم نہیں ہے، باوجویکہ عینی پھوپھی دو قرابتوں والی ہے اور دو جہت سے وارث کی اولاد ہے۔ یعنی ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی اس کا باپ جد صحیح اور عصبہ ہے۔ اور ماں جدہ صحیحہ اور ذی فرض ہے۔ تو ان میں قوت قرابت اور ولد العصبہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح صنف رابع کی اولادوں میں ہے۔ جب قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تو جو باپ کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کے لئے دو تہائی اور جو ماں کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کو ایک تہائی ملے گا۔ جب ماں اور باپ کے الگ الگ رشتہ داروں کا حصہ الگ ہو جائے گا تو اس کے بعد ان کے اپنے درمیان قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا اور ولد العصبہ ہونے کا بھی۔ چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک باپ اور ماں کے قرابت داروں کے ہر فریق کو جو حصہ مل چکا ہوگا وہ ان کی فروع کے ابدان پر تقسیم کیا جائے گا جس میں فروع کی تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک مال اس پہلے بطن میں تقسیم کیا جائے گا جہاں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہوا۔ فروع کی تعداد اور تعدد جہات کا اعتبار اصول میں کیا جائے گا۔ جیسا کہ صنف اول میں گزرا۔ مثلاً کسی شخص نے علاتی پھوپھی کے دو نواسے چھوڑے اور علاتی

پھوپھی کی دو پوتیاں چھوڑیں اور یہ دونوں پوتیاں علاتی چچا کی نواسیاں بھی ہیں۔ نیز علاتی کی دونواسیاں چھوڑی اور دو پوتے چھوڑے، یہ پوتے علاتی ماموں کے نواسے بھی ہیں تو یہاں پر اصل مسئلہ تین سے بنے گا۔ جس کا دو تہائی یعنی دو سہم باپ کی قرابت کے لئے اور ایک تہائی یعنی ایک سہم ماں کی قرابت کے لئے ہے۔ لیکن مسئلہ کی تصحیح میں امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 30 سے ہوگی کیونکہ باپ کے فریق کا حاصل شدہ حصہ 2 ہے۔ اور فروع میں جب تعدد جہات کا اعتبار کریں گے تو ان کی تعداد چار بنے گی کیونکہ اس فریق میں جو دو بیٹیاں ہیں وہ چار بیٹیوں کی طرح ہیں دو علاتی پھوپھی کے بیٹے کی جہت سے اور دو علاتی چچا کی جہت سے۔ لیکن ہم آسانی کے لئے عدد رؤس میں اختصار کرتے ہوئے ان چار بیٹیوں کو دو بیٹے قرار دیتے ہیں اس طرح باپ کی قرابت والے فریق میں چار بیٹے ہو گئے۔ ان چار کیلئے حاصل شدہ سہام 2 ہیں جو کہ ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے اور ان سہام اور رؤس کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے تو عدد رؤس کا وفق لے لیا جائے گا جو کہ 2 ہے اور جو حصہ ماں کی قرابت والے فریق کو ملا وہ ایک سہم ہے اور فروع میں جب ان کی تعداد کا لحاظ کریں گے تو کل تعداد 5 ہو جائے گی کیونکہ اس فریق میں دو بیٹوں کو ہم نے چار بیٹے قرار دیا۔ علاتی خالہ کے بیٹے کی طرف سے 2 اور علاتی ماموں کی بیٹی کی طرف سے 2۔ اور اختصار کے پیش نظر اس فریق میں موجود دو بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دے دیا تو اس فریق میں کل 5 رؤس ہوئے۔ اور مافی الید ایک ہے اس طرح یہاں پر عدد رؤس (5) اور سہام (1) میں نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع عدد رؤس کو محفوظ کر لیا اب باپ کی قرابت والے فریق کا محفوظ شدہ وفق 2 ہے اور ماں کی قرابت والے کا جمیع عدد 5 ہے، ان دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔ تو فریق اول (باپ کی قرابت والے فریق) کے وفق کو فریق ثانی (ماں کی قرابت والے فریق) کے جمیع عدد رؤس (5) کے ساتھ ضرب

دی تو (2×5=10) حاصل ضرب 10 ہوا، اِس دس کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (3×10=30) حاصل ضرب 30 ہوا، اس 30 سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ اس کا دو تہائی یعنی 20 سہام فریق اول کے لئے ہونگے جن میں سے علاتی پھوپھی کے دونواسوں کے لئے 10 سہام اور دو بیٹیوں کے لئے 10 سہام ہونگے، اور اس کا ایک تہائی یعنی دس سہام فریق ثانی کے لئے ہیں۔ جس میں سے دو بیٹوں کے لئے 8 اور دو بیٹیوں کے لئے 2 ہونگے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

امام محمد کے نزدیک اس مسئلہ کی تصحیح 36 سے ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک سب سے پہلے مال کی تقسیم اس بطن پر ہوگی جس میں اختلاف پایا گیا اور انہی میں فروع کی تعداد اور تعدد جہات کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ چنانچہ فریق اول میں علاتی چچا کو دو چچوں کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اگرچہ وہ خود ایک ہے لیکن اس کے نیچے دو لڑکیاں ہیں تو ان فروع کی تعداد کا جب اصل میں لحاظ کیا جائیگا تو وہ ایک کی بجائے دو قرار پائیں گے اور دو چچے چار پھوپھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اور علاتی پھوپھی میں سے ہر ایک کو بھی دو سمجھا جائے گا۔ تو یہ کل 8 پھوپھیاں بنتی ہیں۔ اب اگر ہم عدد رؤس کو مختصر کریں تو وہ چچا جو چار پھوپھیوں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیتے ہیں اور بقیہ چار کو دوسرا چچا قرار دیتے ہیں۔ اب امام یوسف کی طرح مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔ جس میں سے دو باپ کی قرابت والوں کے لئے اور ایک ماں کی قرابت والوں کے لئے، باپ کی قرابت والے دونوں چچے 2 سہم لیں گے اور ماں کی قرابت والے 1 سہم لیں گے۔ جبکہ ان میں عینی ماموں دو ماموؤں کی طرح سمجھا جائے جو کہ چار خالاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ اور علاتی خالاؤں میں سے ہر ایک کو دو کے برابر سمجھا جائے گا۔ اس طرح یہاں پر بھی کل 8 خالائیں بنتی ہیں۔ عدد رؤس میں اگر اختصار کریں تو جو ماموں چار خالاؤں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیں اور باقی چار خالاؤں کو ایک۔ اسی طرح ماں کی قرابت والوں کی تعداد 2 ہوئی اور ان کا مافی الید 1 ہے۔ جو کہ 2 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا۔ تو ان کی مجموعی تعداد کو اصل مسئلہ 3 کے ساتھ ضرب دی تو

(2x3=6) حاصل ضرب 6 آیا۔ ان 6 میں سے فریق اول کو چار سہام دیئے ان چار میں سے دو سہام یعنی چچا کو دے کر اس کو ایک مستقل فریق بنا دیا اور اس کا حصہ اس کی آخری فروع یعنی دو نواسیوں کو دے دیا۔ دونوں نواسیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم مل گیا۔ اور 4 میں سے بقیہ 2 یعنی پھوپھیوں کو دے کر ان دونوں کو ایک مستقل فریق قرار دیا۔

دونوں پھوپھیوں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی ان کی فروع کی تعداد کا لحاظ کیا جائے گا۔ جب رؤس میں اختصار کریں گے تو دونوں بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دیں گے یہ کل 3 بیٹے ہوئے۔ دونوں پھوپھیوں کا حصہ 2 سہم تھے۔ جو کہ تین پر برابر تقسیم نہیں ہوتے۔ تو ان کے جمیع عدد رؤس 3 کو محفوظ کر لیا۔ ماں کی قرابت والے فریق کے لئے 6 میں سے دو سہم تھے ان دو میں سے ایک سہم ماموں کو دیا اور اس کو ایک فریق قرار دے دیا اور دوسرا سہم دونوں خالاؤں کو دیا اور ان کو بھی ایک فریق قرار دے دیا۔ ماموں کے حصے میں آنے والا ایک سہم اس کے دو نواسوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اس لئے ان 2 رؤس کو بھی محفوظ کر لیا پھر دونوں خالاؤں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود پائی ان کو مختصر کیا تو کل 3 بیٹے ہوئے ان تین پر ایک سہم پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ تو ان کے عدد رؤس 3 کو بھی محفوظ کر لیا۔ اب محفوظ شدہ عدد 3، 2، 3 ہیں۔ جن میں سے 3 اور 3 کے درمیان تماثل ہے، تو قانون کے مطابق 3 کو 2 کے ساتھ ضرب دی تو (3x2=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس 6 کو اصل مسئلہ (6) کے ساتھ ضرب دی تو (6x6=36) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اصل مسئلہ سے باپ کی قرابت والے فریق کے لئے 4 سہم تھے ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (4x6=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ اس فریق میں چچا کی نواسیوں کے لئے چچا کی جہت سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 سے ضرب دی تو (6x2=12) حاصل ضرب 12 ہوا، ان میں سے ہر ایک نواسی کو 6 سہام ملیں گے۔ انہیں دو نواسیوں کے لئے

پھوپھی کی جہت سے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا جن میں سے ہر ایک کو 3 سہام آجائیں گے۔ اسی طرح چچا کی دو نواسیوں میں سے ہر ایک کے لئے 9 سہم ہونگے 6 چچا کی جہت سے اور 3 پھوپھی کی جہت سے۔ یونہی عینی پھوپھی کے 2 نواسوں کا حصہ 1 تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا، چنانچہ ہر بیٹے کو 3 سہام آجائیں گے یہ کل 24 سہام ہوئے جو کہ باپ کی قرابت والے فریق کا حصہ تھا۔ ماں کی قرابت والے فریق کے لئے اصل مسئلہ سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x2=12) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اس فریق میں ماموں کے 2 نواسوں کے لئے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ جو کہ دونوں بھائیوں میں تین تین کے طور پر تقسیم ہوجائے گا۔

دونوں خالاؤں کی فروع کا حصہ بھی ایک سہم تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ چنانچہ ان 6 میں سے خالہ کے دو پوتوں کو 4 سہام دیئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک پوتے کو دو سہام ملیں گے۔ اس طرح ان دونوں پوتوں میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ سہام ہوئے، 3 ماموں کی جہت سے اور 2 خالہ کی جہت سے۔ خالہ کی 2 نواسیوں کے لئے دو سہام ہوئے جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک سہام ہوگا۔ اس طرح دو بیٹوں کے لئے دس سہام اور دو بیٹیوں کے لئے دو سہام ہوئے۔ جن کا مجموعہ 12 ہے۔ 36 سہام میں سے 24 سہام باپ کی قرابت والوں کو ملے اور 12 سہام ماں کی قرابت والوں کے لئے، جن کا مجموعہ 36 ہے۔

نوٹ

میت کے چچوں، پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کے لئے اور ان کی اولادوں کے لئے جو احکام بیان ہوئے ان کے نہ ہونے کی صورت میں یہی احکام اس کے ماں باپ کے انہی رشتہ داروں کے لئے ہے۔ اور ان کی اولادوں کے لئے ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو میت

کے دادا کے انہی رشتہ داروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ پھر ان کی اولادوں کے لئے جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

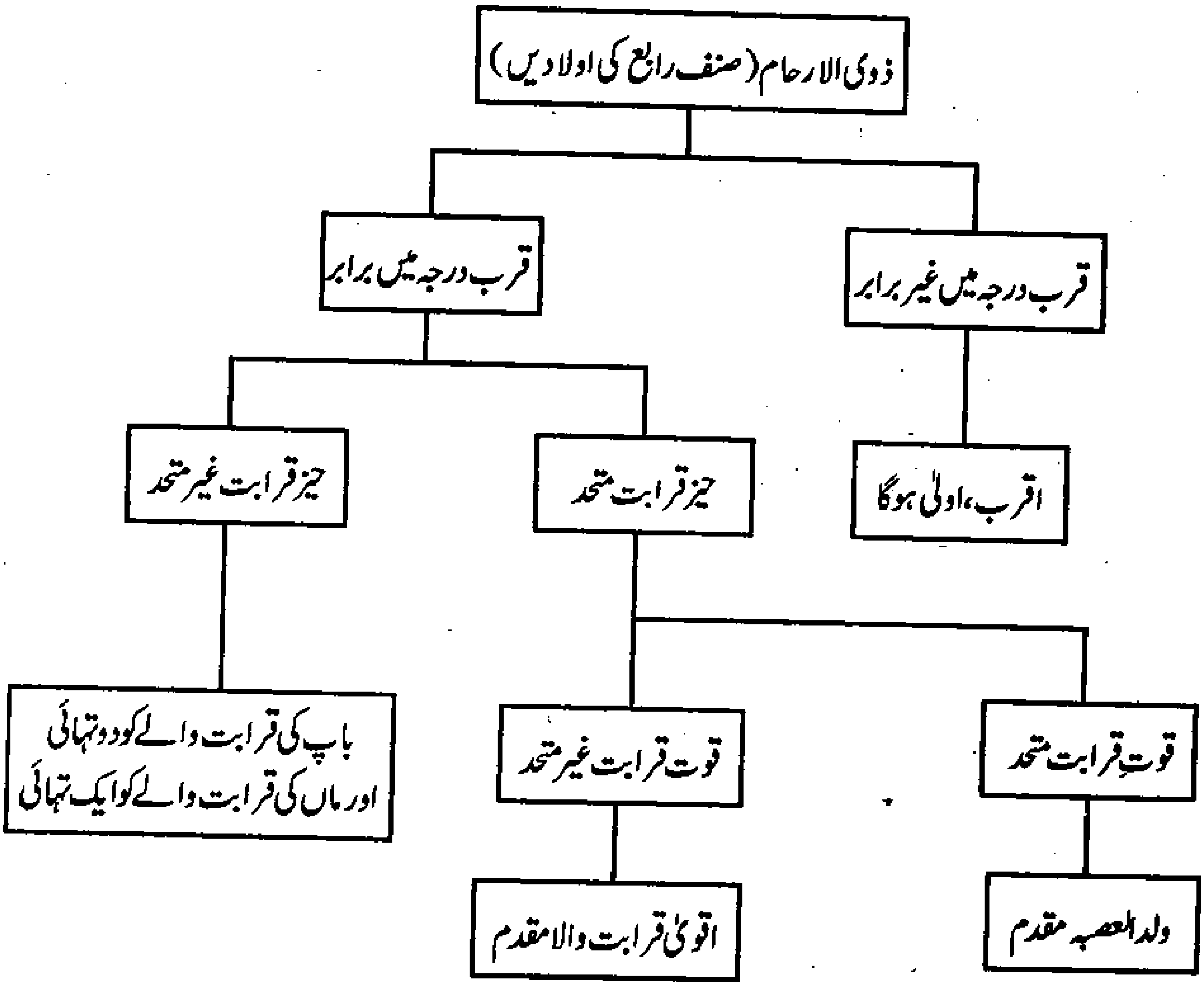
ذوی الارحام (صنف رابع کی اولادیں)
قرب درجہ میں غیر برابر
قرب درجہ میں برابر
اقرب، اولیٰ ہوگا
حیز قرابت متحد
حیز قرابت غیر متحد
قوتِ قرابت متحد
قوت قرابت غیر متحد
باپ کی قرابت والے کو دو تہائی اور ماں کی قرابت والے کو ایک تہائی
ولد العصبہ مقدم
اقویٰ قرابت والا مقدم

فصل فی الخنثیٰ

للخنثی المشکل اقل النصیبین اعنی اسوأالحالین عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ واصحابه وهو قول عامة الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم وعلیه الفتویٰ کما اذا ترک ابنا واحدا وبنتا وخنثی للخنثی نصیب بنت لانه متیقن وعند الشعبی رضی الله تعالیٰ عنه وهو قول ابن عباس رضی الله تعالیٰ للخنثی نصف نصیبین بالمنازعة واختلفا فی تخریج قول الشعبی قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ للابن سهم وللبنت نصف سهم وللخنثی ثلثة ارباع سهم لان الخنثی یستحق سهما ان کان ذکرا ونصف سهم ان کان انثیٰ وهذا متیقن فیاخذ نصف النصیبین اوالنصف المتیقن مع نصف النصف المتنازع فیه فصارت له ثلثة ارباع سهم ومجموع الانصباء سهمان وربع سهم لانه یعتبر السهام والعول وتصح من تسعة او نقول للابن سهمان وللبنت وللخنثی نصف النصیبین وهو سهم ونصف سهم وقال محمد رحمه الله تعالیٰ یاخذ الخنثیٰ خمسی المال ان کان ذکرا وربع المال ان کان انثی فیاخذ نصف النصیبین وذلک خمس وثمن باعتبار الحالین وتصح من اربعین وهو المجتمع من ضرب احدی المسئلتین وهی الاربعة فی الاخریٰ وهی الخمسة ثم فی الحالتین فمن کان له شیء من الخمسة فمضروب فی الاربعة ومن کان له شئ من الاربعة فمضروب فی الخمسة فصارت للخنثی من الضربین ثلثة عشر سهما وللابن ثمانیة عشرسهما وللبنت تسعة اسهم

ترجمہ

خنثیٰ مشکل کے لئے دوحصوں میں سے ایک ہے یعنی دوحالوں میں سے جو زیادہ حقیر ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوران کے اصحاب کے نزدیک اور عام صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ کسی نے ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک خنثیٰ چھوڑا، تو خنثیٰ کے لئے ایک بیٹی کا حصہ ہے کیونکہ وہ تو یقینی ہے اور **امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کے نزدیک اور یہی حضرت ابن عباس **رضی اللہ تعالیٰ عنہما** کا بھی قول ہے کہ خنثیٰ کے لئے منازعہ کی وجہ سے دو حصوں کا نصف ہوگا اور امام شعبی کے قول کی تخریج میں دونوں کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹے کے لئے ایک سہم، اور بیٹی کے لئے نصف سہم اور خنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ارباع ہونگے کیونکہ خنثیٰ اگر مذکر ہوتا تو ایک سہم کا مستحق ہوتا اور اگر مؤنث ہوتا تو نصف سہم کا مستحق ہوتا۔ اور یہ تو یقینی ہے اس لئے وہ دونوں نصیبوں کا نصف لے گا یا نصف یقینی لے گا اور ساتھ نصف متنازعہ فیہ کا نصف لے گا تو اس کے لئے ایک سہم کے تین ارباع ہو جائیں گے۔ اور تمام نصیبوں کا مجموعہ دو سہم اور ایک سہم کا ایک ربع ہوگا کیونکہ اعتبار کیا گیا ہے سہام کا اور عول کا اور اس کی تصحیح ہوگی 9 سے، یا یوں کہیے کہ بیٹے کے لئے 2 سہم اور بیٹی کے لئے 1 سہم اور خنثیٰ کے لئے دونوں نصیبوں کا نصف ہوگا وہ وہ ایک سہم اور آدھا سہم اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خنثیٰ اگر مذکر ہوتا تو مال کا دو خمس لیتا اور اگر مؤنث ہوتا تو کل مال کا ربع لیتا اس لئے وہ دو نصیبوں کا نصف لے گا اور وہ ایک خمس اور ثمن دو حالوں کے اعتبار سے ہے اور اس کی تصحیح 40 سے ہوگی اور یہ دونوں مسئلوں میں سے ایک (4) کو دوسرے مسئلہ (5) میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے۔ پھر دونوں حالتوں میں جس کے لئے پانچ میں سے کچھ ہوگا تو اس کو ضرب دی جائے گی چار سے اور جس کے لئے چار میں سے کوئی چیز ہوگی اس کو ضرب دی جائے گی پانچ سے تو خنثیٰ کے لئے دونوں ضربوں سے 13 سہام ہونگے اور بیٹے کے لئے 18 سہام اور بیٹی کے لئے 9 سہام۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خنثی کی تعریف

اس کا لغوی معنی لچک دار ہونا اور ٹوٹنا ہے۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ مرد اور عورت کے دونوں آلے موجود ہوں۔ یا کوئی بھی نہ ہو۔[1]

نوٹ

یہاں پر خنثی مشکل کے احکام بیان ہونگے۔ اسی لئے مذکورہ بالا تعریف بھی خنثی مشکل کی ہی کی گئی ہے۔

سوال

خنثی مشکل میں ''اشکال'' کیا ہوتا ہے؟

جواب

اشکال یہ ہے کہ اس کا مذکر یا مؤنث ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کی یہی دو قسمیں ہیں۔ جبکہ ذکورت اور انوثت دو متضاد صفات ہیں۔ جو کہ ایک جگہ پر جمع نہیں ہوسکتیں۔ صفت ذکورت اور انوثت میں ولادت کے وقت فرق آلے سے ہوتا ہے۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر علامات بھی ظاہر ہوجاتی ہیں۔

بوقت ولادت اشکال

ولادت کے وقت جو اشکال ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(i)......اس کے ساتھ مرد اور عورت دونوں کے آلے ہوں۔

(i)......اس کے ساتھ مرد عورت دونوں میں سے کسی کا بھی آلہ نہ ہو۔

اگر اشکال پہلی قسم کا ہے تو اگر وہ آلۂ مرد سے پیشاب کرے تو اسے مذکر سمجھا جائے گا۔ اور دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

اور اگر وہ عورتوں کے آلہ سے پیشاب کرے تو اسے مؤنث سمجھا جائے گا۔ اور

---

[1] ......درمختار معہ ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 446، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

عامر ابن عدوانی کا شمار دور جاہلیت کے عرب حکماء میں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس یہی مسئلہ آگیا تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یہ مرد بھی ہے اور عورت بھی ہے۔ لوگوں نے یہ بات نہ مانی، یہ رات اپنے گھر آیا اور سونے کے لئے بستر پر لیٹا بہت دیر کروٹیں بدلتا رہا لیکن اسے نیند نہ آئی اس کی کنیز نے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو اس نے کنیز کو واقع سنایا تو کنیز نے کہا: دع الحال واتبع المبال (اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو پیشاب گاہ پر غور کرو) روایت ہے کہ وہ گھر سے نکلا اور یہی فیصلہ کر دیا کہ اگر وہ مرد کے آلہ سے پیشاب کرے تو مرد ہے۔ اور اگر عورت کے آلہ سے پیشاب کرے تو عورت ہے۔ اس فیصلے کو بہت صراحا گیا اور پسند کیا گیا۔ یہ فیصلہ اگرچہ دور جاہلیت کا ہے۔ لیکن نبی پاک ﷺ نے بھی اس کو قائم رکھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی پاک ﷺ سے اسی نوعیت کے مولود کی وراثت کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں سے وہ پیشاب کرے[1]۔ اسی طرح کی روایت حضرت علی، جابر، حضرت قتادہ اور حضرت سعید ابن میتب سے بھی منقول ہے۔

اگر وہ دونوں آلوں سے پیشاب کرے تو پھر دیکھا جائے گا کہ پہلے کہاں سے نکلا جس آلے سے پہلے نکلے اسی کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ جب ایک آلے سے پیشاب نکل آیا تو نکلتے ہی اس کے مذکر یا مؤنث ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر دوسرے مخرج سے پیشاب نکلتا بھی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کی مثال یوں سمجھیں جیسا کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کر دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ان کے نکاح کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد ایک اور شخص اُسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہوں پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔ یونہی جب کوئی شخص کسی مولود کے نسب پر گواہی دے دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ثبوت نسب کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اسی مولود کے نسب پر گواہی

---

[1] السنن الدارمی جلد 2، صفحہ 461 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہی کی جانب کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔

اگر دونوں مقامات میں سے کسی ایک سے بھی پہلے پیشاب خارج نہ ہو بلکہ دونوں مقامات میں سے اکٹھا خارج ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ اس بارے میں خاموشی اختیار فرماتے ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک جس مقام سے زیادہ پیشاب کرے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

بالغ ہونے پر اشکال کا خاتمہ

جب دو آلے رکھنے والا خنثیٰ بالغ ہو جائے تو لازمی طور پر کوئی نہ کوئی علامت ظاہر ہو جائے گی اس طرح اس کا اشکال ظاہر ہو جائے گا۔ اس لئے بالغ ہونے کے بعد کسی خنثیٰ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

بعد از بلوغت تذکیر و تانیث کی علامات

مرد و عورت والے دونوں آلے رکھنے والا شخص اگر

- ......ذکر کے ساتھ جماع کرے۔
- ......اس کی داڑھی اگ آئے۔
- ......اس کو مردوں کی طرح احتلام ہو۔

تو وہ مذکر سمجھا جائے گا۔

اور اگر

- ......اس کا سینہ عورتوں کی طرح ابھر آئے
- ......عورتوں کی طرح اس کے حیض آئے۔
- ......اس کے ساتھ عورتوں کی طرح جماع کیا جائے۔
- ......اس کو حمل قرار پا جائے۔
- ......اس کے سینے میں دودھ اتر آئے۔

تو اس عورت شمار کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسی کا مذہب

شمس العلماء سرخسی نے کتاب الخنثیٰ کی شرح میں لکھا ہے: بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ سینے کے ابھار اور داڑھی کے پھوٹنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ ذکر سے منی خارج کرے اور وہیں سے پیشاب کرے اور عورت والے آلہ سے اس کو حیض بھی آئے تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہوگا۔ اسی طرح اگر عورتوں والے آلے سے پیشاب کرے اور مرد والے آلہ سے منی خارج کرے تو بھی خنثیٰ مشکل ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں مستقل طور پر ذکورت اور انوثت کی علامات ہیں جو کہ متضاد ہیں۔ اور جمع نہیں ہو سکتیں اور جب یہ کسی خنثیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان میں تعارض واقع ہو جائے گا۔ اور اگر کسی خنثیٰ میں دونوں آلے نہ ہونے کی وجہ سے اشکال ہو تو امام محمد فرماتے ہیں: وہ اور خنثیٰ مشکل دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں۔

خنثیٰ مشکل کی وراثت کے احکام

امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک خنثیٰ مشکل کا وراثت میں حصہ اقل نصیبین ہے۔ یعنی خنثیٰ کو مذکر فرض کر کے دیکھیں کہ اس کو کیا حصہ ملتا ہے۔ اور مؤنث فرض کر کے بھی دیکھیں کہ کیا حصہ ملتا ہے۔ دونوں صورتوں میں جس صورت میں کم حصہ بنتا ہو گا وہی حصہ اس خنثیٰ کا ہوگا۔

حالت ذکورت اشر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت نے شوہر، ایک عینی بہن اور ایک علاتی خنثی چھوڑا ہو، اگر اس خنثی کو مذکر فرض کریں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اس صورت میں نصف میراث شوہر کی اور نصف عینی بہن کی ہوگی اور علاتی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس علاتی خنثی کو مؤنث فرض کریں تو شوہر کے لئے نصف، عینی بہن کے لئے نصف اور علاتی بہن کے لئے سدس ہوتا تکملة للثلثین اس طرح عول ہو جاتا 7 کی طرف۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق اس کو مذکر فرض کریں گے اور وراثت میں سے کچھ نہیں دیں گے۔

حالت انوثت اشر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ایک عصبہ اور ایک ولد خنثیٰ چھوڑا۔ اگر اس ولد کو مذکر فرض کرتے ہیں تو اس کو ''ثلثان'' ملے گا اور اگر مؤنث فرض کرتے ہیں ''ثلث'' ملے گا۔ تو امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول اول کے مطابق اس کو مؤنث ہی سمجھیں گے۔[1]

حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عامر شعبی کے نزدیک خنثیٰ کے لئے منازع کی وجہ سے دونوں حصوں کا نصف ہوگا۔ امام محمد نے کتاب فرائض الخنثی کا آغاز امام شعبی کی اس روایت سے کیا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے مولود کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا جس کے دونوں آلے نہیں تھے، تو آپ نے فرمایا: آدھا حصہ مذکر کا اور آدھا مؤنث کا۔[2]

یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا تاکہ اس کا رشتہ داروں کے ساتھ تنازع نہ شروع ہو جائے کیونکہ وہ کہے گا: میں مذکر ہوں مجھے مذکروں والا حصہ دیا جائے جبکہ ورثاء کہیں گے کہ تو مؤنث ہے تجھے مؤنث والا حصہ دیا جائے گا لیکن چونکہ موجودہ حالات میں اس کی کسی ایک حالت کو کسی دوسری حالت پر ترجیح دینا ممکن نہیں اور دونوں حالتوں پر بقدر امکان عمل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کو آدھا حصہ انوثت کا اور آدھا ذکورت کا دیا جائے گا۔

امام شعبی کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ دونوں پر عمل کرنا دو متضاد صفات کو جمع کرنا ہے جو کہ محال ہے۔ اور اقل حصہ جو کہ یقینی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ امام شعبی کے قول کی تخریج میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج:

چنانچہ مذکورہ مثال میں امام ابو یوسف کی تخریج یہ ہے کہ بیٹے کے لئے ایک سہم

---

[1] کتاب المبسوط، جلد 30، کتاب فرائض الخنثی، صفحہ 103، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

[2] سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 461، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

بیٹی کے لئے نصف سہم اور خنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ربع (یعنی 3/4) کیونکہ خنثیٰ کو اگر مذکر فرض کریں تو بیٹے کی طرح ایک سہم کا مستحق ہوگا۔ اور اگر مؤنث فرض کریں تو بیٹی کی طرح نصف سہم کا مستحق ہوگا۔ اور یہ ایک صورت میں ایک سہم کا مستحق ہونا اور دوسری صورت میں نصف سہم کا مستحق ہونا یقینی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح بھی نہیں دے سکتے۔ اس لئے دونوں صورتوں پر بقدر الامکان عمل کرتے ہوئے اس کو دونوں حصوں کا نصف دیا جائے گا۔

چنانچہ بیٹے کے حصے کا نصف (آدھا سہم) اور بیٹی کے حصے (نصف سہم) کا نصف (ربع) ہوگا جن کو جمع کیا جائے تو 3/4 سہم بنتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جو نصف حصہ یقینی ہے، جو کہ اس کو مذکر فرض کرنے اور مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ثابت ہوا اور جس نصف میں جھگڑا ہے، جھگڑا ختم کرنے کے لئے خنثیٰ اور ورثاء میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خنثیٰ اس نصف کے ثبوت کا قائل ہے اور دیگر ورثاء اس کی نفی کے قائل ہیں۔ یوں بھی خنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ربع ہونگے۔ کیونکہ امام ابو یوسف سہام اور عول کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس کا مجموعہ دو سہام اور ایک ربع بنتا ہے۔ جب ہم دو سہموں کو پھیلائیں گے تو ان دونوں کو ربع کے مخرج (4) سے ضرب دیں گے اور اس کسر کو اس پر تقسیم کریں گے۔ اس طرح کل 9 ربع حاصل ہونگے۔ اب ہم ان 9 ارباع کو عدد صحیح قرار دیتے ہیں اور مسئلہ کی تصحیح کرتے ہیں۔ چنانچہ بیٹے لئے 4۔ بیٹی کے لئے 2۔ اور خنثیٰ کے لئے 3 ہونگے، کیونکہ یہ تین بیٹے اور بیٹی کے حصص کے مجموعہ کا نصف ہے۔

اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ اگر خنثیٰ اکیلا ہو اور مذکر ہو تو جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو نصف مال کا مستحق ہوگا۔ اس لئے اس کو دونوں حالتوں کا نصف دیا جائے گا۔ جو کہ کل مال کا تین ربع ہے (یعنی 3/4) بیٹے کے لئے ایک مال اور بیٹی کے لئے آدھا مال۔ سب کا مجموعہ 2 مال اور ایک ربع ہوا اس طرح عول ہو جائے گا اور تصحیح 9 سے

ہوگی۔ چونکہ یہاں پر چوتھے حصے کی کسر واقع ہوئی ہے اس لئے دو سہموں اور ربع سہم (1/4) کو کسر (4) سے ضرب دی تو (۴×۲=۸ اور چار ارباع کا ایک کامل سہم بنتا ہے اس طرح) حاصل ضرب 9 آیا۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اس مسئلہ کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ بیٹے کے لئے دو سہم اور بیٹی کے لئے ایک سہم ہے۔ اور خنثیٰ کے لئے دونوں کے حصوں کا نصف ہے یعنی ڈیڑھ سہم جن کا مجموعہ ساڑھے چار سہام بنتا ہے۔ یہاں پر کسر نصف کی واقع ہوئی اس لئے چار سہام کو اس کسر کے مخرج (2) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (9) آیا۔ اب ان 9 کسروں کو صحیح سہم قرار دے کر تقسیم کریں گے۔

امام محمد کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج

امام محمد فرماتے ہیں کہ خنثیٰ اگر مذکر ہوگا تو مال کے 2 خمس (2/5) کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد دو بیٹے اور بیٹی ہونگے۔ اس لئے مسئلہ 5 سے بنے گا۔ جس میں سے بیٹے کے لئے 2 اور چونکہ خنثیٰ کو مذکر فرض کیا ہوا ہے اس لئے اس کے لئے بھی 2 اور بیٹی کے لئے ایک سہم ثابت ہوا۔ اگر مذکر فرض کریں تو خنثیٰ کے لئے 2 خمس (2/5) ہے اور اگر خنثیٰ کو مؤنث فرض کریں تو اس کے لئے مال کا ربع (1/4) حصہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہونگے مسئلہ 4 سے بنے گا جس میں سے دو سہم بیٹے کے لئے اور ہر بیٹی کے لئے ایک ایک سہم ثابت ہوگا تو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں خنثیٰ کے لئے مال کا چوتھا حصہ (1/4) ہے۔ اب خنثیٰ ان دونوں حالتوں کا نصف حصہ لے گا۔ دو خمس کا نصف ایک خمس ہوا۔ اور ایک ربع کا نصف ایک ثمن ہوتا ہے۔ اس خمس اور ثمن کا مجموعہ ان دو حالتوں کے حصوں کا نصف ہے جو خنثیٰ کو مذکر اور مؤنث فرض کر کے دیئے گئے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 40 سے ہوگی۔ کیونکہ دونوں مسئلوں میں سے ایک (4) یعنی مسئلہ انوثت کو دوسرے مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ ضرب دی تو (4×5=20)

حاصل ضرب 20 ہوا، پھر اس حاصل ضرب کو دونوں حالتوں کے عدد (2) کے ساتھ ضرب دی تو (40=2×20) حاصل ضرب 40 ہوا۔

اس سے بھی مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ خنثیٰ کے لئے جب ایک خمس اور ایک ثمن تھا اور ہمیں کوئی ایسا عدد مطلوب تھا جس سے یہ دونوں کسریں صحیح ہو جائیں تو ان میں سے ایک (خمس) کے مخرج (5) کو ضرب دی دوسرے (ثمن) کے مخرج (8) کے ساتھ تو (40=8×5) حاصل ضرب 40 ہوا، اس طرح 40 سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ تو 5 والی تصحیح سے جس وارث کا جتنا حصہ تھا اس کو ضرب دی جائے گی دوسری تصحیح (4) کے ساتھ اور جس وارث کو جو حصہ 4 والی تصحیح سے ملا ہے اس کو ضرب دی جائے گی تصحیح اول (5) کے ساتھ۔ اس طرح خنثیٰ کے لئے دونوں ضربوں سے حاصل ہونے والے سہام 13 ہونگے، بیٹے کے 18 اور بیٹی کے لئے 9 سہام۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خنثیٰ کے لئے مسئلہ ذکورت سے 2 سہام تھے، جب ان کو ضرب دی مسئلہ انوثت (4) کے ساتھ تو (8=2×4) حاصل ضرب 8 ہوا، اور مسئلہ انوثت سے اس کے لئے ایک سہم تھا، اس کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ تو (5=1×5) حاصل ضرب 5 ہوا۔ یوں (13=8+5) خنثیٰ کے لئے 40 میں سے 13 سہام ہوئے، بیٹے کے لئے مسئلہ ذکورت سے 2 سہام تھے، ان کو بھی مسئلہ انوثت (4) کے ساتھ ضرب دی، تو (8=2×4) حاصل ضرب 8 ہوا، یہ حصہ بیٹے کا ہے مسئلہ ذکورت سے۔ اور مسئلہ انوثت سے اس کے لئے 2 سہام تھے، ان کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ، تو (10=5×2) حاصل ضرب 10 ہوا، یہ حصہ ہے بیٹے کا مسئلہ ذکورت سے۔ اس طرح بیٹے کے حاصل شدہ کل سہام (18=8+10) 18 ہیں۔ بیٹی کے لئے مسئلہ ذکورت سے ایک سہم تھا، اس کو مسئلہ انوثت (5) کے ساتھ ضرب دی تو (4=1×4) حاصل ضرب 4 ہوا، یہ حصہ بیٹی کا ہے مسئلہ ذکورت سے، مسئلہ انوثت سے بیٹی کا ایک سہم تھا اس کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ، تو (5=1×5) حاصل ضرب 5 ہوا، یہ حصہ ہے بیٹی کا مسئلہ انوثت سے۔ اس طرح بیٹی کے مجموعی سہام 9 ہوئے۔

فصل فى الحمل

اكثر مدة الحمل سنتان عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وعند ليث ابن سعد ثلث سنين وعند الشافعى رحمه الله تعالىٰ اربع سنين وعند الزهرى سبع سنين واقلهما ستة اشهر ويوقف للحمل عند ابى حنيفة رحمة الله عليه نصيب اربعة بنين او اربع بنات ايهما اكثر ويعطىٰ لبقية الورثة اقل الانصباء وعند محمد رحمه الله تعالىٰ يوقف نصيب ثلثة بنين او ثلث بنات ايهما اكثر رواه ليث ابن سعد وفى رواية اخرىٰ نصيب ابنين وهو قول الحسن واحدىٰ الروايتين عن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ رواه عنه هشام وروى الخصاف رحمه الله تعالىٰ عن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انه يوقف نصيب ابن واحد اوبنت واحدة وعليه الفتوىٰ ويوخذ الكفيل على قوله فان كان الحمل من الميت وجاء ت بالولد لتمام اكثر مدة الحمل او اقل منهما ولم تكن اقرت بانقضاء العدة يرث ويورث عنه وان جاء ت بالولد لاكثر من اكثر مدة الحمل لايرث ولايورث وان كان من غيره وجاء ت بالولد لستة اشهر او اقل منها يرث وان جاء ت به لاكثر من اقل المدة الحمل لايرث فان خرج اقل الولد ثم مات لايرث وان خرج اكثره ثم مات يرث فان خرج الولد مستقيما فالمعتبر صدره يعنى اذاخرج الصدر كله يرث وان خرج منكوسا فالمعتبر سرته الاصل فى تصحيح مسائل الحمل ان تصحح المسئلة على تقديرين اعنى علىٰ تقدير ان الحمل ذكر وعلىٰ انه انثى ثم ينظر بين تصحيحى المسألتين فان توافقا بجزء فاضرب وفق احدهما فى جميع الاخر فالحاصل تصحيح المسألة ثم اضرب نصيب من كان له شىء من مسألة ذكورته فى مسألة انوثته او فى وفقها ومن كان له شىء من

مسئالة انوثته فی مسئالة ذكورته او فی وفقها كما فی الخنثی ثم انظر فی الحاصلين من الضرب ايهما اقل يعطیٰ لذلك الوارث والفضل الذی بينهما موقوف من نصيب ذالك الوارث فاذا ظهر الحمل فان كان مستحقا للبعض فياخذذلك والباقی مقسوم بين الورثة فيعطی لكل واحد من الورثة ما كان موقوفا من نصيبه كما اذاترك بنتا وابوين وامرأة حاملا فالمسئالة من اربعة وعشرين علیٰ تقدير ان الحمل ذكر ومن سبعة وعشرين علیٰ تقدير انه انثیٰ فاذاضرب وفق احدهما فی جميع الاخرصارالحاصل مأتين وستة عشر اذعلیٰ تقدير ذكورته للمرأة سبعة وعشرون وللابوين لكل واحد ستة وثلثون وعلیٰ تقدير انوثته للمرأة اربعة وعشرون ولكل واحد من الابوين اثنان وثلثون فتعطی للمرأة اربعة وعشرون وتوقف من نصيبها ثلثة اسهم ومن نصيب كل واحد من الابوين اربعة اسهم وتعطی للبنت ثلثة عشر سهما لان الموقوف فی حقها نصيب اربعة بنين عند ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ واذاكان البنون اربعة فنصيبها سهم واربعة اتساع سهم من اربعة وعشرين مضروب فی تسعة فصار ثلثة عشر سهما وهی لها والباقی موقوف وهو مائة وخمسة عشرسهما فان ولدت بنتا واحدةاو اكثر فجميع الموقوف للبنات وان ولدت ابنا واحد ااو اكثر فيعطا للمرأة والابوين ما كان موقوفا من نصيبهم فما بقی تضم اليه ثلثة عشر ويقسم بين الاولاد وان ولد ت ولدا ميتا فيعطی للمرأة والابوين ما كان موقوفا من نصيبهم وللبنت الیٰ تمام النصف وهو خمسة وتسعون سهما والباقی للاب وهو تسعة اسهم لانه عصبة

ترجمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کی اکثر مدت دو سال ہے اور حضرت لیث بن سعد کے نزدیک تین سال اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال اور زہری کے نزدیک سات سال اور اس کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کے لئے چار بیٹوں اور چار بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا اور دوسرے ورثاء کو اقل الانصباء دے دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں میں سے جس کا اکثر حصہ ہوگا وہ رکھ لیا جائے گا۔ اس کو لیث بن سعد نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے دو بیٹوں کا حصہ رکھا جائے گا۔ اور یہ قول حضرت حسن کا ہے اور امام ابو یوسف کی امام اعظم سے دو روایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس کو حضرت ہشام نے روایت کیا ہے۔ اور امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کے مطابق ایک کفیل لیا جائے گا۔ پس اگر حمل میت سے ہو اور بچہ حمل کی اکثر مدت پر پیدا ہو یا اس سے کم مدت پر اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو وہ وارث ہوگا اور اس کی وراثت بھی تقسیم ہوگی۔ اور اگر بچہ حمل کی اکثر مدت کے بعد پیدا ہو تو نہ وہ خود وارث ہوگا اور نہ ہی اس کی وراثت تقسیم ہوگی اور اگر حمل میت کے غیر کا ہو اور بچہ پیدا ہو چھ مہینے یا اس سے کم مدت میں تو وراثت پائے گا اور اگر حمل کی اکثر مدت کے بعد بچہ پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا۔ پس اگر بچہ کم نکلا پھر مر گیا تو وراثت نہیں پائے گا اور اگر اکثر حصہ نکل آیا پھر مرا تو وراثت پائے گا پس اگر بچہ سیدھا نکلے تو اس کا سینہ معتبر ہے یعنی جب سینہ پورا نکل آئے تو وراثت پائے گا۔ اور اگر الٹا نکلے تو معتبر اس کی ناف ہے۔ حمل کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح دونوں تقدیروں پر کی جائے گی یعنی اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے اور اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے پھر دونوں مسئلوں کی دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر وہ دونوں کسی ایک

جزء میں متوافق ہوں تو دونوں میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر متبائنین ہوں دونوں میں سے ہر ایک کے جمیع کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ہوگا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر اس کے حصہ کو ضرب دیں جس کو مسئلہ ذکورت سے جو کچھ ملا مسئلہ انوثت کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ اور جس کو مسئلہ انوثت سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ ذکورت کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ (ضرب دیں) جیسا کہ خنثیٰ میں کرتے ہیں۔ پھر دونوں حاصلوں کو دیکھا جائے گا۔ جو چھوٹا ہوگا وہ مذکر کو دیا جائے گا اور جو دونوں حاصلوں کے درمیان باقی بچے گا اس کو اس متعلقہ وارث کے حصے سے روک لیا جائے گا۔ پھر جب حمل ظاہر ہو جائے تو اگر حمل جمیع موقوف کا مستحق ہو تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس میں سے بعض کا مستحق ہو تو وہ یہ بعض حصہ لے لے گا اور ''باقی'' ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ورثہ میں سے ہر ایک کے حصے سے جو روکا گیا ہے وہ اس کو دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ماں، باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو مسئلہ 24 سے بنایا جائے گا۔ اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے، اور 27 سے بنایا جائے گا اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے، پھر جب دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے تو حاصل 216 ہونگے۔ حمل کے مذکر ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 27 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 36 سہام ہونگے اور حمل کے مؤنث ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 24 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 32 سہام ہونگے چنانچہ بیوی کو 24 سہام دیئے جائیں گے اور اس کے نصیب میں سے 3 سہام روک کر رکھے جائیں گے۔ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے حصے سے 4 سہام روک لئے جائیں گے۔ اور بیٹی کو 13 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ اس کے حق میں موقوف 4 بیٹوں کا حصہ ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب بیٹے چار ہوں تو ان کا نصیب ایک سہم اور چار اتساع (4/9) ہونگے 24 میں سے۔ اس کو ضرب دی جائے گی 9 کے ساتھ تو 13 سہام ہو گئے 216 میں سے۔ یہ حصہ ہے بیٹی کا اور باقی موقوف کر دیا جائے گا اور وہ 115 سہام ہیں۔ اب اگر ایک

لڑکی یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو جمیع موقوف لڑکیوں کا حصہ ہے اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روکا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور جو بچے اس کے ساتھ تیرہ سہام ملا دیئے جائیں گے اور اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روک لیا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور بیٹی کے لئے نصف تک دے دیا جائے گا اور وہ 95 سہام ہیں اور جو باقی بچے گا وہ نو سہام ہیں یہ باپ کے لئے ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حمل کی وراثت کے احکام

حمل کی اکثر مدت کے سلسلہ میں ائمہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور حضرت لیث بن سعد الفہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تین سال اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار سال اور امام زہری کے نزدیک سات سال ہیں۔[1]

احناف کی دلیل

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

الولد لایبقیٰ فی البطن اکثر من سنتین ولو بظل مغزل

ماں کے رحم میں حمل دو سال سے زیادہ رہ ہی نہیں رہ سکتا[2]

اس نوعیت کے احکام میں یعنی تعینِ وقت میں مجتہد کا اجتہاد کافی نہیں ہوتا بلکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے نص چاہئے ہوتی ہے اس لئے یقیناً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہوگا۔

چنانچہ اگر کوئی شخص مر گیا اس کی وفات کے دو سال کے اندر اندر جو بچہ ہوگا اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا اور اس کی میراث کا بھی حقدار ہوگا اور جو شوہر کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا نہ تو اس کا نسب اُس شوہر سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ بچہ اس کی وراثت میں سے حصہ پا سکتا ہے۔ بلکہ اس کی قرابت کی بناء پر کوئی دوسرا بھی وراثت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔

امام شافعی کی دلیل

روایت ہے کہ حضرت ضحاک (جو کہ تابعین میں سے ہیں) چار سال ماں کے

---

[1] درمختار، جلد 5، صفحہ 230، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

[2] نصب الرایہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ مطبوعہ دارالحدیث مصر۔

پیٹ میں رہنے کے بعد پیدا ہوئے، جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سامنے کے دو دانت اُگ چکے تھے اور آپ ہنس رہے تھے اسی لئے ان کو ضحاک (ہنسنے والا) کہا جاتا ہے۔

حضرت عبدالعزیز ماجشونی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ چار سال ماں کے پیٹ میں بطور حمل رہے اور چار سال کے بعد ان کی ولادت ہوئی بلکہ ماجشون کی عورتوں کے متعلق تو یہ بات مشہور ہے کہ وہ عموماً چار سال کے بعد بچہ پیدا کرتی ہیں۔

سیر اعلام النبلاء میں محمد بن احمد بن عثمان نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص دو سال تک گھر سے دور رہا۔ دو سال کے بعد جب وہ اپنے گھر آیا تو بیوی کو حاملہ پایا تو پریشان ہو گیا کیونکہ خدشہ تھا کہ عورت نے زنا کرایا ہوگا کیونکہ اگر اس کا نطفہ ہوتا تو ابھی تک پیدا ہو چکا ہوتا۔ پیٹ میں حمل دو سال سے زیادہ رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ معاملہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے زناء کی سزا میں عورت کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس وقت حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے تو آپ نے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: آپ اِس عورت کو تو سزا دے سکتے ہیں لیکن اِس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بے گناہ ہے اس لئے بچہ ہونے تک آپ اپنے فیصلے پر عمل درآمد کو روک دیجئے۔ آپ نے وضع حمل تک کے لئے فیصلہ روک لیا۔ پھر جب وضع حمل ہوا تو بچے کے دانت نکل آئے تھے جب عورت کے شوہر نے بچے کو دیکھا تو قسم کھا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم ہے یہ بچہ میرا ہی ہے۔ حرام کا نطفہ نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس طرح اُس عورت کی جان بخشی ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:

لولا معاذ لهلك عمر

"اگر حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔[1]

اس سے بھی پتہ چلا کہ حمل ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ دیر ٹھہر سکتا ہے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 452 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت۔

احناف کی طرف سے جواب

حضرت ضحاک اور عبدالعزیز کے چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہنے کی خبر کس نے دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات خود تو نہیں جانتے کہ ہم ماں کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے ہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسرے نے ان کو اس بات کی خبر دی ہے کیونکہ کوئی دوسرا شخص یہ جان ہی نہیں سکتا کہ پیٹ میں حمل کتنا عرصہ رہا ہے؟ ممکن ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہو گیا ہو اور حیض آنا بند ہو گیا ہو جس کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ رہے ہوں کہ پیٹ میں حمل ہے۔ جس بیماری میں رحم کا منہ بند ہوتا ہے اس بیماری کا نام ''رجا'' ہے۔ اس بیماری میں عورت کو حمل کی طرح پیٹ میں حرکت بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے عورت یہ سمجھ بیٹھتی ہے کہ اسے حمل ہو گیا ہے حالانکہ اس کو حمل نہیں ہوا ہوتا بلکہ وہ ''رجا'' بیماری میں مبتلا ہوتی ہے۔

سیر اعلام النبلاء والی روایت کا جواب

اس روایت میں دو سال سے مراد پورے دو سال نہیں ہیں، بلکہ تقریباً دو سال مراد ہیں اور اس کے بیٹے کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ سے ثابت رکھا وہ اس کے باپ کے اقرار کی وجہ سے تھا کیونکہ خود روایت میں یہ بات موجود ہے کہ اس نے اقرار کر لیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

حمل کی کم از کم مدت

حمل کی کم از کم مدت 6 ماہ ہے۔

دلیل

اللہ تعالیٰ نے حمل کی اور دودھ پلانے کی اکٹھی مدت 30 مہینے بیان فرمائی ہے اور ان میں سے دودھ کی مدت دو سال مقرر کر دی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔ یہی استدلال حضرت علی نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے:

حضرت ابوحرب ابن ابی الاسود دیلی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے شادی کے صرف چھ ماہ بعد بچہ پیدا کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا، یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس پر رجم لاگو نہیں ہوتی، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیل معلوم کی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة

''اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے'' [1] (ترجمہ کنزالایمان)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا

''اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے'' [2]

(ترجمہ کنزالایمان)

چنانچہ چھ ماہ اس کے حمل کی مدت ہے، لہٰذا اس پر کوئی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ [3] سنن بیہقی میں ہی حضرت عثمان غنی کے متعلق بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حمل کے چار ماہ گزرنے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور روح پھونکے جانے کے دو مہینوں کے بعد بچے کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔ اور بچہ بالکل درست حالت میں پیدا ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔

حمل کی وراثت کے متعلق امام ابو یوسف کا مؤقف

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر حمل کو بیٹا فرض کرنے میں حصہ زیادہ بنتا ہو تو اس کو ایک بیٹا فرض کر کے حصے آ تا ترکہ رکھا جائے گا اور اگر اس کو بیٹی فرض کر کے حصہ

---

[1] البقرۃ 233

[2] احقاف 15

[3] سنن البیہقی الکبریٰ، جلد 7، صفحہ 442، مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرمہ۔

زیادہ بنتا ہوگا تو اس کے لئے ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا کیونکہ عموما یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے ایک سے زیادہ پیدا ہونا نادرالوقوع ہے اس لئے نادرالوقوع پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت شریک نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کوفہ میں ابواسماعیل کے ایک بطن سے چار بچے پیدا ہوتے دیکھے ہیں۔ جبکہ متقدمین میں ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ کسی عورت نے چار سے زیادہ بچے پیدا کئے ہوں۔ اس لئے ہم نے احتیاط کا دائرہ اسی حد تک محدود رکھا۔ حضرت ابن مبارک سے یہی روایت ہے اور اسی پر عمل کیا گیا ہے اور اس پر عمل احتیاط کی بناء پر کیا گیا ہے۔

حمل سے متعلق امام محمد کا فیصلہ

امام محمد کے نزدیک حمل کے لئے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا۔ یہی قول حضرت حسن بن زیاد کا ہے اور امام ابو یوسف کی دو روایتوں میں سے ایک روایت بھی یہی ہے۔ حضرت ہشام سے بھی یہ روایت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بطن سے چار بچوں کا پیدا ہونا انتہائی نادر ہے۔ ایسے نادر واقعہ کو کسی حکم کے لئے بنیاد نہیں بنا سکتے۔ بلکہ کسی حکم کے لئے وہ واقعہ لینا چاہئے جو عموما رونما ہونے والا ہو۔ دو بچے عموماً ایک بطن سے پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی بنیاد پر وراثت کے احکام مقرر کئے جا سکتے ہیں۔

امام خصاف کا مذہب

امام خصاف کی امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ حمل کے لئے رکھیں گے۔ کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دو بچے پیدا ہونا بھی نادرالوقوع ہے اس لئے اس پر بھی کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص حاملہ بیوی چھوڑ کر مرے تو اس حمل کو بیٹا یا

بیٹی فرض کر کے جس صورت میں اس کے لئے زیادہ حصہ بنتا ہو اتنا حصہ رکھ لیں گے اور باقی ورثہ میں تقسیم کر دیں گے۔

ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔[ا]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ذوی الفروض کو ان کے حصص دے دیئے جائیں گے لیکن ذوی الفروض بھی تمام نہیں بلکہ صرف ایسے ذوی الفروض کو ترکہ دیا جائے گا جس کے حصہ میں حمل کے ایک یا متعدد ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور باقی حمل کے پیدا ہونے تک ترکہ روک لیا جائے گا۔

نوٹ

جن ورثاء کے لئے حمل، حجب حرمان کا باعث بن سکتا ہے ان کو وضع حمل سے پہلے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔ [ا]

قاضی صاحب دوسرے وارثوں سے اس بات پر ضامن لے گا کہ اگر بالفرض حمل سے ظاہر ہونے والا بچہ ایک سے زیادہ ہوا تو وہ ورثاء کو دیئے گئے حصص سے اس کے استحقاق کے مطابق واپس لے گا۔ کیونکہ اگر حمل کو ایک لڑکا فرض کر کے اس کا حصہ رکھا اور باقی ورثاء کو ان کے سہام دے دیئے اور وضع حمل کے بعد پتا چلا کہ بیٹے دو پیدا ہوئے ہیں تو دوسرے بیٹے کو دینے کے لئے ضامن، ورثہ سے اس کے حصہ کے مطابق واپس لے کر اس دوسرے بیٹے کو حصہ دینے کا کفیل ہوگا۔

حمل کی میراث کی شرائط

حمل اپنے مورث سے وراثت پانے کا حقدار ہوتا ہے۔ لیکن اس کے استحقاق کے لئے درج ذیل چند شرائط ہیں۔

(i) عورت مرنے والے کے نطفہ سے حاملہ ہو۔

[ا]۔۔۔۔۔ درمختار معہ ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 558، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

(ii) حمل کی اقل مدت گزر چکی ہو اور اکثر مدت ختم نہ ہوئی ہو۔

(iii) عورت نے بچے کی پیدائش سے پہلے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔

اگر مذکورہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو اس حمل کا مرنے والے سے نسب ثابت ہوگا۔ اور یہ حمل مرنے والے اور اس کے اقارب کی وراثت پائے گا اور اس کی وراثت بھی تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ موت کے وقت پیٹ میں نطفہ موجود ہونا استحقاقِ وراثت کے لئے شرط ہے۔ جب اس نے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہیں کیا اور حمل کے، مدتِ حمل میں پیدا ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والے کی موت کے وقت یہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ اور اگر اکثر مدتِ حمل گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہو سکے گا۔ اور نہ ہی اس مرنے والے کی جہت سے اس کا کوئی دوسرا رشتہ دار اس کا وارث ہو سکتا ہے۔

کیونکہ اکثر مدت حمل گزر جانے کے بعد اس حمل کا پیدا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ موت کے وقت یہ پیٹ میں نہیں تھا۔ اس لئے نہ نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وراثت کا استحقاق۔

اور اگر مدت حمل میں عورت نے شوہر کی وفات کے بعد کم از کم اتنی مدت گزار کر جس میں عدت کا پورا ہونا ممکن ہو, عدت ختم ہو جانے کا اقرار کیا ہو تو ایسی صورت میں بھی پیدا ہونے والا بچہ وراثت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس کے عدت پوری ہو جانے کا اقرار کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حمل میت کا نہیں ہے۔

اور اگر حمل اس کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے مثلاً کسی نے باپ یا دادا کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو یا ان کے علاوہ ورثاء میں سے کسی اور کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو تو اگر چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے تو وراثت پائے گا کیونکہ موت کے وقت اس حمل کا پیٹ میں موجود ہونا یقینی ہے۔

اور اگر حمل کی اقل مدت گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موت کے وقت اس کا پیٹ میں ہونا یقینی نہیں ہے۔

سوال

جب حمل میت کا ہو تو ایسی صورت میں حمل کی اکثر مدت تک پیدا ہونے والے بچے کو بھی وارث قرار دیا گیا ہے اسی طرح جب حمل غیر میت کا ہو تو اکثر مدت کا اعتبار کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ موت سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ''حمل'' میت کا ہوگا تو اس کا نسب ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور حمل میں اکثر مدت تک کی گنجائش موجود ہے، اس لئے ضرورت (اثبات النسب) کے پیش نظر حمل میں آخری حد تک کا اعتبار کیا گیا ہے جبکہ حمل دوسرے کا ہو تو اس کا نسب چونکہ ثابت ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اکثر مدت کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال

ولادت کے وقت مولود کے زندہ ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب

ولادت کے وقت مولود میں کوئی بھی ایسی علامت جس سے اس کا زندہ ہونا سمجھا جائے مثلاً آواز، چھینک، رونا، ہنسنا، یا کسی عضو کا ہلنا وغیرہ پایا جائے تو اسے زندہ سمجھا جائے گا۔

اگر ولادت کے وقت آدھے سے کم بچہ باہر آیا تھا اور اس میں مذکورہ علامات میں سے کوئی ظاہر ہوئی پھر وہ مرگیا اور بقیہ حصہ بھی اس کا باہر آگیا تو وہ وارث نہیں ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ مردہ باہر آیا تو للاکثر حکم الکل کے تحت گویا کہ سارا بچہ ہی مردہ پیدا ہوا اور اگر آدھے سے زیادہ بچہ باہر آگیا اور زندگی کی کوئی علامت ظاہر ہوئی پھر مرگیا اور بقیہ حصہ بعد میں باہر آیا تو وارث ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ زندہ باہر آگیا تو للاکثر حکم الکل

کے تحت گویا کہ سارا جسم ہی زندہ باہر آیا ہے۔ اس لئے وارث ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ چیخ مارے یا روئے تو وہ وارث بھی ہوگا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ [1]

سوال

کسی مولود کے اکثر یا اقل خروج کی پہچان کیسے ہوگی اس کے متعلق کوئی ضابطہ ہے؟

جواب

جی ہاں اس سلسلے میں ایک ضابطہ موجود ہے۔

اگر بچہ سیدھا پیدا ہو یعنی پہلے سر باہر آئے تو اگر سینہ پورا باہر آجائے اور وہ زندہ ہو تو بچے کے لئے زندہ ہونے کا حکم ہوگا۔ اور اگر بچہ اُلٹا پیدا ہو یعنی پہلے بچے کے پاؤں باہر آئے ہوں تو اگر ناف زندہ حالت میں باہر آگئی تو اس کو زندہ سمجھا جائے گا اور وہ وراثت کا حقدار ہوگا۔ اور اگر ناف نکلنے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کو مردہ سمجھا جائے گا وہ وراثت نہیں پاسکتا۔

مسائل حمل کی تصحیح

حمل کے مسائل کی تصحیح کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی دو مرتبہ تصحیح کی جائے گی ایک مرتبہ حمل کو مذکر فرض کر کے مسئلہ کی تصحیح کریں گے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث فرض کر کے۔ پھر دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھیں گے اگر ان کے درمیان نسبت ''توافق'' کی ہو تو دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسری کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر مسئلہ ذکورت میں سے جس وارث کو جو حصہ ملا تھا اس کی مسئلہ انوثت کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر نسبت ''تباین'' کی ہوگی تو اس وارث کے سہام کو مسئلہ انوثت کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت ''توافق'' کی ہو تو وفق کے ساتھ ضرب دیں گے یونہی مسئلہ انوثت سے حاصل شدہ سہام کو مسئلہ ذکورت کے جمیع یا وفق کے

---

[1] ...... سنن ابن ماجہ، صفحہ 197، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

ساتھ ضرب دیں گے۔ یہ دونوں ضربیں (ایک مرتبہ مذکر فرض کر کے اور دوسری مرتبہ مؤنث فرض کر کے) دینے کے بعد درج ذیل 3 صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(i)......اس وارث کو مسئلہ ذکورت سے زیادہ اور مسئلہ انوثت سے کم حصہ ملے۔

(ii)......اس وارث کو مسئلہ انوثت سے زیادہ اور مسئلہ ذکورت سے کم حصہ ملے۔

(iii)......اس وارث کو مسئلہ ذکورت وانوثت دونوں میں اس کو برابر حصہ ملے۔

جس صورت میں اسے کم حصہ مل رہا اس کے مطابق اس کو حصہ دیں گے اور دوسری صورت کے مطابق جتنا مزید ملنا چاہئے وہ روک لیں گے۔ کیونکہ اقل حصہ تو ہر صورت میں اس کو ملنا ہی ہے، اس لئے دے دیا لیکن اکثر حصہ میں احتمال تھا کہ نہ جانے اس وارث کا حصہ ہے یا حمل کا، اس لئے اس کو روک لیا پھر جب حمل ظاہر ہوجائے اور احتمالات ختم ہوجائیں تو دیکھ لیا جائے اگر اس رکھے ہوئے حصہ کا حقدار "حمل" ہے تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس سے کم کا مستحق ہو تو اس کا حصہ دے کر باقی ماندہ جس وارث کے حصہ سے جتنا حصہ روکا تھا اس کو اتنا واپس کر دیا جائے گا۔

مثلاً

کسی نے ایک بیٹی، ماں، باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو۔

ایسی صورت میں اگر حمل کو مذکر فرض کریں تو مسئلہ 24 سے بنے گا۔ کیونکہ اس میں ثمن اور سدسان جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان 24 میں سے ثمن (۳) بیوی کے لئے، سدس (۴ سہام) ماں کے لئے اور سدس (۴ سہام) باپ کے لئے، اور جو باقی بچا یہ بیٹی اور مذکر حمل کے لئے للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا۔ اور اگر حمل کو مؤنث فرض کریں تو مسئلہ 27 سے بنے گا۔ کیونکہ اس صورت میں ثمن اور سدسان اور ثلثان جمع ہو رہے ہیں۔ یہ مسئلہ منبریہ کی صورت بن جائے گی۔ ماں کے لئے 4 سہام، باپ کے لئے 4 سہام، بیوی کے لئے 3 سہام اور بیٹی مع الحمل مؤنث کے لئے 16 سہام ہونگے اس طرح (27 = 16 + 3 + 4 + 4) عول ہو جائے گا۔ 27 کی طرف۔ مذکورہ دونوں

تصحیحوں (24 اور 27) کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے کیونکہ ان دونوں کو تین کا عدد برابر تقسیم کرسکتا ہے، اس طرح 27 کا وفق 9 اور 24 کا وفق 8 ہوگا۔ بیان کیے گئے قانون کے مطابق ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع مسئلہ کے ساتھ ضرب دی تو (27x8=216) (24x9=216) حاصل ضرب (۲۱۶) آیا۔ اب پورے مسئلہ کی تصحیح 216 سے کی جائے گی۔

مسئلہ ذکورت سے بیوی کو 27 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک 36 سہام ملیں گے۔ کیونکہ مسئلہ ذکورت (24) سے بیوی کو تین سہام ملے تھے جب اس کو مسئلہ انوثت کے وفق (۹) کے ساتھ ضرب دی تو (9x3=27) حاصل ضرب 27 آیا۔ اور مسئلہ ذکورت سے ماں باپ میں سے ہر ایک کے 4 سہام تھے جب ان کو مسئلہ انوثت کے وفق (۹) کے ساتھ ضرب دی تو (9x4=36) حاصل ضرب 36 ہوا۔

اور مسئلہ انوثت (27) سے بیوی کو کل 24 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو 32 سہام ملیں گے کیونکہ مسئلہ انوثت سے بیوی کو تین سہام ملے تھے جب ان کو مسئلہ ذکورت کے وفق (8) کے ساتھ ضرب دی تو (3x8=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ ماں اور باپ میں سے ہر ایک کے چار سہام تھے ان کو بھی مسئلہ ذکورت کے وفق (۸) کے ساتھ ضرب دی تو (4x8=32) حاصل ضرب 32 ہوا۔ چنانچہ 128 میں سے بیوی کو 24 سہام دیے جائیں گے۔

آپ نے غور کیا کہ

حمل کو مذکر فرض کیا تو بیوی کو 27/216 سہام ملے۔

اور مؤنث فرض کیا تو بیوی کو 24/216 سہام ملے۔

ان میں سے یقیناً 24/216 سہام کم ہے 27/216 سے۔ اس لئے بیوی کو 216 میں سے 24 سہام دے دیئے اور اس کے حصہ کے باقی 3 سہام حمل وضع ہوجانے تک روک کر رکھ لئے۔

ماں اور باپ کے لئے

مسئلہ ذکورت سے 36/216 سہام ہیں۔

اور مسئلہ انوثت سے 32/216 سہام ہیں۔

ان میں سے 32/216 سہام یقیناً 36/216 سے کم ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو 216 میں سے 32 سہام دیے اور باقی 4 سہام حمل کے ظاہر ہونے تک بچا کر رکھ لئے۔

چنانچہ بیوی اور ماں باپ کے حق میں حمل کو مؤنث فرض کیا گیا، 24 میں سے ان کے لئے کل گیارہ (3+4+4=11) ہوئے باقی بچے 13 سہام۔ اب بیٹی کے حق میں حمل کو مذکر فرض کریں گے اور وہ بھی صرف ایک نہیں بلکہ چار مذکر فرض کریں گے۔ اور ہر مذکر کو دو مؤنث قرار دیا تو ایک بیٹی شامل کر کے کل 9 بیٹیاں ہوگئیں۔ جبکہ کل باقی ماندہ سہام 13 ہیں، جن میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا تو نو بیٹیوں میں 9 سہام تقسیم ہوگئے۔ باقی چار سہام بچے جو کہ 9 پر پورے تقسیم نہیں ہورہے، اس لئے ان 4 کو 9 سے ضرب دی تو کل 36 اَتساع (نواں حصہ) ہوئے۔ جن میں سے ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ اتساع (یعنی ایک سہم میں سے ایک نواں حصہ کم) دیا جائے گا 36 میں سے 32 اتساع بیٹوں کو ملیں گے اور باقی 4 اتساع بیٹی کو۔ اب ہر بیٹے کے پاس مجموعی حصہ ایک سہم اور 8 اتساع اور بیٹی کے پاس ایک سہم مکمل ایک سہم کے 4 اتساع ہونگے۔ چنانچہ بیٹی کے لئے مسئلہ ذکورت (24) میں سے ایک سہم اور 4 اتساع ہوئے، جب بیٹی کے اس حصہ کو مسئلہ انوثت (27) کے وفق (9) کے ساتھ اس طرح ضرب دی کہ ایک سہم کو 9 کے ساتھ ضرب دی تو 9 سہام ہوئے اور 4 اتساع کو 9 کے ساتھ ضرب دی تو 36 اتساع ہوئے، ان 36 اتساع کے کامل 4 سہام ہوئے پھر 9 اور 4 کو جمع کیا تو کل 13 سہام ہوئے بیٹی کو 216 میں سے 13 سہام دیئے۔

216 میں سے بیوی کے 24، ماں کے 32، باپ کے 32 اور بیٹی کے 13 سہام نکالنے کے بعد 115 سہام باقی بچے یہ حمل کے رکھ دیں گے۔ اور انتظار کریں گے کہ حمل سے کیا پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ

اگر حمل سے ایک، دو یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو یہ تمام بچا ہوا ان کو دے دیا جائے گا۔ کیونکہ ہم نے حمل کو بیوی اور ماں باپ کے حق میں مؤنث فرض کیا اور ہر ایک کو اس کے حصے میں آتے سہام دے دیئے تھے اور پیدا بھی لڑکی ہی ہوئی ہے، یہ لوگ اپنا مقررہ حصہ لے چکے ہیں تو ان کے حقوق پورے ہو جانے کے بعد جو کچھ بھی بچا (128) ہے وہ سب انہیں (لڑکی یا لڑکیوں) کا ہے۔ ان 128 میں سے ایک بیٹی 13 سہام لے چکی ہے اس سے وہ سہام لے کر بقیہ 115 کے ساتھ ملا لیں گے اور مجموعہ کو ایک بیٹی یا تمام بیٹیوں پر تقسیم کر دیں گے اگر تقسیم پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ اگر ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت توافق کی ہو تو وفق رؤوس کو 216 میں ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔ اور اگر ان کے درمیان توافق نہ ہو تو جمیع عدد رؤوس کو ضرب دیں گے 216 کے ساتھ۔ اس ضرب سے جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

مسئلہ

اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی، ماں اور باپ کے حصص سے جو سہام روکے ہوئے تھے وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کے تین سہام اس کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح اس کے 27 سہام پورے ہو جائیں گے۔ اور یہ دو حصص میں سے زیادہ والا حصہ تھا۔ ماں باپ کے حصص میں سے چار چار سہام روکے گئے تھے وہ بھی ان کو دے دیئے تو ان کا اکثر حصہ 36 پورا ہوا۔ بیوی، ماں، باپ اور ایک بیٹی کے حصہ لینے کے بعد جو باقی بچا وہ 104 سہام ہیں۔ ان میں بیٹی کا حصہ 13 سہام بھی شامل کیے تو کل 117 سہام ہوئے اب یہ سہام تمام بہن بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیے جائیں گے۔ اگر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فبہا ورنہ تصحیح کے جو طریقے سابقہ کئی مرتبہ بیان کیے گئے ان کے مطابق حل کیا جائے گا۔

مسئلہ

اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو سہام روکے گئے ہیں وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کو مزید 3 اور ماں باپ کو 4، 4 سہام۔ اور بیٹی کو نصف حصہ پورا کرنے کے لئے جتنا دینا پڑے وہ دیں گے چنانچہ بیٹی کو اس سے قبل 13 سہام دیئے ہیں اور 216 کا نصف 108 سہام ہیں اس لئے نصف پورا کرنے کے لئے اس کو مزید 95 سہام دیئے جائیں گے۔ اس طرح

ماں کو...... 36 سہام
باپ کو...... 36 سہام
بیوی کو...... 27 سہام
بیٹی کو...... 108 سہام

دیئے تو کل 207 سہام ہوئے۔ باقی جو 9 سہام بچے ہیں وہ باپ کو بطور عصبہ دیئے جائیں گے کیونکہ جب باپ کے ساتھ ایک لڑکی ہو تو وہ فرض مع التعصیب ہوتا ہے۔

نوٹ

اگر مرنے والے نے کچھ ایسے ورثاء بھی چھوڑے ہوں کہ حمل کا مذکر یا مؤنث ہونا ان کے حصص پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں حمل کے ظاہر ہونے کا انتظار کیئے بغیر ان ورثہ کو ان کے پورے پورے سہام دیئے جائیں گے جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو دادی کو چھٹا حصہ دے دیا جائے گا یونہی اگر کسی نے ایک حاملہ بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا ہو تو عورت کو آٹھواں حصہ دے دیا جائے گا۔

اور اگر کچھ ایسے ورثہ چھوڑے ہوں جو حمل کے کسی ایک احتمال میں محروم ہو سکتے ہیں تو ان کو وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان کا اصل استحقاق ہی مشکوک ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کسی نے ایک حاملہ بیوی، ایک بھائی اور چچا چھوڑے ہوں تو چچا اور بھائی کو کچھ

نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پیدا ہونے والا بیٹا ہو، اگر ایسا ہوا تو اس صورت میں چچا اور بھائی دونوں محروم ہوں گے۔

اعتراض

آپ نے بیوی، ماں اور باپ کے حق میں حمل کو مؤنث اور وہ بھی صرف ایک فرض کیا لیکن بیٹی کے حق میں اسی حمل کو مذکر اور وہ بھی چار فرض کیا ایسا کیوں ہے؟

جواب

اس لئے کہ بیٹی کے حق میں اقل حصہ اسی صورت میں متحقق ہوسکتا ہے، کیونکہ بیٹیوں کے ایک اور زیادہ ہونے میں حصص کا فرق ہوتا ہے جب کہ بیٹوں کے ایک یا زیادہ ہونے میں حصص کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فصل فی المفقود

المفقود حی فی ماله حتی لایرث منه احد ومیت فی مال غیره حتیٰ لایرث من احد یوقف ماله حتیٰ یصح موته اوتمضی علیه مدة واختلف الروایات فی تلك المدة ففی ظاهرالروایة انه اذا لم یبق احد من اقرانه حکم بموته وروی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان تلك المدة مائة وعشرون سنة من یوم ولد فیه المفقود وقال محمد رحمه الله تعالیٰ مائة وعشر سنین وقال ابویوسف رحمه الله تعالیٰ مائة وخمس سنین وقال بعضهم تسعون سنة وعلیه الفتویٰ وقال بعضهم مال المفقود موقوف الیٰ اجتهاد الامام وموقوف الحکم فی حق غیره حتیٰ یوقف نصیبه من مال مورثه کما فی الحمل فاذا مضت المدة فماله لورثته الموجودین عند الحکم بموته وما کان موقوفا لاجله یرد الیٰ وارث مورثه الذی وقف ماله والاصل فی تصحیح مسائل المفقود ان تصحح المسألة علیٰ تقدیرحیاته ثم تصحح علیٰ تقدیر وفاته وباقی العمل ماذکرنا فی الحمل۔

ترجمہ

مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس سے کوئی دوسرا وراثت نہیں پاتا اور اپنے غیر کے مال کے حق میں وہ مردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی اور سے وراثت نہیں پائے گا اور اس کا مال موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس کی موت کی تصدیق کر دی جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت گزر جائے۔ اور اس مدت میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ جب اس کے ہم عمروں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے تو اس کی موت کا حکم نافذ کر دیا جائے گا۔ اور امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت ایک سو بیس سال ہے اس دن سے جس دن مفقود پیدا ہوا اور امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 110 سال ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 150 سال ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا: 90 سال ہیں۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مفقود کا مال امام کے اجتہاد پر موقوف ہے اور غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے یہاں تک کہ اس کا حصہ روکا جائے گا اس کے مورث کے مال میں سے جیسا کہ حمل میں ہوتا ہے لہذا جب وہ مدت گزر جائے تو اس کا مال اس کی موت کا حکم نافذ ہونے کے وقت موجود ورثاء کے لئے ہوگا اور جو مال اس کے لئے روکا گیا ہوگا وہ لوٹایا جائے گا اس کے اس مورث کے ان ورثہ کو جن کا مال روکا گیا تھا اور مفقود کے مسائل کی تصحیح میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اس کی حیات کی تقدیر پر پھر اس کی تصحیح اس کی وفات کی تقدیر پر کی جائے گی اور باقی عمل ہم نے فصل فی الحمل میں ذکر کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مفقود کا بیان

مفقود اس غائب شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو اور اس کی زندگی اور موت کی بھی کوئی خبر نہ ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسروں کے مال کے سلسلہ میں مردہ سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا اپنا مال تقسیم نہیں کیا جاتا اور دوسروں کے مال سے یہ وراثت نہیں پاتا۔ اس کا مال اس وقت تک روک کر رکھا جائے گا جب تک اس کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت نہ گزر جائے۔ یہ مدت کتنی ہے اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں۔

ظاہر الروایت یہ ہے کہ جب اس کے معاصرین میں سے کوئی زندہ نہ بچے تو اس کی موت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض کا قول یہ ہے کہ اس کے اپنے شہر میں سے اس کے ہم عصر فوت چکے ہوں اور بعض دیگر کا مؤقف یہ ہے کہ کہیں بھی اس کا کوئی ہم عصر باقی نہ بچا ہو۔ پہلا مؤقف صحیح ہے جیسا کہ امام تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفرائض میں بھی فرمایا ہے: اس مفقود کے اپنے شہر کے ہم عصروں کا اعتبار ہے کیونکہ مختلف ممالک میں لوگوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں نیز یہ کہ پوری دنیا میں اس کے ہم عصروں کا اعتبار کرنے میں حرج عظیم ہے۔

امام حسن بن زیاد کی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت یہ ہے کہ یہ مدت اس کی ولادت سے 120 سال تک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ یہ مدت 110 سال ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا مؤقف ہے کہ یہ مدت 150 سال ہے۔

امام محمد اور امام ابو یوسف کی یہ دونوں روایتیں کتب معتبرہ میں نظر سے نہیں گزریں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کی ولادت سے جب

100 سال گزر جائیں تو اس کی موت کا حکم نافذ کر دیا جائے گا، کیونکہ ہمارے زمانے میں عموماً اس سے زیادہ عمریں نہیں ہوتیں۔ امام محمد بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ اسی پر ہی فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ آپ بھی اسی پر یقین رکھتے تھے کہ عموماً لوگ سو سال تک ہی زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا یہ مؤقف اس وقت ٹوٹ گیا جب خود ان کی اپنی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہوئی۔ روایت ہے کہ آپ نے 170 سال عمر پائی۔

بعض فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ یہ مدت 90 سال ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں اس سے زیادہ عمر بہت ہی شاذ و نادر واقع ہوتی ہے اس لئے شاذ و نادر واقعات پر اسلامی قوانین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

بعض فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مدت 70 سال ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

امتی مابین ستین الیٰ سبعین

”میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہونگی“[1]

امام شافعی رحمۃ اللہ کا مؤقف یہ ہے کہ مفقود کے مال کا فیصلہ مجتہد کے اجتہاد پر کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں: جب اتنی مدت گزر جائے کہ اس کے ہم عصروں میں سے اکثر فوت ہو چکے ہوں تو قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور اس کا مال اس کے ان ورثہ میں تقسیم کر دے گا جو اس فیصلہ کے وقت موجود ہونگے۔

مدت کے سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ کوئی مقدار مقرر نہ کی جائے بلکہ اس سلسلہ میں مفقود کے معاصرین کا ہی اعتبار کیا جائے۔

مفقود کو دوسرے لوگوں کے حق میں موقوف رکھا جائے گا اس لئے جس طرح حمل میں مورث کے مال کو وضع حمل تک روک کر رکھتے ہیں اسی طرح مفقود کے لئے بھی مال روک کر رکھا جائے گا۔ اگر مفقود ایسا ہے جو حاضرین کو محجوب کر سکتا ہے تو ورثہ کو کچھ بھی نہیں دیا جائے گا بلکہ سارا مال روک لیا جائے گا۔ اور جس کو یہ بالکلیہ محروم نہیں کر سکتا اس کو اس کا

---

[1] ......جامع ترمذی جلد 2 صفحہ 56 مطبوعہ مکتبہ دار القرآن والحدیث ملتان

مال دیا جائے گا لیکن اتنا دیا جائے گا جتنا کہ مفقود اگر موجود ہوتا تو اس کو ملتا پھر اگر مدت گزر جائے اور مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو اب قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور یہ مال ان ورثہ کو دیا جائے گا جو اس موت کا فیصلہ ہونے کے وقت تک موجود ہوں اور جو ورثاء اس کی موت کا فیصلہ ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں ان کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وراثت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ ہو۔ اور جو مال، مفقود کے لئے روک کر رکھا گیا ہوگا وہ ان ورثاء کو دے دیا جائے گا جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔ جیسا کہ حمل کے سلسلے میں تھا کہ اگر حمل زندہ حالت میں پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنا حصہ لے لیتا ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو وہ مال ان ورثاء کو لوٹا دیا جاتا ہے جن کے حصے سے روکا گیا تھا اسی طرح مفقود اگر ظاہر ہو جائے تو وہ اپنا حصہ لے لے گا اور اگر مفقود کی کوئی اطلاع نہ ملی اور اس کی موت کا حکم لگا دیا گیا، تو اس کے لئے روکا ہوا مال ان وارثوں کو لوٹا دیں گے جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔

مفقود کے مسائل کی تصحیح اس طرح کی جائے گی کہ ایک مسئلہ مفقود کو زندہ تصور کر کے بنایا جائے گا اور ایک مسئلہ مفقود کو مردہ تصور کر کے بنایا جائے گا ان میں سے موجود ورثاء کو جس تصحیح سے اقل حصہ ملے وہ دے دیں گے اور بقیہ سہام روک لیں گے، پھر مسئلہ حیات اور مسئلہ وفات دونوں میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت تباین کی ہو تو مسئلہ حیات کے جمیع کو مسئلہ وفات کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح کریں گے۔ پھر مسئلہ حیات سے ایک فریق کو جو سہام ملے ان کو مسئلہ وفات کے ساتھ ضرب دیں گے اور جس فریق کو مسئلہ وفات سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ حیات کے ساتھ ضرب دیں گے۔ پھر ان دونوں مسئلوں سے جس وارث کو جو کچھ ملا اس پر غور کریں گے جس مسئلہ سے اس کو کم حصہ ملا وہ دیں گے اور بقیہ (اتنا حصہ کہ اگر وہ بھی اس کے ساتھ شامل کریں تو دوسرے مسئلہ سے حاصل ہونے والے سہام کے برابر ہو جائیں) حصہ روک لیں گے۔

پھر جب مفقود ظاہر ہو جائے تو اِس کا رکھا ہوا حصہ اس کو دے دیا جائے اور اگر اس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے تو پھر یہ حصہ جن ورثہ سے روکا گیا تھا ان کو دے دیا جائے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، اور دو عینی بہنیں حاضر اور ایک اخیافی بھائی مفقود چھوڑا۔ اب مفقود کے مردہ ہونے کی صورت میں شوہر کے لئے نصف حصہ ہوگا اور دو بہنوں کے لئے دو ثلث چنانچہ مسئلہ 6 سے بنے گا اور 7 کی طرف عول کر جائے گا۔

اور اگر مفقود کو زندہ تصور کریں تو شوہر کو نصف اور دو بہنوں کے لئے ربع ہوگا کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 2 سے بنے گا جن میں سے ایک سہم شوہر کا اور ایک سہم بہن بھائیوں کا جو کہ ان پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ان کا عدد رؤس 4 ہے اس لئے 4 کو اس مسئلہ (2) کے ساتھ ضرب دی تو (2x4=8) حاصل ضرب 8 آیا۔ جن میں سے چار سہام شوہر کے، دو سہام بھائی کے اور دونوں بہنوں کے لئے دو سہام اس طرح کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم آ جائے۔

اب غور کریں کہ دونوں بہنوں کے لئے مفقود کا مردہ ہونا اس کے زندہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور شوہر کے حق میں مفقود کا زندہ ہونا اس کے مردہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اِس صورت میں شوہر کو نصف بلا عول مل رہا ہے جو کہ عول کے ساتھ نصف سے زیادہ ہے۔ چنانچہ بہنوں کے حق میں مفقود کو زندہ تصور کیا جائے گا اس لئے ان کو مال کا ایک ربع دیا جائے گا۔ اور شوہر کے حق میں اس کو مردہ تصور کیا جائے گا اور اس کو مال کے تین اسباع (3/7) حصہ دیا جائے گا اور باقی مفقود کے لئے رکھ لیا جائے گا۔

اور اس مسئلہ کی 56 سے تصحیح ہوگی۔ کیونکہ مسئلہ حیات 8 ہے اور مسئلہ وفات 7۔ ان دونوں کے درمیان نسبت ''تباین'' کی ہے۔ اس لئے مسئلہ حیات (8) کو مسئلہ وفات (7) سے ضرب دی تو (7x8=56) حاصل ضرب 56 ہوا۔ مسئلہ حیات سے شوہر کے چار سہام تھے جب ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو (4x7=28) حاصل ضرب 28 ہوا۔ اور مسئلہ وفات (7) سے اس کے تین سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے

ساتھ ضرب دی تو (3x8=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ شوہر کو 24 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم ہے۔ اور اس کے حصے میں سے چار سہام روک لئے جائیں گے۔

دونوں بہنوں کے لئے مسئلہ حیات سے 2 سہام تھے ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو (2x7=14) حاصل ضرب 14 ہوا۔ اور ان کے مسئلہ وفات سے 4 سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے ساتھ ضرب دی تو (4x8=32) حاصل ضرب 32 ہوا۔ دونوں بہنوں کو 14 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم حصہ ہے اور اگلی تصحیح تک 18 سہام مزید ہیں جو کہ روک کر رکھ لئے جائیں گے۔ چنانچہ شوہر اور بہنوں کے دیئے گئے کل سہام 38 ہیں 56 میں سے باقی 18 سہام موقوف کردیئے گئے ہیں۔ اب مفقود اگر زندہ ظاہر ہوجائے تو ان باقی ماندہ سہام میں سے چار سہام مزید شوہر کو دے دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کا نصف (28) پورا ہوجائے۔ اور وہ چودہ سہام جو بہنوں کو دیئے تھے وہ ان کے پاس رہیں گے ہر بہن کو سات سات سہام اور یہ جو چودہ ہام باقی بچے ہیں یہ بھائی کو دے دیں گے تاکہ ان بہن بھائیوں کا حصہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کی مطابقت سے ہوجائے۔

اور اگر ظاہر ہو کہ مفقود مر چکا ہے تو یہ بچے ہوئے 18 سہام بہنوں کو ہی دے دیئے جائیں گے اس طرح بہنوں کے کل سہام 32 ہوجائیں گے، یہ سہام مال کے چار اسباع (4/7) ہیں۔ باقی رہی بات شوہر کی تو وہ اپنا حصہ 28 سہام لے چکا ہے اب اس صورت میں اس کا مزید کوئی حصہ نہیں بنتا۔

فصل فی المرتد

اذا مات المرتد علیٰ ارتداده او قتل اولحق بدارالحرب وحکم القاضی بلحاقه فمااکتسبه فی حال اسلامه فهو لورثته المسلمین وما اکتسبه فی حال ردته یوضع فی بیت المال عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وعندهما الکسبان جمیعا لورثته المسلمین وعندالشافعی رحمه الله تعالیٰ الکسبان جمیعایوضعان فی بیت المال ومااکتسبه بعد اللحوق بدارالحرب فهو فیٔ بالاجماع وکسب المرتدة لورثتها المسلمین بلاخلاف بین اصحابنا واماالمرتدفلایرث من احد لامن مسلم ولامن مرتدمثله وکذلک المرتدة الااذا ارتدااهل ناحیة باجمعهم فحینئذ یتوارثون

ترجمہ

جب مرتد اپنے ارتداد پر مرجائے اورقتل کردیا جائے یا دارالحرب میں لاحق ہوجائے اورقاضی اس کے دارالحرب میں لاحق ہونے کافیصلہ کردے توجو اس نے حالت اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہے اور جو اس نے حالتِ ردت میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گاامام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک ۔ اورصاحبین کے نزدیک دونوں کمایاں اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہیں اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کمایاں بیت المال میں رکھی جائیں گی اورجو اس نے دارالحرب میں لاحق ہونے کے بعدکمایا وہ بالاجماع مال فیٔ ہے اورمرتدہ کا تمام کسب اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے ہمارے اصحاب کے اختلاف کے بغیر بہرحال مرتد کسی سے وراثت نہیں پائے گا نہ مسلمان سے اور نہ ہی اپنی مثل کسی مرتد سے اسی طرح مرتدہ بھی مگر یہ کہ تمام کے تمام بستی والے اکٹھے (معاذ اللہ) مرتد ہوجائیں تو وہ آپس میں وراثت پائیں گے ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرتد کے احکام

مرتد کی وراثت کے متعلق امام اعظم کا مذہب

جب کوئی مسلمان معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو اس کو مرتد کہتے ہیں۔ جب کوئی مرتد ہو جائے اور معاذ اللہ حالتِ ارتداد پر ہی وہ مر جائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور قاضی اس کے دارالحرب میں لحوق کا فیصلہ کر دے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ: اس نے جو کچھ مال اپنی حالتِ اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے اور جو مال اس نے حالتِ ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا کیونکہ دونوں حالتوں کے کسب میں فرق ہے وہ اس طرح کہ اس کے ارتداد کی وجہ سے اس پر موت کا حکم جاری کیا گیا اور یہ حکم اس کے وقت ارتداد سے جاری کیا جاتا ہے کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لئے اس نے اپنی زندگی میں جو مال کمایا ہے اس میں سے وہ مال تو اس کی ملکیت ہے جو اس نے ہلاک ہونے (مرتد ہونے) سے پہلے کمایا لیکن جو مال اس نے ارتداد کے بعد کمایا تو گویا کہ اس وقت تو وہ ہلاک ہو چکا ہے اس لئے وہ مال بھی اس کی ملکیت میں نہیں رہا۔ اس لئے جو مال اس نے حالتِ اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے اور جو حالتِ ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ کیونکہ اگر اس مال کا بھی اس کے مسلمان ورثاء کو وارث قرار دیتے ہیں تو مسلمان کو کافر کا وارث بنانا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

مرتد کی وراثت کے متعلق صاحبین کا مذہب

صاحبینؒ کے نزدیک حالتِ ارتداد اور حالتِ اسلام دونوں حالتوں میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ کیونکہ مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر جبر کیا جاتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر اسلام کے احکام نافذ ہو رہے ہیں اس لئے اس کے ورثاء کے حق میں اس پر مسلمانوں والے احکام جاری ہونگے اور دونوں ہی کسب (خواہ حالت اسلام میں کمائے یا حالتِ ردت میں) اس کی اپنی ملکیت ہے اور چونکہ سارا مال اس کی اپنی ملکیت

ہے اس لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہوگا۔

مرتد کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں حالتوں کا کمایا ہوا مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ سے دو روایات منقول ہیں

نمبر(۱) یہ مال فی کی طرح بیت المال میں رکھا جائے گا۔

نمبر(۲) مال ضائع کے طور پر بیت المال میں رکھا جائے گا۔

جو مال اس نے دارالحرب میں جا کر کمایا وہ بالاجماع ''مال فی'' ہے کیونکہ یہ وہ مال ہے جو اس نے ایسے وقت میں کمایا ہے جب کہ وہ اہل حرب میں سے ہے اور مسلمان کسی حربی کا وارث نہیں ہو سکتا۔

مرتدہ کا تمام کسب (خواہ حالتِ اسلام میں کمایا یا حالتِ ارتداد میں دارالحرب میں لحوق سے پہلے) ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت پر قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جاتا یعنی اگر وہ اسلام نہ لائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو قید کر سکتے ہیں تا کہ یا تو اسلام قبول کر لے یا وہیں قید میں مرجائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔[1]

چونکہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے وہ ہلاک بھی نہیں ہے اور جب ہلاک نہیں ہے تو اپنے مال کی مالکہ ہے اس لئے اس کا جمیع مال اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کے شوہر کے لئے وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ہوگا کیونکہ ارتداد کے ساتھ ہی وہ بائنہ ہوگئی تھی۔

سوال

جس عورت کو قید رکھا جاتا ہے تا کہ اسلام قبول کر لے اس طرح مرد کو بھی قید کرنا چاہئے تا کہ وہ بھی اسلام قبول کرے۔ مرد کے حق میں قید کیوں نہیں؟

---

[1] ..... مسلم شریف جلد 3 صفحہ 1364 حدیث نمبر 1744 دار احیاء التراث بیروت۔

جواب

مرد کے شر سے بچنے کے لئے ایسا کیا کیونکہ مرد سے جنگ وجدال اور فتنے کا خطرہ ہوسکتا ہے جو کہ عورت سے متوقع نہیں ہے، اس لئے جس سے فتنہ کا خوف ہو اس کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔

سوال

دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب مسلمان ورثاء کے لئے کیوں نہیں ہے حالانکہ ہلاک تو وہ اب بھی نہیں ہوئی۔

جواب

اس لئے کہ دارالحرب میں لحوق کے بعد اب اس کی حفاظت نہیں رہی جب اس کی اپنی جان کی حفاظت نہیں رہی تو اس کا مال بھی محفوظ نہ رہا۔ اس لئے دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب اس کے مسلمان ورثاء کے لئے نہیں ہوگا۔

نوٹ

مرتد خود کسی سے وراثت نہیں پاسکتا، نہ مسلمان سے، نہ کافر سے اور نہ ہی اپنی طرح کے کسی دوسرے مرتد سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وراثت ایک صلۂ شرعی ہے اور مرتد ایک مجرم ہے، مجرم کو کسی صلۂ شرعی کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والا چونکہ شرعی مجرم ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی اس صلۂ شرعی سے روک دیا جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وراثت میں ملت کا اعتبار ہوتا ہے اور مرتد کسی بھی ملت پر نہیں ہوتا، اسی طرح مرتدہ عورت بھی کسی سے وراثت نہیں پاسکتی کیونکہ وہ بھی کسی ملت کو ماننے والی نہیں ہے۔

ہاں اگر خدانخواستہ پوری کی پوری بستی ہی مرتد ہوجائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے کیونکہ ان کا ملک دارالحرب ہوجائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کفر کے

احکام ظاہر ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر سکتے ہیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناجیہ کے ارتداد پر ان کے ساتھ کیا تھا، ان میں سے ایک لونڈی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں بھی آئی تھی جن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناجیہ کے بچوں کو ان کے ارتداد کی وجہ سے قید کر لیا تھا۔

مرتد کے مال کی تقسیم میں کس شخص کو حصہ ملے گا اور کس کو نہیں ملے گا اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت حسن بن زیاد کی روایت

حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کے وقت ارتداد سے مرتد کی موت تک زندہ ہونگے وہ اس مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے اور جو وارث اس کے ارتداد کے بعد قرار پانے والے نطفہ سے پیدا ہوئے ہوں یا اس کے ارتداد کے بعد مسلمان ہوئے ہوں ان کو اس کی وراثت سے کچھ نہیں ملے گا۔

امام ابویوسف کی روایت

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث ردت کے وقت موجود ہو خواہ اس کی موت تک زندہ نہ رہے بلکہ اس کی موت سے پہلے ہی مر جائے مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے۔

امام محمد کی روایت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کی موت کے وقت موجود ہوں خواہ ردت کے وقت موجود ہوں یا بعد میں پیدا ہوئے ہوں خواہ بوقت ردت مسلمان ہوں یا بعد میں مسلمان ہوئے ہوں، سب وراثت سے حصہ پائیں گے۔

فصل فی الاسیر

حکم الاسیر کحکم سائر المسلمین فی المیراث مالم یفارق دینہ فان فارق دینہ فحکمہ حکم المرتد فان لم تعلم ردتہ ولاحیاتہ ولاموتہ فحکمہ حکم المفقود

ترجمہ:

''قیدی کا حکم میراث میں تمام مسلمانوں کی طرح ہے جب تک کہ وہ دین نہ چھوڑے اگر وہ دین چھوڑ دے تو اس کا حکم مرتد والا ہے۔ اور اگر اس کی ردت، اس کی زندگی اور موت معلوم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود والا حکم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿قیدیوں کی وراثت کے متعلق احکام﴾

قیدی جب تک دین سے نہ پھرے تب تک اس کے احکام تمام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں، اس لئے وہ وارث بھی بنتا ہے اور اس کی وراثت تقسیم بھی ہوتی ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اسیری سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے تو جس طرح عصمتِ نکاح پر اسیری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح میراث میں بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر قیدی اپنا دین چھوڑ دے تو پھر اس کا حکم مرتد والا ہے اور اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی دارالاسلام میں مرتد ہو کر دارالحرب کو چلا جائے یا دارالحرب میں رہتے ہی مرتد ہو جائے اور وہیں مقیم رہے بہرحال دونوں صورتوں میں وہ حربی ہو جائے گا۔

اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے یا اُس کا مرتد ہونا معلوم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود جیسا ہوگا۔ اس لئے نہ تو اس کا مال تقسیم کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی بیوی کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے جب تک اس کا حال معلوم نہ ہو سکے۔

اگر اس کے وارث یہ دعویٰ کریں کہ وہ دارالحرب میں مرتد ہو گیا ہے تو اس کا یہ

دعویٰ صرف اس صورت میں مانا جائے گا جب دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں۔ اگر دو عادل مسلمان اس کے ارتداد کی گواہی دے دیں تو قاضی اس کی موت کا حکم جاری کر دے گا اور اس کی بیوی کے لئے فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے گا اور اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دے گا۔ کیونکہ یہ شخص قضائے قاضی کے سلسلہ میں مردہ ہی سمجھا جاتا ہے پھر اگر وہ شخص دارالاسلام میں آجاتا ہے اور اپنے ارتداد کا انکار کرتا ہے تو قاضی کا فیصلہ منسوخ نہیں کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اس کا مال بھی ورثاء سے واپس نہیں لیا جائے گا۔ ہاں جو مال بعینہ ورثاء کے پاس موجود ہو جس میں ابھی تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی وہ اس کو لوٹایا جائے گا۔ جس طرح ایسا شخص جس کا ارتداد مشہور ہوا اور وہ تائب ہو کر دارالاسلام میں پلٹ آئے تو اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی مجبور نہیں کر سکتے۔

فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ والھدمیٰ

اذاماتت جماعة ولایدریٰ ایھم مات اولًا جعلوا کانھم ماتوا معا فمال کل واحد منھم لورثته الاحیاء ولایرث بعض الاموات من بعض ھذا ھو المختار وقال علی وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما یرث بعضھم عن بعض الافی ما ورث کل واحد منھم من صاحبه واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

ترجمہ

جب پوری جماعت مرجائے اورمعلوم نہ ہوکہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا توسمجھاجائے گاکہ وہ سب اکٹھے ہی فوت ہوئے ہیں توان میں سے ہرایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کے لئے ہوگا اوران مرے ہوؤں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی مذہب مختار ہے اورحضرت علی اورحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے مگراس صورت میں کہ ان میں سے ہرایک اپنے صاحب کا وارث ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غرق ہوکر، جل کراوردب کرمرنے والوں کے احکام

احناف کا مذہب

جب ایک پوری جماعت فوت ہوجائے اوران میں آپس میں رشتہ داریاں ہوں اوریہ معلوم نہ ہوکہ ان میں سے پہلے کون مراہے اورکون بعد میں؟ مثلاً بحری جہاز ڈوب گیا یا مکان کوآگ لگ گئی یا مکان کی چھت گرگئی یا کسی جنگ میں مارے گئے اوران میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون مراہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ سب اکٹھے فوت ہوئے ہیں، توان میں سے ہرایک کا مال اس کے زندہ وارثوں کے لئے ہوگا۔ اوران مرنے والوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔

اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے ۔ امام مالک نے اس بات کی اپنے مؤطا میں تصریح بھی کی ہے:

وكذالك العمل فی كل متوارثين هلكا بغرق اوقتل ذالك من الموت اذالم يعلم ايهما مات قبل صاحبه لم يرث احدمنهما من صاحبه شيئا وكان ميراثهما لمن بقى من ورثتهما يرث كل واحدمنهما ورثته من الاحياء وقال مالك لاينبغى ان يرث احد احدا بالشك ولايرث احداحدا الا باليقين من العلم [1]

درج ذیل فقہاء بھی اس سلسلہ میں احناف کے ساتھ ہیں

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے وارث ہونگے سوائے اس صورت کے کہ جب ہرایک دوسرے کا وارث بن رہا ہو تو ایسی صورت میں بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ایک شخص اپنے مال کا خود ہی وارث ہو (صاحب شریفیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مؤقف ہے۔)

---

[1] ......موطاامام مالک، جلد 2، صفحہ 521، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی۔

دلیل

بعض رشتہ داروں کے دوسرے رشتہ داروں کا وارث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا ضروری ہے اور تمام کے زندہ ہونے کا تو یقین ہے، اس لئے سب ایک دوسرے سے وارث بنیں گے۔ اور وراثت سے محرومی کا سبب یہ تھا کہ محروم ہونے والا مورث کے مرنے سے پہلے مرگیا۔ اور اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ واقعی پہلے وہی مرا ہے جس کو ہم وارث قرار دے رہے ہیں جب محرومی کے سبب میں یقین نہیں بلکہ شک ہے جبکہ اس کا زندہ ہونے کا یقین تھا تو کسی کو شک کی بنیاد پر وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اس کی مثال وہ سمجھئے کہ طہارت کا یقین ہو اور حدث کا صرف شک ہو تو اس شخص کے حدث کا حکم نہیں لگائیں گے کیونکہ شک یقین کو ختم نہیں کرتا۔

ہاں جن صورتوں میں ہر ایک کا دوسرے کا وارث ہونا لازم آئے گا وہاں ایک دوسرے کا وارث قرار نہیں دیں گے کیونکہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے سے پہلے مرا ہو اور یہ ممکن نہیں ہے۔ تو ان میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہونے کا حکم ضرورتاً ثابت ہوا اور جو حکم ضرورتاً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں پر یہ ضرورت متحقق نہیں ہوگی وہاں اصل سے دلیل پکڑیں گے اور وہ یہ ہے کہ سب ایک دوسرے کے وارث ہوں

احناف کی دلیل

(i)

ان میں سے ایک کے دوسرے کا وارث ہونے کا سبب یقینی نہیں ہے اور جب سبب یقینی نہیں ہے تو استحقاق بھی ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ محض شک کی بناء پر استحقاق وراثت ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] در مختار معہ رد المحتار، جلد 10، صفحہ 556، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔

اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر وراثت کا سبب ''مورث کی موت کے بعد وارث کا زندہ رہنا ہے'' اور اس چیز کا پتہ صرف ظاہر اور استصحاب حال ہی سے چل سکتا ہے اور استصحاب حال سے یقین حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ جو چیز جیسے تھی اسی حال پر برقرار ہو اور وارث کا اپنی حالت پر ہونا یعنی زندہ ہونا تو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ جس کو مورث قرار دیں گے اس کے بارے میں ماننا پڑے گا کہ وہ پہلے فوت ہوا اور یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ چنانچہ استصحاب حال سے اس بات پر دلیل ہوگی کہ جن لوگوں میں زندگی ثابت تھی وہ اپنے حال پر برقرار ہیں اس بات پر دلیل نہیں ہوگی کہ جو چیز پہلے موجود نہ تھی اس نے اس کو ثابت کر دیا ہے۔ جیسا کہ مفقود کی زندگی اس بات پر دلیل ہے کہ مفقود کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاتا کہ وہ اپنے ورثاء کی وراثت کا حق نہیں رکھتا۔

(ii)

دو موتیں اکٹھی واقع ہوئی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ دونوں اکٹھے فوت ہوئے ہیں جیسا کہ کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرے پھر اس کی بہن سے بھی نکاح کرے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو دونوں کا نکاح فاسد کر دیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی یہی کیا جائے گا کہ گویا کہ دونوں شخص اکٹھے فوت ہوئے تو جس طرح حقیقتاً اکٹھے فوت ہونے والوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے اسی طرح ان میں بھی کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اہل یمامہ کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے زندوں کو مرنے والوں کا تو وارث قرار دیا لیکن مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (عمواس جن پر طاعون آیا تھا اور پورے کا پورا قبیلہ اکٹھا مر گیا تھا) کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان میں سے زندہ لوگوں کو مرنے والوں کا وارث قرار دیا اور مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ جمل اور صفین کے مقتولوں کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔

اعتراض

مرنے والوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں یا نہ دیں اس میں مرنے والوں کو کیا فائدہ بالآخر مال پہنچنا تو زندوں تک ہی ہے تو پھر ائمہ کے اتنے بڑے اختلاف کا فائدہ کا ہوا؟

جواب

اس اختلاف کا ثمرہ یوں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک بڑا بھائی اور ایک چھوٹا بھائی دونوں اکٹھے فوت ہو گئے ان میں سے ہر ایک نے ایک ماں، ایک بیٹی اور ایک ایک آزاد کرنے والا آقا چھوڑا اور ہر ایک کا ترکہ 90 دینار ہوں تو ہمارے نزدیک ہر ایک کا ترکہ یوں تقسیم کیا جائے گا کہ ہر ایک کی ماں کو چھٹا حصہ (15 دینار) دیا جائے گا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کی بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) ہونگے۔ اور جو 30 دینار باقی بچیں گے وہ اس کے آقا کو دیئے جائیں گے۔

اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ان کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پہلے بڑے کی موت کا حکم نافذ کریں گے تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ماں کے لئے چھٹا حصہ (15 دینار) ہوگا۔ بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) اور جو 30 دینار باقی بچے وہ چھوٹے بھائی کے لئے ہونگے۔ پھر چھوٹے کی موت کا حکم نافذ کریں گے اور بڑے بھائی کو زندہ تصور کریں گے اور چھوٹے کا ترکہ اسی

طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح بڑے کا تقسیم کیا گیا تھا یعنی اس کے اپنے 90 دیناروں میں سے چھٹا حصہ (15 دینار) ماں کو دیں گے۔ نصف (45 دینار) بیٹی کو دیں گے باقی جو 30 دینار بچے وہ بڑے بھائی کو دیں گے اس طرح دونوں بھائیوں کے ترکہ میں سے 30،30 دینار باقی بچے ہیں جن کو دونوں نے ایک دوسرے کی میراث سے پایا ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے 30،30 دینار سے چھٹا حصہ (5 دینار) ماں کو دیں گے۔ اور ہر ایک کی بیٹی کو اس مال کا نصف (15 دینار) دیں گے۔ اور باقی جو دس، دس دینار بچیں گے وہ ان کے آقا کو ملیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی اس مال کا وارث نہیں بنا جو اس کی وراثت سے دوسرے کو ملا ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے تیس دینار پہنچے ہیں دوسرے کو اس میں سے حصہ نہیں دیا گیا۔ چنانچہ ہر ایک بیٹے کی ماں کو اس کے ترکہ میں سے 20،20 دینار ملے ہیں اور ہر ایک کی بیٹی کو 60 دینار ملے ہیں۔ اور ہر ایک کے آزاد کرنے والے کو دس دینار ملے ہیں۔

اب اگر ہم جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس تقسیم سے ماں کو کل 40 دینار ملے ہیں اس طرح کہ 15 دینار بڑے بیٹے کی وراثت سے 15 دینار چھوٹے بیٹے کی وراثت سے پھر دوبارہ تقسیم میں سے بڑے بیٹے کے ترکہ سے 5 دینار اور چھوٹے بیٹے کی وراثت سے بھی 5 دینار۔ اسی طرح دونوں بھائیوں کی بیٹیوں میں سے ہر ایک کے پاس کل 60 دینار ہیں کیونکہ بڑے کی وراثت سے اس کی بیٹی کو 45 سہام ملے اور چھوٹے کی بیٹی کو اس کے باپ کی وراثت سے بھی 45 دینار ملے پھر دوسری مرتبہ جب 30 دینار تقسیم ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کی بیٹی کو 15،15 دینار ملے اس طرح دونوں کے پاس مجموعی طور پر 60،60 دینار ہو گئے۔

اب دونوں بھائیوں کے 180 دیناروں میں سے ماں کے پاس چالیس دینار ہیں کیونکہ یہ ماں دونوں بھائیوں کی ہے۔ دونوں بیٹیوں کے 120 دینار ہیں اور دونوں کے آقا کے پاس 20 دینار ہیں جن کا مجموعہ 180 ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

20 کتب کی تخریج

جہانگیری

صحیح بخاری شریف

ترجمہ

قدوۃ علماء المحققین

زبدۃ فضلاء المدققین

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، بامحاورہ ترجمہ

نور علی نور

امام احمد رضا خان ﷺ کی تعلیقات علی البخاری

کا ترجمہ، وضاحتی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری

- آیات و الفاظ قرآنی
- صحابہ کرام کے آثار
- تابعین و آئمہ متبوعین کے اقوال
- امام بخاری کی فقہی و تحقیقی آراء

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و اماکن • دیگر کی

مفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منصۂ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی، کوئی بھی مثال نہیں پیش کی جا سکتی

شبیر برادرز

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

شبیر برادرز

042-7246006